سوال عوام کے

جواب امامؑ کے

لوگوں کے سوالات اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کے جوابات

حصہ دوم

تالیف: حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپایگانی

سوال عوام کے
اور
جواب امامؑ کے

لوگوں کے سوالات اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جوابات

مؤلف

حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپایگانی

مترجم

شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی

نظرثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔ فون : 35425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب : سوال عوام کے اور جواب امامؑ کے

مؤلف : حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپایگانی

مترجم : شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہ العالی

نظر ثانی : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم

پروف ریڈنگ : شیر محمد عابد سولائی، چودھری محمد عمران حیدر جعفری

فنی معاونت : زہراء بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

اشاعت : ستمبر 2011ء

ہدیہ : [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

فصل اوّل: توحید و یگانہ پرستی

- کلمہ جلالت "اللہ" کا معنی کیا ہے؟ 22
- ہشام بن حکم اور عقیدۂ توحید 22
- مشیت خداوندی 23
- ارادہ خدا و ارادہ مخلوق 24
- وجودِ آدم اور ذاتِ پروردگار 26
- کیا خدا جسم اور صورت رکھتا ہے؟ 27
- خدا جسم ہے یا جسم نہیں ہے؟ 27
- صمدیت کیا ہے؟ 29

فصل دوم: نبوت و پیغمبری

- کیا اللہ کے نبی کو بخیل کہنا جائز ہے؟ 31
- جنابِ آدمؑ کی انگوٹھی کا نقش کیا تھا؟ 34
- کیا حضرت ابوطالبؑ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجت تھے؟ 38
- پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم کیوں تھی؟ 39
- تابوتِ موسیٰ کیا تھا؟ 42
- کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاءؑ کا علم رکھتے تھے؟ 42
- اس بات کا معنی کیا ہے؟ 46

فصل سوم: امامت وولایت

- اے فرزندِ رسولؐ! میں خوفزدہ ہوں کہ فلاں آدمی عقیدۂ امامت میں منافق ہے؟ 49
- معرفت کیا ہے؟ 51
- کیا کوئی ایسا ہے کہ میں جس کے حوالے اپنا دین کروں اور وہ میری رہنمائی کرے؟ 56

- جب ہماری آنکھیں آپ کا دیدار نہ کرسکیں تو اس وقت ہمارا امامؑ کون ہوگا؟ 57
- آپؑ کے بعد امام کون ہے؟ 58
- آپؑ کے بعد لوگوں پر حجت کون ہے؟ 59
- میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے دوزخ سے رہائی کا پروانہ دیجیے 60
- کیا آپؑ کے بعد وہ صاحب الامر ہیں؟ 60
- مجھے اپنے بعد والے امامؑ سے آگاہی دیجیے جس طرح آپؑ کے والد بزرگوار...... 62
- امیرالمومنینؑ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟ 66
- جناب امیرالمومنینؑ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ فیروزہ تھا...... 67
- میں نے آپؑ کے والد بزرگوار سے پوچھا: آپؑ کے جانشین کون ہیں؟ 69
- علمِ امامؑ ان کے جانشین کی طرف کب منتقل ہوتا ہے؟ 70
- جنابِ عیسیٰ بن مریمؑ مردہ کو اذنِ خداوندی سے زندہ کرتے تھے؟ 71
- کیا علم کو آپؑ کے قلب میں ڈالا جاتا ہے یا کان میں کہہ دیا جاتا ہے؟ 75
- شناختِ امامؑ 76
- امام علیؑ کا حقِ خلافت پر قیام نہ کرنا 79
- میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا ہوا؟ میں حیران و پریشان ہوگیا ہوں 80
- حضرت امام علی علیہ السلام کا بعد از ہجرت مکے میں رات نہ گزارنا 83
- امامؑ کی رحلت کے بعد ان کے قائم مقام کی علامت 84
- اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمانا 85
- کیا احسن قیاس کرسکتے ہیں؟ 86
- آپؑ کے تمام مطالب کتاب اللہ اور سنت سے ہیں 88
- کیا پیغمبر اکرمؐ تمام ضروریات لائے تھے؟ 89
- مسائل حلال و حرام اور امامؑ 92
- کیا حدیث جابرؓ لوگوں سے بیان کروں؟ 92
- ممکن ہے کوئی چیز آپ کے نزدیک ہو اور وہ پیغمبرؐ کے نزدیک نہ ہو؟ 93
- آپؑ کے بابا نے ہمیں اپنے نائب کی خبر دی تھی...... 94

اصحاب میں اختلاف اور اُس کے اسباب	95
خداوند تعالیٰ سے چند حاجات رکھتا ہوں لیکن قبولیت نہیں ہوتی؟	96
خداوند تعالیٰ ہر نماز کے وقت ہمارے دشمنوں پر لعنت کیوں کرتا ہے؟	98
کیا میرا امام اِس خزانے میں ہے......؟	99

فصل چہارم: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فضائل

اجازت فرمایئے آپؑ کے اس دشمن کو قتل کر دیں!	101
نفاق کیا ہے؟	104
کیا ہم جس جگہ میں ہیں آپ کو یاد ہے؟	104
قربان جاؤں میری سفارش فرماؤ	116
کیا علم و دانش بھی ان کی طرف سے ہے؟	122
لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپؑ علم غیب جانتے ہیں	122
مجھے دعا کی تعلیم دیجیے میں معصیت میں گرفتار ہو چکا ہوں	123
آپؑ اپنے شیعوں کو کیوں نہیں روکتے، جب کہ وہ آپؑ کو فرزند رسولؐ	124
آپؑ ہم پر کس صورت میں برتری رکھتے ہیں؟	141
قربان جاؤں کام کرنے والے کہاں ہیں؟	155
فدک کی حدود کیا ہیں؟	156
اے بنو فاطمہؑ! لوگ آپؑ کو علمِ نجوم کے عالم سمجھتے ہیں	159
یہ گھر کیا ہے؟	167
میں نے اس غلام کو دیکھا جس نے خوشی کو اُبھار رکھا تھا	168
اے فلاں! تو کون ہے؟	169
اے ابوالحسنؑ! آپ کیسے ہیں؟	172
اے ابوالحسنؑ! تمھارے اہل و عیال کتنے ہیں؟	174
اے ابوالحسنؑ! کون سی چیز آپؑ سے از راہ ظلم لی گئی ہے؟	188
سوالوں کی بارش	192
خبر شہادت	199

- دو آدمی 199
- مبلغ علم 201
- ① علم اُمور گذشتہ: 201
- ② علم اُمور استقبالیہ: 201
- ③ علم اُمور حالیہ: 201
- سلاطین جور کے احکام 201
- مال زکوٰۃ 202
- مصحف 202
- شہادت 202
- برادران ایمانی کے حقوق 203
- تلاوت 203

فصل پنجم: معجزات امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

- اے فرزند رسولؐ! آپؑ ابھی حبشیوں کے ساتھ ان کی زبان میں گفتگو کر رہے تھے 205
- میں نے آج تک ایسا کلام نہیں سنا! 207
- اس زمانے کا امام کون ہے؟ 209
- کچھ مال کیوں واپس کر دیا ہے؟ 211
- کیا آپؑ غریب ہیں؟ 211
- ایک آدمی نے اپنے کاروبار کے نقصان کی شکایت کی 215
- گناہ کی نسبت کس کی طرف دی جائے؟ 216
- میرے سردار! آپ مظلوم، مغصوب اور ستم دیدہ ہیں 218
- خداوند تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے گھر، بیوی، فرزند اور خادم عطا کرے 219
- اے فرزندِ رسولؐ اللہ! اس نے کیا کیا تھا؟ 221
- میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ کو میرے حال سے کس نے آگاہ کیا؟ 222
- آپؑ نے مجھے موت کی خبر سنادی ہے 230
- آپؑ کے پاس کتاب اللہ کا کتنا علم ہے؟ 231

✿ کیا آپؑ پرندوں کی زبان جانتے ہیں؟ 233
✿ آپؑ کے برادران اور خاندان والے آپؑ کی سرزنش کرتے ہیں 234
✿ آپؑ کو اس ستم گر کے پاس لے جا رہے ہیں اس میں آپؑ کے لیے...... 236
✿ اس شیر کا قصہ کیا تھا؟ 238
✿ اس جگہ تو ایک لکڑی تک بھی پیدا نہیں ہوتی! 241
✿ مَیں آپؑ سے مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں 244
✿ مفضل کا حال اچھا نہیں ہے دعا فرمائیے 244
✿ آپؑ نے کون سی دعا پڑھی ہے کہ ہارون رشید کے شر سے محفوظ رہے؟ 245

فصل ششم: آخرالزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام

✿ آئمہؑ میں امام غیب کون ہیں؟ 250
✿ اس امر کا صاحب کون ہے؟ 251
✿ اس آیت کی تاویل کیا ہے؟ 252
✿ وہ شخص جس نے حق کے لیے قیام کرنا ہے وہ آپؑ ہیں؟ 253
✿ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپؑ کے بارے میں جو کہا گیا ہے وہ سامنے نہیں آتا؟ 254
✿ اے میرے سردار! سفیانی کی آمد حتمی ہے؟ 255
✿ میرے والد صاحب الامر کے دیدار کی آرزو میں آخر فوت ہو گئے! 256
✿ کرۂ ارضی کے لوگوں کی کثیر تعداد پر کس طرح حکمرانی کریں گے؟ 257
✿ چار آسمانی حرف کس پر نازل ہوئے اور ان کی تفسیر کون کرے گا؟ 258

فصل ہفتم: ایمان اور کفر

✿ "مجھے تقصیر سے خارج نہ کر" کا معنی کیا ہے؟ 272
✿ کیا گناہانِ کبیرہ انسان کو ایمان سے خارج کر دیتے ہیں؟ 273
✿ کفر اور شرک کب ایک دوسرے پر مقدم ہوتے ہیں؟ 273
✿ بندوں کے اعمال کے بارے میں آپؑ کا نظریہ کیا ہے وہ کس سے...... 274
✿ حضرت امام صادق علیہ السلام کی وہ نفرین جو یقطین اور اس کی اولاد کے حق...... 278
✿ ان ستم گروں کے ہاں ملازمت کرنے کے بارے میں آپؑ کا کیا حکم ہے؟ 278

- حضرت علیؑ کے سیاسی حریفوں کے بارے میں مجھے کوئی حدیث سنائیں 279
- بادشاہ کی ملازمت سے اب میرا دل بھر چکا ہے 283
- آپؑ کا ایک چاہنے والا شرابی ہے کیا اُس سے بیزاری اختیار کروں؟ 284
- اے میرے آقا! کیا ایک شرابی آپؑ کو خواب میں دیکھ سکتا ہے؟ 287
- ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو ہمارے آئمہؑ سے محبت رکھتے ہیں لیکن محکم نہیں ہیں 289
- سب سے افضل ترین فریضہ جو تقرب خداوندی کا سبب ہو وہ کیا ہے؟ 290

فصل ہشتم: آداب واخلاق

- وہ تکبر جو اعمال کو فاسد کر دیتا ہے وہ کیا ہے؟ 292
- آپ کیا مشورہ دیں گے کہ میں اُسے بجالاؤں 292
- مجھے "جواز" کا معنی بتایئے؟ 295
- قربان جاؤں مجھے استخارہ کی تعلیم دیجیے 296
- کیا ایک مرد طلائی انگوٹھی پہن سکتا ہے؟ 297
- کیا عورتیں اور بچے خلخال پہن سکتے ہیں؟ 297
- میں چاہتا ہوں سفر کروں آپؑ دعا فرمائیں! 298
- آپؑ کے والد بزرگوار "عود یا طنبور" میں سے کس کو پسند کرتے ہیں؟ 300
- کیا ہاتھی دانت کنگھی سے کنگھی کرنا جائز ہے؟ 300
- اگر کسی کے پاس دس کپڑوں کے جوڑے ہوں تو کیا یہ اسراف میں شمار ہوگا؟ 301
- خلالین اور متخللون کون ہیں؟ 302
- کیا جن مسائل میں لوگ ضرورت مند ہیں وہ خاموش رہیں اور سوال نہ کریں؟ 303
- میں نے حضرت امام کاظمؑ سے ایک چیز کے بارے میں سوال کیا! 303
- اس دُنیا کا بخت کیا ہے؟ 304
- اصلاح کیل اور ناخن لینا صرف جمعہ کے روز جائز ہے؟ 304
- احمق کون ہے؟ 305
- ہر کس جو دھونی سے استفادہ کر سکتا ہے تو وہ کرے 305
- اپنے ہمسائیوں کے پاس آمد و رفت کس طرح کروں؟ 306

- کیا ظالم حاکم سے رقم لے سکتا ہوں؟ 307
- اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ عطا کر رکھا ہے، میں نہیں جانتا کہ...... 307
- جب آپؑ سے دروازوں کے بند کرنے، برتنوں کے ڈھکنے اور چراغ گل...... 308
- چنے کے آٹے کو، نورہ کے استعمال کے بعد، بدن کی نظافت کے لیے...... 309
- کیا ریشم اور دیبا کا پہننا جائز ہے؟ 309
- ایک آدمی لمبا لباس پہنتا ہے اور وہ زمین پر خط دیتا ہے! 309
- کرامت کیا ہے؟ 310
- دعا اُن امور کو کیسے کھینچ لاتی ہے جو انسان کے مقدر میں نہیں ہوتے؟ 310
- میری زوجہ اور بہن مجالس ختم وعزا میں شرکت کرتی ہیں؟ 311
- ایک آدمی اپنے بیٹے یا بیٹی سے کہتا ہے: میرے والدین تم پر قربان ہوں...... 312
- سانپ کا مارنا کیا حکم رکھتا ہے؟ 313

فصل نہم: قرآن کریم

- اس آیت کی تفسیر کیا ہے "جس کسی نے خدا پر توکل کیا پس وہ کافی ہے!" 315
- اس آیت "کہ ہرگز نیکی اور بدی برابر نہیں" کا معنی کیا ہے؟ 316
- اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ "اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی...... 316
- اس آیت کہ "وہ اللہ کی نعمت کو جانتے ہیں" کی تفسیر کیا ہے؟ 317
- بُرے اعمال کی پرسش 317
- مجھے اس کتاب سے آگاہ فرمائیں جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی! 318
- رسولؐ کی خدمت میں اعمال پیش ہوتے ہیں! 332
- ان آیات کی تفسیر کیا ہے؟ 333
- کیا آپؑ کے یہ تمام مطالب قرآن وسنت سے مربوط ہیں؟ 350
- ہر شب ختم قرآن 350
- ہم قرآنی آیات کے جو مطالب آپؑ سے سنتے ہیں وہ مطالب...... 352
- افضل ترین سورہ کون سی ہے جو نماز میں پڑھی جائے؟ 353
- اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ 353

✿ مگر رسول اللہ تو نماز میں قرآن بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے؟ 354
✿ کیا بہت سے مساکین کا کھانا ایک انسان کو دیا جا سکتا ہے؟ 355
✿ کیا میں حمام میں قرآن پڑھ سکتا ہوں؟ 356
✿ سفر خشکی کے راستے سے کروں یا دریائی راستے سے؟ 357
✿ انجیر اور زیتون کی قسم کا کیا معنی ہے؟ 360
✿ تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی 362
✿ اس فرمانِ خداوندی کی تفسیر کیا ہے؟ 363
✿ یتیم کا سرپرست اس آیت کے حکم میں داخل ہے؟ 364
✿ خداوند تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے! 366
✿ وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں 367
✿ اس آیت کہ "میں تمہارے نقصان اور ہدایت کا مالک نہیں ہوں" 368
✿ "وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی وہ منزلِ یقین پر پہنچ گئے" 370
✿ اس آیت کی تفسیر کہ "ہم نے آپؐ پر مکمل قرآن نازل کر دیا" کیا ہے؟ 372
✿ ن اور قلم اور اُس کی جسے لکھنے والے لکھتے ہیں کی قسم کا کیا معنی ہے؟ 373
✿ اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ 373
✿ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کیا ہے؟ 375
✿ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنی کیا ہے؟ 376
✿ "کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہ کیا" کا مطلب کیا ہے؟ 377
✿ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور مومنین کے درود سے کیا مراد ہے؟ 377

فصل دہم: علاج و معالجات

✿ مجھے چار طبائع کی تعلیم دیجیے 382
✿ کیا آپؑ کے پاس تپ کا دوا نہیں ہے؟ 383
✿ اگر مجھے عیسائی طبیب کے پاس جانا پڑ جائے تو کیا اُسے سلام کروں؟ 385
✿ میری بیٹی کو حائض نہیں آتا 385
✿ تریاق کے بارے میں پوچھا گیا! 386

- میرے دانت نہیں ہیں پھر میں اخروٹ کیسے کھاؤں؟ 386
- میں نے ہر قسم کا علاج کیا ہے بخدا! کوئی فائدہ نہیں ہوا 387

فصل یازدہم: احکامات الٰہی

- طہارت 393
- غسلِ جمعہ کیوں واجب ہوا؟ 393
- چھت پر پیشاب کیا جاتا ہے اور غسلِ جنابت بھی 394
- جہاں شراب ڈالی گئی ہو، بارش برس رہی ہو تو وہاں سے گزرنے کا کیا حکم ہے؟ 394
- ایک شخص نے وضو کیا...... 395
- آدمی کو بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی...... 395
- کیا مسح جوتے کے اندر ہو سکتا ہے جب اس کے تسمے کھلے ہوں؟ 395
- ایک کنیز جو حائض نہیں ہوتی...... 396
- پاؤں کا مسح کس طرح کیا جائے؟ 401
- احکامِ نماز 407
- مسجد الحرام میں نماز قصر پڑھوں یا تمام پڑھوں؟ 407
- نماز مستحب حرمین میں اور...... 407
- مؤذن کے ساتھ تکرار اذان کی علت کیا ہے؟ 408
- آپؑ نماز پڑھ رہے ہیں اور لوگ آپؑ کے سامنے گزر رہے ہیں؟ 409
- نماز جعفر طیارؓ پڑھنے کا کیا اجر ہے؟ 410
- نماز کی ایک رکعت میں دو سجدے کیوں ہیں؟ 411
- احکامِ خمس 418
- آپؑ کہتے ہیں کہ مالِ خمس آپؑ کا ہے! 418
- احکامِ روزہ 419
- ختم قرآن ماہِ رمضان کی ہر رات میں 419
- احکامِ حج 420
- حرم اور اُس کے حدود 420
- کیا محرم کے لیے جائز ہے کہ اپنے محمل کی چھت کے زیرِ سایہ چلے؟ 421

- حالت احرام میں زیر سایہ رہ سکتا ہوں؟ 423
- اگر محرم سائبان سے استفادہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ 424
- حاجی تلبیہ کیوں کہتے ہیں؟ 426
- کیا میں دو رکعت نماز طواف بیٹھ کر پڑھ سکتا ہوں؟ 427
- کنکریوں کے مارنے کا حکم کس لیے ہے؟ 428
- جہاں محرم شکار اور مُردار کھانے پر مجبور ہو جائے تو اس وقت اس کا وظیفہ کیا ہوگا؟ 428
- احکامِ جہاد: طاعون کی بیماری شہر میں 429
- احکامِ تجارت: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے لیے سامان کی رہنمائی کی...... 431
- احکامِ قرض: کیا مقروض کا ہدیہ قرض خواہ لے سکتا ہے؟ 432
- معاملہ طرفین جتنا وہ مجھ سے لیتے ہیں کیا میں اتنا لے سکتا ہوں؟ 432
- احکامِ رہن: اگر گروی مال کا نقصان ہو جائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ 434
- احکامِ صلح: متوفّی کے مال پر اس کے ورثاء کو بتائے بغیر مصالحت ہو سکتی ہے؟ 435
- احکامِ وقف: وقف زمین کا سرپرست نہیں ہے تو اب میں کیا کروں؟ 436
- احکامِ وصیت: میرا ایک رشتے دار فوت ہوا، اُس نے جو اولاد چھوڑی وہ چھوٹی ہے 437
- علی بن سری فوت ہو گئے انھوں نے مجھے اپنا وصی بنایا 438
- احکامِ ازواج: جناب امیر المومنینؑ نے صاحب اولاد کنیزوں کو کیوں بیچا؟ 441
- احکامِ طلاق: غیبت کی حالت میں وہ طلاق دے سکتا ہے؟ 443
- احکامِ قضا: اگر ایک آدمی دوسرے آدمی پر مال کا دعویٰ کرے تو...... 443

فصل دوازدہم: قیامت

- وادیٔ دوزخ میں پانچ اور دو افراد کون ہیں؟ 447
- بہشت کیا ہے؟ دوزخ کیا ہے؟ 449
- مرنے والا اپنے خاندان والوں کو دیکھتا ہے 451
- مومن اپنی قبر پر آنے والے کو جان لیتا ہے 453
- کیا مُردہ سلام کو سنتا ہے؟ 453
- کیا میں اپنے زندہ یا مُردہ اقارب کی طرف سے اعمال بجا لا سکتا ہوں؟ 454

عرضِ ناشر

دینِ مبین اسلام کو دیگر ادیانِ عالم پر کئی پہلوؤں اور کئی حوالوں سے فضیلت و برتری حاصل ہے۔ ان مختلف پہلوؤں اور حوالوں میں سے ایک نمایاں پہلو اور روشن حوالہ مرد و زن کو تعلیم و تعلم کی ترغیب و تشویق دلانا بھی ہے۔ تحصیلِ علم اور کسبِ دانش سے فہم و ادراک میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اس کے ذریعے ذہنی و روحانی اوجِ کمال تک پہنچتا ہے۔ قرآنِ مجید نے بارہا حضرتِ انسان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی ہے۔

سورۂ زمر، آیت ۹ میں ارشادِ رب العزت ہوتا ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○

"کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں"؟

یقیناً عالم اور جاہل ہرگز برابر نہیں ہو سکتے، چنانچہ رسولِ اسلامؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے فروغِ علم اور ترسیلِ آگہی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، یہاں تک کہ ان ہستیوں کی پوری پوری زندگیاں علم کی ترویج اور شعور کی ترغیب میں گزر گئیں۔ ختمی مرتبتؐ کا ارشادِ عالم تاب ہے:

"ہر مسلمان مرد و زن پر لازم ہے کہ وہ علم حاصل کرے"۔

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمانِ عالی شان ہے:

"علم ایک ایسا خزینہ ہے جسے کوئی چرا نہیں سکتا، اور یہ ایسا گنجینہ ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ مزید بڑھتا چلا جاتا ہے

(مفہوماً) الغرض آیاتِ قرآنی اور روایاتِ الہامی سے نیز سیرتِ پیغمبرؐ اور کردارِ آئمہ اطہارؑ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انھوں نے اپنے اپنے دورِ رہبری میں علم و دانش کی بھرپور اشاعت کی اور جاہلیت و جہالت کے خلاف مسلسل جہاد کیا"۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

"اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے سوال کرو"۔ (سورہ نحل، آیہ ۴۳)

مگر افسوس صد افسوس اہلِ دنیا نے شہرِ علم کے ان ابوابِ عصمت کی طرف بہت کم رجوع کیا، بلکہ ان کے مقابلے میں نام نہاد علمی مگر درحقیقت جاہلی دروازے کھولنے کی کوشش کی۔ حالانکہ فضائے دہر میں سلونی سلونی کی صدا کی بازگشت گونجتی رہی ـــــ علم و دانش کے یہ خزینے آج بھی بند پڑے ہیں۔ ان کی کلید پُرسش (پوچھنا اور سوال کرنا) ہے۔ ہاتفِ غیبی کی ندا آرہی ہے: خداوندِ متعال تم پر رحمت کے دروازے وا کرے، سوال کرو۔ یہ ایک ایسی راہ گزر ہے جس سے ثواب ہی ثواب ملتا ہے۔ سوال کرنے والے، جواب دینے والے اور سننے والے کے لیے اجرِ کثیر اور انعامِ جزیل ہے۔

اسلام نے سوال کرنے اور جواب دینے کی تشویق کی ہے اور ایسا بابِ علم کھولا ہے جو طولِ تاریخ میں کبھی بند نہیں ہوا۔ رسولِ معظمؐ اور آئمہ مکرمؑ کے ادوار میں علمی محفلیں بجتی رہیں، لوگ بابِ عصمت پر آتے رہے، دامنِ طلب پھیلاتے رہے اور علم کی خیرات پاتے رہے۔ نتیجتاً ہزاروں لاکھوں سوالات فقہ، عقائد، تفسیر، اخلاقیات، ادبیات، اصول، فلسفہ، قیامت، برزخ وغیرھم کے متعلق جوابات سے مزین ہوئے اور ہمارے علمی اسلاف اور عمائدین کے توسط سے ترتیب پاکر نورانی خزائن کی صورت اختیار کر گئے اور آج بھی دعوتِ فکر و نظر دے رہے ہیں۔

لاریب سوال کرنے سے انسان کی جہالت دُور ہوتی ہے، تشکیک کا خاتمہ ہوتا ہے اور جاننے کی لیاقت وصلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سوال کرنے والے کے لیے کسی خاص ذہنی استعداد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ جواب دینے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ جوابِ سوال پر عبور رکھتا ہو۔ مبرہن اور مسکت جواب دینے پر قادر ہو اور مسائل کی تشفی وتسلی کر سکے۔

تاریخ شاہد ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ اور آئمہ عصمتؑ کے بہت سے اصحابِ باصفا اور پیروانِ باوفا معارف وعلوم کے ان بحورِ عصمت میں غوطہ زن رہے اور عقل و دانش کے ان بے کراں اور عمیق سمندروں سے متمسک رہ کر اپنی پیاس بجھاتے اور سیرابی کا سامان کرتے رہے۔

اپنے مجیب ونجیب رہبروں کے ان سائلوں اور دریوزہ گروں نے اُن کے فیضانِ علمی کی جان سے بڑھ کر حفاظت کی۔ اس اہتمامِ حفاظت اور حُسنِ نیابت کی غالب وجہ یہ تھی کہ آئمہ اثنا عشر تین سو سال (یعنی غیبتِ صغریٰ) تک جو علمی گتھیاں سلجھاتے رہے، ساتھ ساتھ اپنے اصحاب واحباب کو اُن کی ترتیب وتالیف کی طرف بھی شدت سے مائل کرتے رہے۔ مثلاً صادقِ آلِ عباؑ نے اپنے پیروؤں کو تاکید فرمائی:

> ''اپنے ورثۂ علمی کی حفاظت کرو، کیوں کہ تمھیں ان کی ضرورت پڑتی رہے گی''۔

چنانچہ ہم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے علمی ورثہ کو نسلِ حاضر اور عزیزانِ فردا تک ایک امانت سمجھ کر پہنچائیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہر اپنا پرایا اس سے استفادہ کرے اور ہر کس وناکس کے دل میں عظمتِ معصومینؑ اور رفعتِ مکتبِ تشیع پیدا ہو۔ علمی ترقی کے اس زمانے میں آئمہ اہلِ بیتؑ کے ورثۂ علمی سے استفادہ

اور بھی ضروری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ تہذیب اسلامی اور فرہنگ اہل بیتؑ کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر نہایت احسن طریقے اور عمدہ سلیقے سے پیش کریں۔

ہمارے علمی اثاثوں کا پبلک لائبریریوں اور ملکی و بین الاقوامی کالجوں، یونی ورسٹیوں میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ ان صالحہ تعلیمات کے ذریعے ہم الیکٹرانک میڈیا پر پھیلائی جانے والی عریاں تہذیب کا سدِّ باب کر سکتے ہیں۔ اس مقصدِ رفیع کے لیے علمی، قلمی اور ابلاغی جہاد کی ضرورت ہے۔ مشہور مغربی فلسفی برٹینڈرسل نے کہا تھا:

"اگر آج علیؑ زندہ ہوتے تو کوفہ کی مسجد مغربی محققین اور دانشوروں سے پُر ہوتی۔ وہ علی علیہ السلام پر سوالوں کی بارش کرتے مگر آپ انھیں دم لینے کی فرصت نہ دیتے"۔

اثنا عشری امامی حکما، دانش وروں اور محققوں نے جو مذکورہ تین صدیاں آئمہ معصومینؑ سے علمی استفادہ کیا اور اُسے محفوظ کیا، اُسے پڑھ کر آج مشرق و مغرب کے بہت سے عالمی دانش وروں کی زبانوں پر حضرت علیؑ اور امام جعفر صادقؑ کے حکمت و معرفت سے لبریز اقوال وارشادات ہیں:

ہم خداوندِ متعال کا لاکھ لاکھ شکر بجالاتے ہیں کہ اُس نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے ہمیں یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ ہم ایران کے معروف دانش ور حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حاج شیخ احمد قاضی زاہدی گلپایگانی مدظلہ العالی کی کتابِ مستطاب "أَسْئِلَةُ النَّاس وَأَجْوِبَةُ الْمَعْصُومِين" کا اُردو میں ترجمہ کروا کر اسے جزواً جزواً شائع کر رہے ہیں۔

زیر نظر جلد سے پیش تر "سوال عوام کے اور جواب امامؑ کے" کے عنوان سے اوّلاً امام محمد باقر علیہ السلام، ثانیاً امام علی علیہ السلام اور ثالثاً حسنین شریفین علیہم السلام کے جوابات پر مبنی چار جلدیں شائع کر چکے ہیں۔

"سوال عوام کے جواب بنتِ رسولؐ اسلام" کے یعنی حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا حصّہ اور "سوال عوام کے جواب رسولؐ اسلام کے" بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر دادِ تحسین پا چکے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دو حصّے بھی ترجمہ ہوکر منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔ زیرِ نظر حصّہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جوابات کا مجموعہ ہے۔ اس حصّہ کا ترجمہ ہمارے عزیز دوست شیخ الاسلام علامہ الطاف حسین کلاچی مدظلہٗ العالی، پرنسپل باب احکم تونسہ شریف نے کیا ہے جنھوں نے یہ کارِ خیر نہایت جاں فشانی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ خالقِ لوح و قلم اُن کی توفیقاتِ خیر میں مزید اضافہ فرمائے۔

اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ ہم سب (بشمول برادر مظہر عباس چودھری) کو مکتبِ اہلِ بیتؑ کی کماحقہٗ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی بلیّاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین بحق طٰہٰ و یٰسین!

والسلام مع الاکرام

محتاجِ دُعا

ریاض حسین جعفری، فاضلِ قُم

مقدمہ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء
وخاتم المرسلین محمد وعلیٰ آلہ الطیبین الطاھرین۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں اور نہ جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے کہ امامؑ کی ذات جو ہر قسم کی صفات وخصوصیات کا جامع ہے اور وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ جانشین ہیں کہ جنھوں نے حکمت ودانش کے دریا بہا دیے اور عوام الناس کی فکری اور علمی ضروریات کو پورا کیا اور ان کے اندر پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو دُور کیا۔

امامؑ کائنات کی پناہ گاہ ہے اور اُمت کا ملجا وماویٰ ہے۔ جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ کی کشتی اپنے تمام افکار کے ساتھ اور شریعت اسلامی کے اصول وفروع کے ساتھ ساحل نجات پر آکر لنگر انداز ہوتی ہے۔ اس لیے امامت کی شان میں کہا گیا ہے کہ "وہ ہدایت کا چراغ ہے اور نجات کا سفینہ ہے"۔

یہ وہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے بلیغ انداز میں موجود ہیں، جن کی فطرت اور عقل تائید کرتے ہیں۔

یہ تاریخ اسلام کی عظیم الشان واقعیت ہے کہ آئمہ طاہرینؑ خداوند تعالیٰ کی

طرف سے اس بشری اور اسلامی معاشرہ کے لیے رہبر منتخب ہوئے۔ وہ گوہرِ عصمت کے مالک ہیں، اس کے علاوہ انھیں اللہ کی طرف سے دانش وحکمت عطا کی گئی ہے اور انھیں یہ حکمت و دانش خزینۂ الٰہی سے ملی ہے۔

ہم اس واقعیت کی تجلی کو آئمہ معصومینؑ کے فرامین واقوال کی روشنی میں اچھی طرح سے دیکھ سکتے ہیں۔ جب بھی اور جہاں کہیں ان پر کوئی سوال کیا گیا۔ ہر امامؑ نے مسائل کو بحرِ اضطراب سے نکال کر ساحلِ اطمینان پر لاکھڑا کیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عرصہ تین سو سال سے زیادہ طولانی دور میں جب بھی اشکال پیدا ہوا تو انھوں نے جواب دیا۔

ہم نے اس میدان میں آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے علم کے بے کراں سمندر میں سے ایک قطرہ کو "سوال عوام کے اور جواب معصومینؑ کے" کے عنوان سے معنون کیا ہے، تاکہ تشنگانِ علوم کی تشنگی کا علاج کیا جائے اور معصومینؑ کی تعلیمات کا ایک عظیم الشان دائرۃ المعارف منظرِ عام پر آسکے۔

اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ ان سوالات اور جوابات کے مجموعہ میں تمام آئمہ معصومینؑ کا تذکرہ ہوگا۔ شاید اس اعتبار سے ۱۰ ہزار سوالات اور جوابات پر مشتمل ایک علمی خزانہ تشکیل پائے گا۔ ہمارے اس عہد میں شکوک وشبہات پیدا ہو چکے ہیں۔ اس مجموعہ میں ان کا شافی جواب موجود ہے۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے یہ اُس عظیم الشان مجموعہ کا ایک حصہ ہے جو لطفِ الٰہی اور حضرات معصومینؑ کی توجہات سے ایک گل دستہ کی صورت میں خوشبو بکھیر رہا ہے۔ اسے "سوال عوام کے اور جواب امام کاظمؑ" کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔

یہ مجموعہ روایات پر مشتمل ہے۔ اس کی تشکیل سوال وجواب کی صورت میں کی

گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ اُسے عام فہم بنایا جائے۔ البتہ وہ فقہی سوالات جو امام کاظم علیہ السلام سے مربوط ہیں وہ عوامی اذہان کے لیے قابل استفادہ نہیں۔ اس لیے چند ایک بطور نمونہ کے پیش کیے ہیں۔

اس کتاب کا عربی سے فارسی میں ترجمہ برادر فاضل و بزرگوار محقق، ادیب محترم جناب آقا محمد حسین رحیمیان نے فرمایا۔ ہم ان کی اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے شکرگزار ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کی توفیقات میں روز بروز ترقی عطا فرمائے۔

بارگاہِ خداوندی میں عاجزانہ طور پر سوال ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ کے لیے توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس عظیم الشان علمی کام کو پایۂ تکمیل تک لے جائیں تاکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وصی و جانشین حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ کے علوم کے چشمہ زُلال اور معارف اہلِ بیتؑ سے سیراب ہوں۔ آمین یارب العالمین!

احمد قاضی زاہدی گل پایگانی

حوزہ علمیہ، قم، ۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

maablib.org

فصل اوّل

توحید و یگانہ پرستی

maablib.org

کلمہ جلالت "اللہ" کا معنی کیا ہے؟

عدّة من أصحابنا عن أحمد بن محمد البرقی عن القاسم بن یحیی عن جدّہ الحسن بن راشد، عن أبی الحسن موسٰی بن جعفر علیہ السلام قال: سئل عن معنی اللّٰہ.

فقال: استولی علی ما دقّ وجلّ.

حسن بن راشد کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے "اللہ" کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

جو ذات ہر چھوٹی اور بڑی چیز پر تسلط رکھتی ہو اُس کو اللہ کہا جاتا ہے۔ (الکافی، ۱/۱۱۴، معانی الاخبار:۴)

ہشام بن حکم اور عقیدۂ توحید

محمد بن أبی عبداللّٰہ عن محمد بن اسماعیل عن علی بن العباس عن الحسن بن عبدالرحمن الحمانی قال:

قلت لأبی الحسن موسٰی بن جعفر علیہ السلام: إنّ ھشام بن الحکم زعم أنّ اللّٰہ جسم لیس کمثلہ شیء، عالم سمیع بصیر قادر متکلم ناطق، والکلام والقدرۃ والعلم یجری مجری واحد لیس شیء منھا مخلوقاً.

فقال: قاتلہ اللّٰہ! أما علم أنّ الجسم محدود والکلام غیر المتکلم؟! معاذ اللّٰہ وأبرأ الی اللّٰہ من ھذا القول، لاجسم ولا صورۃ ولا تحدید، وکلّ شیئ سواہ

مخلوق، إنّما تکوّن الأشیاء بإرادته ومشیئته من غیر کلام ولا تردد فی نفس ولا نطق بلسان.

حسن بن عبدالرحمٰن حمانی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: ہشام بن حکم کا عقیدہ ہے کہ اللہ جسم رکھتا ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ عالم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، قادر مطلق ہے، متکلم ہے اور ناطق ہے۔ اس کی قدرت اور علم ایک ہی شے ہیں۔ یہ صفات کسی اور کے پاس نہیں ہیں!!

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُسے قتل سے ہمکنار کرے[1] کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ جسم محدود ہے اور کلامِ متکلم کا غیر ہے؟ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور اُس کی اس گفتگو سے بیزار ہوں۔ نہ اُس کا جسم ہے اور نہ صورت ہے اور نہ وہ محدود ہے۔ اُس کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے۔ تمام چیزیں اس کے اِرادہ و مشیت سے معرضِ وجود میں آئیں تو اس امر میں نہ اس نے کوئی کلام کیا اور نہ سوچ بچار کی اور اس طرح ہر چیز پیدا ہوگئی۔ (الکافی: ۱/۱۰۶، بحار الانوار: ۳/۲۹۵)

مشیتِ خداوندی

علي بن محمد بن عبدالله عن أحمد بن أبي عبدالله عن أبيه عن محمد بن سليمان الديلمي عن علي بن ابراهيم الهاشمي قال: سمعت أبا الحسن موسٰى بن جعفر علیه السلام يقول: لا يكون شيء إلاّ ماشاء الله وأراد وقدّر وقضى.

قلت: ما معنى شاء؟

---

[1]: علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ عربوں کی عادت رہی ہے کہ وہ ایسے کلمات زبان پر جاری کرتے تھے۔ ان کلمات سے یہ مقصود نہ تھا کہ جو کچھ انھوں نے کسی کے لیے کہا وہ اسی طرح ہو۔ (بحار الانوار: ۳/۳۲۰)

قال: ابتداء الفعل.

قلت: ما معنی قدر؟

قال: تقدیر الشیٔ من طوله و عرضه.

قلت: ما معنی قضی؟

قال: اذا قضی أمضاه ، فذلك الّذی لامرد له.

علی بن ابراہیم ہاشمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سنا، آپؑ فرما رہے تھے:

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت سے معرضِ وجود میں آتی ہے۔ وہ ارادہ فرماتا ہے، اندازہ فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔

میں نے عرض کیا: مشیت کا معنیٰ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کام کی ابتداء۔

میں نے عرض کیا: قدر کسے کہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اندازہ کرنا (کہ کسی چیز کو کس طرح سے اور کیسے ہونا چاہیے)

میں نے عرض کیا: قضا کا معنیٰ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب وہ حکم فرماتا ہے تو اُسے نافذ کرتا ہے اور اپنے حکم کو واپس نہیں کرتا۔ (الکافی: ۱/۱۵۰)

ارادہ خدا و ارادہ مخلوق

أحمد بن ادریس عن محمد بن عبدالجبار عن صفوان بن یحیی قال:

قلت لأبی الحسن علیہ السلام : أخبرنی عن الارادة من الله ومن الخلق؟

قال: فقال الارادة من الخلق الضمير وما يبدولهم بعد ذٰلك من الفعل.

وأمّا من اللّٰه تعالٰى فارادته احداثه لاغير ذٰلك، لأنّه لا يروى ولايهم ولا يتفكّر، وهذه الصفات منفية عنه وهى صفات الخلق. فارادة اللّٰه الفعل لاغير ذٰلك، يقول له: "كن فيكون" بلا لفظ ولا نطق بلسان ولاهمة والتفكر ولا كيف لذلك، كما أنّه لا كيف له.

صفوان بن یحیٰی کہتے ہیں میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے حضور عرض کیا: اللہ اور مخلوق کے ارادے کی وضاحت فرمائیں؟

آپؑ نے فرمایا: مخلوق کا ارادہ ان کے ضمیر اور ان کے اندرون سے مربوط ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے ارادہ کو ظاہر کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ وہ کام ہوتا ہے جو وہ چاہتے ہیں۔

اب بات رہی ارادۂ خداوندی کی، جس طرح ارادے کا حدوث اُس سے ہے اس طرح کسی اور سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نہ سوچ بچار کرتا ہے نہ اُس کی منصوبہ بندی کرتا ہے اور نہ وہ تصور وخیال کرتا ہے کیونکہ یہ صفات مخلوق کی ہیں نہ کہ خالق کی۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے، ہوجاتا ہے۔ اُسے نہ بولنا پڑتا ہے، نہ سوچنا پڑتا ہے۔ ارادۂ خداوندی کیف وکیفیت سے بھی پاک ہے۔ (الکافی: ۱/۱۰۹ و ۴/ ۱۳۷، بحارالانوار: ۴/ ۱۳۷)

قال شيخنا المفيد رحمه الله: أخبرني أبو القاسم جعفر بن محمّد بن قولويه عن محمد بن يعقوب الكليني عن أحمد بن ادريس عن محمد بن عبدالجبار عن صفوان بن يحيى قال: قلت لأبى الحسن عليه السلام: أخبرني

عن الارادة من الله تعالٰی ومن الخلق؟

فقال: الارادة من الخلق الضمیر وما یبدولهم بعد

کذا الفعل والارادة من الله تعالٰی إحداثه الفعل

لاغیر ذٰلك، لأنّه جل اسمه لایهم ولا یتفکّر.

اسی مضمون کی تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ (معانی الاخبار:۱۱)

وجودِ آدمؑ اور ذاتِ پروردگار

علی بن محمد عن محمد بن أحمد عن ابن یزید عن

الحسین بن بشار عن یونس بن بهمن قال:

قال لی یونس: اکتب إلی أبی الحسن علیه السلام فاسأله عن

آدم هل فیه من جوهریّة الله شیٔ؟

قال: فکتبت إلیه: فأجاب: هذه المسألة مسألة رجل

علی غیر السنة.

فقالت لیونس. فقال: لا یسمع ذا أصحابنا فیبرء ون

منك.

قال: قلت لیونس: یتبرء ون منّی أو منك؟

یونس بن بھمن کہتے ہیں: یونس بن عبدالرحمٰن نے مجھے کہا: تم امام ابوالحسن علیہ السلام کی طرف خط لکھو اور پوچھو: کیا حضرت آدمؑ کے وجود میں ذاتِ پروردگار کی طرف سے کوئی چیز تھی؟

یونس کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام کی طرف خط بھیجا۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا:

ایسا سوال وہ شخص کر سکتا ہے جو پیغمبر ﷺ اور اس کے اہلِ بیتؑ کا پیروکار نہ ہو۔

وہ کہتا ہے: میں نے یونس کو حال دیا۔ امامؑ نے یہ فرمایا ہے تو اُس نے کہا: ہمارے لوگ تیری اس بات کو قبول نہیں کریں گے اور تجھ سے برأت چاہیں گے!!

راوی کہتا ہے: میں نے اُسے کہا: جی ہاں! وہ ہم دونوں میں سے کسی ایک سے تو ضرور برأت کا اظہار کریں گے!! (بحارالانوار: ۳/۲۹۲)

کیا خدا جسم اور صورت رکھتا ہے؟

أخبرني شيخي أبو عبدالله الحسين بن عبدالله الواسطي رحمه الله قال: أخبرني أبو محمد التلعكبري عن أبي جعفر الكليني عن محمد بن الحسن عن سهل بن زياد عن حمزة بن محمد قال له:

كتبت إلى أبي الحسن عليه السلام أسأله عن القول بالجسم والصورة.

فكتب: سبحان من ليس كمثله شئ لا جسم ولا صورة.

حمزہ بن محمد کہتے ہیں: میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام کی طرف لکھا کہ وہ لوگ جو خدا کے جسم اور صورت کا عقیدہ رکھتے ہیں، آپؑ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ پاک و پاکیزہ ہے۔ اس کی طرح کوئی چیز نہیں ہے وہ نہ جسم رکھتا ہے اور نہ چہرہ۔ (کنزالفوائد: ۲/۳۲)

خدا جسم ہے یا جسم نہیں ہے؟

ابن المتوكل عن محمد العطار عن الأشعري عن محمد

بن عیسٰی عن هشام بن ابراهیم العباسی قال:

قلت له - یعني أبا الحسن علیه السلام : جعلت فداك ، أمرني بعض موالیك أن أسألك عن مسألة.

قال: ومن هو؟

قلت: الحسن بن سهل.

قال: وفي أيّ شئ المسألة؟

قلت: في التوحید.

قال: وأيّ شئ من التوحید؟

قال: یسألك عن الله جسم أو لاجسم؟

فقال لي: إنّ للنّاس في التوحید ثلاثة مذاهب: إثبات بتشبیه ، ومذهب النفي ، ومذهب إثبات بلاتشبیه.

فمذهب الاثبات بتشبیه لا یجوز، ومذهب النفي لا یجوز، والطریق في المذهب الثالث إثبات بلاتشبیه.

ہشام بن ابراہیم عباسی کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوالحسنؑ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے میرے آقا! میں آپؑ پر قربان جاؤں، آپؑ کے بعض دوستوں میں کسی نے مجھے کہا ہے کہ میں اس مسئلہ کے بارے میں آپؑ سے سوال کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کون ہے؟

میں نے عرض کیا: وہ حسن بن سہل ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ مسئلہ کس بارے میں ہے؟

میں نے عرض کیا: توحید کے بارے میں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: توحید کے کس مورد میں سوال ہے؟

میں نے عرض کیا: خدا جسم ہے یا جسم نہیں ہے؟

عباسی کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: لوگ توحید کے بارے میں تین مذہب رکھتے ہیں:

① ایک مذہب اثبات تشبیہ کا قائل ہے۔

② دوسرے وہ ہیں جو بالکل نفی کے قائل ہیں۔

③ تیسرے وہ ہیں جو اثبات بلا تشبیہ کے قائل ہیں۔

جو لوگ اثبات تشبیہ کے قائل ہیں وہ غلط ہیں اور جو نفی کے قائل ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ سچا مذہب تیسرا ہے جو اثبات بلا تشبیہ کے قائل ہیں۔ یعنی خداوند تعالیٰ جسم و جسمانیت سے پاک ہے اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔ (التوحید:۶، بحار: ۳/۳۰۴)

صمدیت کیا ہے؟

حدثنا أبی رحمه الله قال: حدثنا سعد بن عبدالله قال: حدثنا محمد بن عیسٰی عن یونس بن عبدالرحمٰن عن الربیع بن مسلم قال: سمعت أبا الحسن علیه السلام حین سئل عن الصمد.

فقال: الصمد الذی لا جوف له.

ربیع بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ سے کسی آدمی نے صمد کے بارے میں سوال کیا۔

آپؑ نے جواب میں فرمایا: صمد وہ چیز ہے جس کا جوف نہ ہو۔ (معانی الاخبار:۶، بحار: ۳/۲۳۰)

فصل دوم

نبوت و پیغمبری

maablib.org

کیا اللہ کے نبی کو بخیل کہنا جائز ہے؟

حدثنا أحمد بن يحيى المكتب قال: حدثنا أبو الطيب أحمد بن محمد الوراق قال: حدثنا علي بن هارون الحميري قال: حدثنا علي بن محمد بن سليمان النوفلي قال: حدثني أبي عن علي بن يقطين قال:

قالت لأبي الحسن موسى بن جعفر عليه السلام: أيجوز ان يكون نبي الله عزّوجلّ بخيلًا؟

فقال: لا.

فقلت له: فقول سليمان: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ﴾ (سورہ ص:۳۵) ما وجهه؟ وما معناه؟

فقال: الملك ملكان:

ملك مأخوذ بالغلبة والجور واختيار الناس.

وملك مأخوذ من قبل الله تبارك وتعالٰى، كملك آل ابراهيم وملك طالوت وذى القرنين.

فقال سليمانؑ: هب لي ملكاً لا ينبغي لأحد من بعدي أن يقول: إنّه مأخوذ بالغلبة والجور واختيار الناس.

فسخّر الله تبارك وتعالٰى له الريح تجري بأمره رخاء حيث أصاب وجعل غدوّها شهراً ورواحها شهراً، وسخّر الله له الشياطين كلّ بناء وغواص، وعلّم

منطق الطير ومكّن في الارض، فعلم الناس في وقته وبعده أن ملكه لا يشبه ملك الملوك المختارين من قبل الناس والمالكين بالغلبة والجور.

قال: فقلت له: فقول رسول الله ﷺ: «رحم الله أخي سليمان! ما كان أبخله؟»

فقال: لقوله وجهان:

أحدهما ما كان أبخله بعرضه وسوء القول فيه.

والوجه الآخر يقول: ما كان أبخله إن كان أراد ما يذهب إليه الجهّال.

ثمّ قال عليه السلام: قد - والله - أوتينا ما أوتي سليمان وما لم يؤت سليمان وما لم يؤت أحد من العالمين. قال الله عزّوجلّ في قصّة سليمان: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (سورہ ص:۳۹) وقال في قصّة محمّد ﷺ: ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورہ حشر:۷)

علی بن یقطین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا: کیا اللہ کے نبی کو بخیل کہہ سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: حضرت سلیمانؑ اللہ کے نبی تھے پھر انھوں نے یہ دعا کیوں مانگی: ''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو عطا نہ فرمانا''۔ اس دعا سے ان کی مراد کیا تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حکومت کی دو قسمیں ہیں:

① وہ حکومت جو شمشیر کے زور سے حاصل کی جائے یا عوام کے چناؤ سے حاصل ہو۔

② وہ حکومت۔ جو از جانب خدا حاصل ہو، جیسے آل ابراہیمؑ طالوت اور ذوالقرنین کی حکومتیں۔

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا: مجھے وہ حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جناب سلیمانؑ کو جو حکومت ملی تھی نہ تو وہ ازراہِ شمشیر تھی اور نہ ازراہ انتخاب و اختیار تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لیے مسخر فرما دیا۔ وہ ان کے حکم کے تابع تھی۔ آپؑ جہاں چاہتے وہ نرمی کے ساتھ آپؑ کو لے جاتی اور روزانہ دو ماہ کا سفر طے کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو بھی ان کے تابع فرمان بنا دیا تھا۔ وہ آپؑ کے لیے بلند و بالا عمارتیں بناتے اور دریاؤں کی گہرائیوں میں غوطے لگا کر جواہرات نکال لاتے۔ آپؑ کو اللہ نے پرندوں کی زبان کی تعلیم دی تھی۔ اپنی زمین پر حکومت عطا فرمائی تھی۔ یہ حکومت اس انداز کی حکومت تھی۔ ان کے اپنے زمانے کے لوگوں نے اور بعد میں آنے والے تمام لوگوں نے یہ جان لیا تھا کہ ان کی حکومت کے مشابہ نہ ان سے قبل کسی کو حکومت ملی تھی اور نہ بعد میں۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: رسولؐ اللہ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے: ''اللہ تعالیٰ میرے بھائی سلیمانؑ پر رحم فرمائے ان کا بخل کتنا تعجب خیز ہے!''

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس حدیث کی دو توجیہیں ہیں:

پہلی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آبرو اور ناموس کے مقابلے میں بات کی تھی تاکہ کوئی آدمی حضرت سلیمانؑ کی اس دعا سے سوئے استفادہ نہ کر سکے۔ یعنی آپ کا مقصود یہ تھا کہ میرا مقامِ سخاوت یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور حضرت سلیمانؑ کا مقام وہ تھا جو ان کی دعا سے ظاہر ہے۔ یہ معاملہ نبیوں کا ہے کسی اور کو کچھ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

دوسری توجیہہ وہی ہے جو جہال کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ بخیل تھے۔

بعدازیں آپ نے فرمایا: بخدا! جو کچھ جنابِ سلیمانؑ کو دیا گیا ہمیں ان سے بہت زیادہ دیا گیا۔ جو نہ جنابِ سلیمانؑ کو ملا اور نہ کسی دوسرے کو ملا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کی داستان میں فرمایا: ''یہ نعمت اور سلطنت ہماری عطا ہے جس کو چاہو دو اور جس کے لیے نہ چاہو نہ دو''۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پیغمبر تمہیں جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو اور جس سے روکیں رُک جاؤ''۔ (معانی الاخبار: ۳۵۳)

جنابِ آدمؑ کی انگوٹھی کا نقش کیا تھا؟

حدثنا أبي رضي الله عنه قال: حدثنا أحمد بن ادريس عن محمد بن أحمد عن عبدالله بن أحمد عن محمد بن علي الصيرفي عن الحسين بن خالد قال:

قلت: لأبي الحسن موسٰى بن جعفر عليه السلام : ما كان نقش خاتم آدم عليه السلام؟

فقال: ﴿لا إله الا الله، محمّد رسول الله﴾ هبط به آدم معه من الجنّة.

وانّ نوحاً عليه السلام لمّا ركب السفينة أوحى الله عزّوجلّ إليه: يانوح! إن خفت الغرق فهللني ألفاً ، ثمّ سلني

النجاة أنجك من الغرق ومن آمن معك.

قال: فلمّا استوى نوح ومن معه في السفينة وعصفت عليهم الريح،، فلم يأمن نوح من الغرق، فأعجلته الريح فلم يدرك أن يهلك ألفاً، فقال بالسريانية: هلوليا ألفاً ألفاً ياماريا أتقن.

قال: فاستوى القلس واستمرت السفينة.

فقال نوح عليه السلام: انّ كلاماً نجاني الله به من الغرق لحقيق أن لا يفارقني. فنقش في خاتمه: ﴿لا إله الاّ الله ألف مرّة يا ربِّ أصلحني﴾.

وكان نقش خاتم سليمان بن داؤد عليه السلام: ﴿سبحان من ألجم الجن بكلماته﴾.

وانّ إبراهيم عليه السلام لما وضع في المنجنيق غضب جبرئيلُ.

فأوحى الله عزّوجلّ إليه: ياجبرئيل! ما يغضبك؟

قال: ياربِّ! ابراهيم خليلك ليس على وجه الارض أحد يعبدك غيره، سلّطت عليه عدوّك وعدوّه؟!

فأوحى الله إليه: اسكت! فإنّما يعجل العبد الّذي هو مثلك يخاف الفوت، فأمّا أنا فهو عبدي آخذه إذا شئت.

قال: فطابت نفس جبرئيل: ثمّ التفت إلى إبراهيم عليه السلام فقال: هل لك من حاجة؟

فقال: أمّا إليك، فلا.

فاهبط الله عزّوجلّ عندها خاتماً فيه ستّة أحرف:

﴿لا إله إلّا الله، محمّد رسول الله، لاحول ولا قوّة إلّا بالله، فوّضت أمري إلى الله، أسندت ظهري إلى الله، حسبي الله﴾.

قال: فأوحى الله عزّوجلّ إليه بأن تختم بهذا الخاتم، فإنّي أجعل النار عليك برداً وسلاماً.

حسین بن خالد کا بیان ہے میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: حضرت آدمؑ کی انگوٹھی کا نقش کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔

جب آدم علیہ السلام جنت سے اُترے تھے تو اسی نقش کے ساتھ اُترے تھے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی تھی:

"اے نوحؑ! جہاں تمھیں غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے تو وہاں فوراً ایک ہزار بار "لا الٰہ الا اللہ" کا ورد کرو۔ پھر میرے حضور دعا مانگو میں تمھیں اور وہ جو تم پر ایمان لائے ہیں اور جو تیرے ساتھ ہیں سب کو نجات دوں گا"۔

امام علیہ السلام نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی کشتی پر سوار ہوئے تو ان پر زوردار ہوا چل پڑی۔ آپؑ کو خوف ہوا کہ کہیں غرق نہ ہو جائیں تو آپؑ نے فوراً ایک ہزار بار "لا الٰہ الا اللہ" کا ورد فرمایا۔ یہ ورد آپؑ نے اپنی زبان سریانی میں کیا تھا: (هلوليا يامارِيا اتقن)

امام علیہ السلام نے فرمایا پس کشتی کے طناب استوار ہوئے اور کشتی خطرے سے نکل گئی۔

جناب نوحؑ نے فرمایا: اس کلامِ الٰہی کے ورد سے ہمیں نجات ملی ہے بہتر ہے کہ اب اس کلام کو اپنے سے جدا نہ کروں تو آپؑ نے اپنی انگوٹھی پر اس عبارت کو نقش کیا: "لا اله إلّا الله الف مرة يا ربّ اصلحني"۔

حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کی انگوٹھی کا نقش کچھ اس طرح تھا: پاک ہے وہ ذات جس نے ان کلمات کے ذریعے جنوں کو میرے لیے لگام دی۔

جب حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھایا گیا تو جناب جبرئیلؑ غضبناک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: اے جبرئیلؑ! کس چیز نے تجھے غضب ناک کیا تو اُس نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

اے پالنے والے! ابراہیمؑ تیرا خلیل ہے، زمین پر اس جیسا کوئی نہیں ہے، جو تیری بندگی کرتا ہے تو نے اس پر اُس کے اور اپنے دشمن کو مسلط کر دیا ہے؟

جناب جبرئیلؑ کی طرف وحی ہوئی: خاموش ہو جا! تو کیوں اتنا جلدی میں ہے تو بھی تو اُسی کی طرح ہے اور تو اس کی مغلوبیت پر خوف زدہ ہے۔ سب کچھ میں خود ہوں اور وہ میرا عبد ہے۔ جب بھی چاہوں گا تو اُسے بچالوں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وحی خداوندی سے جناب جبرئیلؑ پُرسکون ہو گئے تو اُس وقت جناب ابراہیمؑ کے حضور عرض کیا: اے ابراہیمؑ! کچھ چاہیے (میں حاضر ہوں)۔

جناب ابراہیمؑ نے جواب دیا: ضرورت تو ہے لیکن تجھ سے نہیں!

تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک انگوٹھی بھیجی جس میں چھ جملے لکھے ہوئے تھے:

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، طاقت و قدرت کا سرچشمہ اللہ ہے، میں نے اپنا کام اللہ کے حوالے کر دیا ہے، میرا سہارا اللہ ہے۔ میری کفایت کے لیے صرف اللہ ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی فرمائی۔ اس انگوٹھی کو اپنی انگلی میں پہن، پس میں تم پر آگ کو سرد اور سلامتی والی بنا دوں گا۔ (خصال، ۱/۳۳۵)

کیا حضرت ابو طالبؑ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجت تھے؟

محمد بن يحيى عن سعد بن عبدالله عن جماعة من أصحابنا عن أحمد بن هلال عن أمية بن عليّ القيسي قال: حدثني درست بن أبي منصور أنه سأل أبا الحسن الأول عليه السلام: أكان رسول الله محجوجاً بأبي طالب عليه السلام؟

فقال: لا ، ولكنّه كان مستودعاً للوصايا ، فدفعها إليه صلى الله عليه وآله وسلم.

قال: قلت: فدفع إليه الوصايا على أنّه محجوجه؟

فقال: لو كان محجوجاً به ما دفع إليه الوصية.

قال: فقلت: فما كان حال أبي طالب عليه السلام؟

قال: أقر بالنبي وبما جاء به، ودفع إليه الوصايا ومات من يومه.

درست بن ابی منصور نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے پوچھا: کیا حضرت ابو طالبؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجت تھے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ ان کے پاس انبیاءؑ کی وصیتیں بطور امانت تھیں۔ انھوں نے وہ پیغمبرؐ کے حوالے کیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے امامؑ سے پوچھا: آپؑ نے اُن کے حوالے وصیتیں اس لیے کیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجت تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ حجت ہوتے تو وصیت ان کے حوالے نہ کرتے۔

میں نے عرض کیا: حضرت ابو طالبؑ کا عقیدہ کیا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا تھا اور آپؐ پر جو کچھ نازل ہوا تھا اس کا بھی اقرار کیا تھا اور وصیتیں ان کے حوالے فرمائیں اور اُسی دن اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (کافی: ۱/۴۴۵)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم کیوں تھی؟

حدثنا محمد بن ابراهيم بن اسحاق الطالقاني رضي الله عنه قال: حدثنا أحمد بن محمد بن سعيد الكوفي قال: حدثنا على بن الحسن بن فضال عن أبيه قال:

سألت أبا الحسن عليه السلام فقلت له: لم كنّي النبي صلى الله عليه وآله وسلم بأبي القاسم؟

فقال: لأنّه كان له ابن يقال له: «قاسم»، فكنّي به قال.

فقلت له: يابن رسول الله! فهل تراني أهلًا للزيادة؟

فقال: نعم، أما علمت أنّ رسول الله قال: أنا وعلي أبوا هذه الأمّة؟

قلت: بلى.

قال: أما علمت أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أب لجميع أمته وعلي عليه السلام فيهم بمنزلته؟

فقلت: بلى.

قال: أما علمت أنّ عليًّا عليه السلام قاسم الجنّة والنار؟

قلت: بلى.

قال: فقيل له: أبو القاسم ، لأنه أبو قسيم الجنّة والنار.

فقلت له: وما معنى ذلك؟

فقال: إنّ شفقة النبي ﷺ على أمته شفقة الآباء على الأولاد وأفضل أمته علي عليه السلام ومن بعده شفقة علي عليه السلام عليهم كشفقته ﷺ لأنّه وصيّه وخليفته والامام بعده، فلذلك قال ﷺ : ﴿أنا وعلي أبوا هذه الأمة﴾ وصعد النبي ﷺ المنبر فقال: ﴿من ترك ديناً أو ضياعاً فعلي و إلي ومن ترك مالاً فلورثته﴾، فصار بذلك أولى بهم من آبائهم وأمهاتهم وصار أولى بهم منهم بأنفسهم، وكذلك أمير المؤمنين عليه السلام بعده جرى ذلك له مثل ما جرى لرسول الله ﷺ.

حسن بن فضال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور سوال کیا: پیغمبر اکرم ﷺ کی کنیت ابوالقاسم کیوں تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپؐ کے بیٹے تھے جن کا اسمِ مبارک قاسم تھا اس لیے آپؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔

میں نے عرض کیا: میرے آقا! مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”میں اور علیؑ اس اُمت کے دو باپ ہیں“۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ رسولؐ اللہ پوری اُمت کے باپ ہیں اور امام علی علیہ السلام اس اُمت میں رسولؐ اللہ کے بعد ان کے مقام و منزلت پر ہیں۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو یہ جانتا ہے کہ امام علی علیہ السلام جنت و جہنم کے قاسم ہیں۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "ابوالقاسم" اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ وہ جنت و جہنم کے قاسم کے بھی باپ ہیں۔

میں نے عرض کیا: مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر شفقت و دلسوزی اس طرح تھی جس طرح والدین اپنی اولاد پر شفیق اور مہربان ہوتے ہیں۔ حضرت علیؑ پوری اُمت پر فضیلت رکھتے تھے اس لیے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام علیؑ پر دوسروں کی نسبت بہت زیادہ مہربان اور شفیق تھے۔ اسی صورت میں امام علی علیہ السلام اُمت پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور خلیفہ تھے۔ اس لیے آپؑ نے فرمایا: "میں اور علیؑ اس اُمت کے دو باپ ہیں"۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خطاب فرمایا: جس کسی نے قرض چھوڑا یا اہل و عیال چھوڑی تو اس کا قرض میرے ذمہ ہے اور اس کے اہل و عیال کا ولی میں ہوں۔ اگر کوئی مال چھوڑ جائے تو اس کے ورثاء کا ہے۔

پس اس فرمان کے مطابق آپؐ اپنی امت کے ہر فرد کے والدین پر وہ خود ان پر اولویت رکھتے ہیں، اور اسی طرح امام علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس اُمت کے ہر فرد پر اولویت رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے وصی اور خلیفہ ہیں۔ (علل الشرائع:۱۰۶، حدیث ۱۲۷)

تابوتِ موسیٰ کیا تھا؟

ابن الولید عن الصفار عن ابن هاشم عن ابن مرار عن یونس عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

سألته فقلت: جعلت فداك، ما كان تابوت موسٰی علیہ السلام؟ وکم کان سعته؟

قال: ثلاث أذرع في ذراعين.

قلت: ما کان فیه؟

قال: عصا موسٰی علیہ السلام والسکینة.

قلت: وما السکینة؟

قال: روح الله یتکلّم کانوا اذا اختلفوا فی شیٔ کلّمهم وأخبرهم ببیان ما یریدون.

یونس کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: قربان جاؤں، جنابِ موسیٰ علیہ السلام کا تابوت کیا تھا اور وہ کتنا بڑا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اُس کی لمبائی تین ذرع اور چوڑائی دو ذرع تھی۔

میں نے عرض کیا: اس کے اندر کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں جنابِ موسیٰؑ کا عصا اور سکینہ تھا۔

میں نے عرض کیا: سکینہ کیا چیز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سکینہ روح اللہ تھا۔ جب وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تھے تو وہ گفتگو کرتا تھا اور جو ان کا مقصد ہوتا تھا اس کی خبر دیتا تھا۔ (بحار: ۱۳/۴۴۳، عن معانی الاخبار)

کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ تمام انبیاءؑ کا علم رکھتے تھے؟

محمد بن الحسن عن حمّاد عن ابراهيم بن عبدالحميد عن أبيه عن أبي الحسن الاوّل ؑ قال:

قلت له: جعلت فداك، النبي ﷺ ورث علم النبيين كلّهم؟

قال لي: نعم.

قلت: من لدن آدم إلى أن انتهى إلى نفسه؟

قال: نعم ورثهم النبوّة وما كان في آبائهم من النبوّة والعلم.

قال: ما بعث الله نبياً إلاّ وقد كان محمد ﷺ أعلم منه.

قال: قلت: إنّ عيسى بن مريم ؑ كان يحيي الموتى باذن الله.

قال: صدقت وسليمان بن داود كان يفهم كلام الطير.

قال: وكان رسول الله ﷺ يقدر على هذه المنازل.

فقال: إنّ سليمان بن داود قال لهدهد حين فقده وشكّ في أمره: ﴿مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ﴾ (سورۂ نمل:۲۰) وكانت المردة والريح والنمل والانس والجن والشياطين له طائعين وغضب عليه، فقال: ﴿لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۂ نمل:۲۱) و إنّما غضب عليه لأنّه كان يدله على الماء، فهذا وهو طير قد

أعطي مالم يعط سليمان ، وانّما أراده ليدلّه على الماء.
فهذا لم يعط سليمان وكانت المردة طائعين ولم يكن يعرف الماء تحت الهواء وكانت الطير تعرفه.
انّ الله يقول في كتابه: ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى﴾. (سورۂ رعد:۳۱)

فقد ورثنا نحن هذا القرآن، فعندنا ما تسير به الجبال وتقطع به البلدان ويحيى به الموتى، باذن الله، ونحن نعرف ما تحت الهواء وان كان في كتاب الله لآيات ما يراد بها أمر من الأمور التي أعطاها الله الماضين النبيين والمرسلين الاّ وقد جعله الله ذلك كلّه لنا في أم الكتاب.
إنّ الله تبارك وتعالٰى يقول: ﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۂ نمل:۷۵)
ثم قال عزّوجلّ: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (سورۂ فاطر:۳۲)
فنحن الذين اصطفاه الله، فقد ورثنا علم هذه القرآن الّذى فيه تبيان كلّ شيء.

عبدالحمید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سوال کیا: اے میرے آقا! میں آپؑ پر قربان جاؤں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام پیغمبروں کے علوم رکھتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا: کیا حضرت آدمؑ سے لے کر خود ان کی ذات مبارک سے قبل آنے والے تمام انبیاءؑ کے وارث تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! آپؑ ان سب کی نبوت کے وارث تھے اور جو علوم اور نبوت ان کے آباؤ اجداد کے پاس تھی وہ سب آپؑ کے حوالے کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاءؑ بھیجے ہیں ہمارے پیغمبر ﷺ ان سب سے علم و دانش و حکمت میں عظیم تر تھے۔

میں نے عرض کیا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اذنِ خداوندی سے مُردوں کو زندہ کر لیا کرتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کہا ہے۔

میں نے عرض کیا: جناب سلیمانؑ بن داؤدؑ پرندوں کی بولیاں جانتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، رسولؐ اللہ بھی ان تمام اُمور پر قادر تھے۔

آپؑ نے فرمایا: جس وقت جناب سلیمان نے ھدھد کو اپنے مقام پر نہ پایا تو آپ کو اس کے بارے میں شک ہوا اور فرمایا: میں ھدھد کو نہیں دیکھ رہا، کیا وہ غائب ہو گیا ہے؟

تمام سرکش شیاطین سے لے کر چیونٹیوں تک اور ہوا، جن و انس اور پریاں سب آپؑ کے مطیع تھے۔ حضرت سلیمانؑ ھدھد پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: میں اُسے ضرور سخت ترین سزا دوں گا یا میں اُسے ذبح کر دوں گا مگر یہ کہ میرے پاس کوئی واضح عذر پیش کرے۔

حضرت سلیمانؑ ھدھد پر اس لیے ناراض ہوئے کیونکہ وہ آپؑ کے لیے پانی کے لیے رہبری کرتا تھا۔ پس اس بات میں غور کریں کہ ھدھد ایک پرندہ ہے، اللہ

نے جو چیز اُسے دے رکھی تھی وہ جناب سلیمان پیغمبرؑ کے پاس نہ تھی۔ آپؑ ھدھد سے کہتے تھے کہ جاؤ پانی کی نشان دہی کرو۔

تو اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ سلیمان پیغمبرؑ جس کے سرکش شیاطین بھی تابع تھے پھر بھی ان کو پانی پر اطلاع نہ تھی کہ ہوا کے نیچے کس مقام پر پانی ہے لیکن ایک پرندے کو معلوم تھا کہ پانی کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: ''اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مُردے کلام کرتے...... الخ''۔

جی ہاں! ہم ہی اس قرآن کے وارث ہیں۔ ہم اس قرآن کے ذریعہ سے پہاڑوں کو چلا سکتے ہیں، مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور جو کچھ زیرِ آسماں ہے ہم اُسے جانتے ہیں۔ جو آیات کتاب اللہ میں ہیں اور وہ علوم جو تمام پیغمبرؑ جانتے تھے اور جو کچھ اللہ کی طرف سے ان پر نازل ہوا وہ سب کچھ اللہ نے ہمارے لیے اُم الکتاب میں رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ''اور آسمان اور زمین میں کوئی ایسی پوشیدہ بات نہیں ہے جو کتابِ مبین میں نہ ہو''۔

پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''پھر ہم نے اپنی اس کتاب کا وارث اپنے ان بندوں کو ٹھیرایا جن کو ہم نے مصطفیٰ قرار دیا ہے''۔

پس وہ ہم ہیں جن کو اللہ نے مصطفیٰ قرار دیا ہے۔ پس ہمیں اپنے قرآن کا وارث بنایا جس کے اندر ہر چیز کی وضاحت ہے۔ (بصائر الدرجات:۱۴،۱۵۔ بحارالانوار:۲۶/۱۶۱)

اس بات کا معنیٰ کیا ہے؟

عن أبي بصير عن أبي الحسن علیہ السلام قال: قال:

یا أبا محمد! إنَّ الله أوحى إلى الجبال أنّي مهرق سفينة نوح على جبل منكن في الطوفان.

فتطاولت وشمخت وتواضع جبل عندكم بالموصل يقال له: ﴿الجودي﴾ فمرّت السفينة تدور في الطوفان على الجبال كلّها حتّى انتهت إلى الجودي، فوقعت عليه، فقال نوح علیہ السلام: يا رماتقي يا رماتقي!

قال: قلت له: جعلت فداك، أيّ شيء هذا الكلام؟

فقال: اللهم أصلح، اللهم أصلح.

حضرت ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابومحمد! جب اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے پہاڑوں سے خطاب فرمایا کہ میں کشتی نوحؑ کو تم میں سے کسی ایک پہاڑ پر ٹھہرانا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر تمام پہاڑوں نے اپنے آپ کو پھیلایا اور بلند کیا، لیکن ''جودی'' پہاڑ نے انکساری اور تواضع کو اختیار کیا اور یہ تمہارے شہر موصل کا ایک پہاڑ ہے۔ پس کشتی نے طوفان میں چکر لگایا اور جودی پر آ کر ٹھہر گئی۔ اس موقع پر جنابِ نوحؑ نے سریانی زبان میں فرمایا: یا رما تقی یا رماتقی۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں اس کا کیا معنیٰ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے میرے اللہ! ہماری اصلاح فرما، ہماری اصلاح فرما!!

(تفسیر العیاشی: ۱۱، حدیث ۱۵۰)

فصل سوم

امامت وولایت

maablib.org

اے فرزند رسولؐ! میں خوفزدہ ہوں کہ فلاں آدمی عقیدۂ امامت میں منافق ہے؟

بالاسناد إلی أبی محمد العسکری علیہ السلام قال:

قال رجل من خواص الشیعة لموسٰی بن جعفر علیہ السلام وهو یرتعد بعد ما خلی به:

یابن رسول الله! ما أخوفنی أن یکون فلان بن فلان ینافقك فی إظهاره واعتقاد وصیّتك وامامتك.

فقال موسٰی علیہ السلام: وکیف ذاك؟

قال: لأنّی حضرت معه الیوم فی مجلس فلان رجل من کبار أهل بغداد، فقال له صاحب المجلس: أنت تزعم أنّ موسٰی بن جعفر امام دون هذا الخلیفة القاعد علی سریره؟

قال له صاحبك هذا: ما أقول هذا، بل أزعم أنّ موسٰی بن جعفر غیر امام، وان لم أکن أعتقد أنّه غیر امام فعلیّ وعلی من لم یعتقد ذٰلك لعنة الله والملائکة والناس أجمعین.

قال له صاحب المجلس: جزاك الله خیراً، وألعن من وشی بك.

فقال له موسٰی بن جعفر علیہ السلام: لیس کما ظننت، ولکن صاحبك أفقه منك، إنّما قال: موسٰی غیر امام، أی

اَنّ الّذی ھو غیر امام ، فموسٰی غیر، فھو اذا امام فَاِنّما أثبت بقوله: ﴿ھذا﴾ امامتی ونفی امامة غیری.

یاعبداللّٰہ! متی یزول عنك ھذا الّذی ظننته بأخیك، ھذا من النفاق، تب اِلی اللّٰہ.

ففھم الرجل ما قاله واغتمّ. قال: یابن رسول اللّٰہ! مالی مال فارضیه به، ولکن قد وھبت له شطر عملی کلّه من تعبّدی وصلاتی علیکم أھل البیت، ومن لعنتی لأعدائکم.

قال موسٰی علیہ السلام الآن خرجت من النار.

روایات میں آیا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

ہمارے مکتب کا ایک مشہور و معروف آدمی حیرانی و پریشانی کے عالم میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

اُس نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! میں پریشان ہوں کہ آپؑ کے مصاحب میں سے فلاں آدمی عقیدۂ امامت و وصایت میں منافق ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیسے؟

اُس نے کہا: میں بغداد میں تھا۔ اس دوران اس مجلس میں حاضر ہوا جس میں بغداد کے بڑے لوگ اکٹھے تھے۔ وہ آدمی بھی اس مجلس میں تھا۔ صاحبِ مجلس نے اس آدمی سے کہا: تیرا کیا خیال ہے کہ تو امام موسیٰ کاظمؑ کو امام سمجھتا ہے؟ یا وہ جو وقت کا حاکم ہے اور تختِ حکومت پر ہے وہ امام ہے؟

اس نے کہا: نہیں میرا یہ خیال نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ

امام نہیں ہیں۔ اگر میرا یہ عقیدہ ہو کہ "وہ" امام نہیں ہے پس مجھ پر اور اُس پر جو یہ عقیدہ نہیں رکھتے اللہ اور اُس کے فرشتوں کی لعنت ہو"۔

صاحب مجلس نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جیسا تو نے خیال کیا ہے یہ بات نہیں ہے۔ تیرا ساتھی تجھ سے فہم وعلم میں زیادہ ہے۔

اُس نے کہا: موسیٰؑ امام نہیں ہے، یعنی جو شخص تیرے نزدیک امام ہے "موسیٰ بن جعفرؑ"۔ اس کا غیر ہیں جو ان کا غیر ہے وہ امام نہیں ہے اور موسیٰ بن جعفرؑ امام ہیں۔ اس نے اس طریقے سے میری امامت کو ثابت کیا ہے اور میرے غیر کی امامت کی نفی کی ہے۔

اے عبدِ خدا! جہاں کہیں کوئی تیرا بھائی اس طرح کا انداز اپنائے تو وہ منافق نہیں ہے۔ اب اس معاملے میں اللہ سے معافی مانگو۔ یہ سن کر اُسے معاملے کی سمجھ آئی اور اُس کی پریشانی دُور ہوئی اور عرض کیا:

اے فرزندِ رسولؐ! میرے پاس مال نہیں ہے جو اسے پیش کروں اور اس کی رضایت حاصل کروں، لیکن اپنی عبادت کا کچھ حصّہ اور جو درود اہلِ بیت رسولؐ پر پڑھا ہے اور آپؐ کے دشمنوں پر نفرین کی ہے وہ اس کی طرف ہدیہ کرتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اب تم جہنّم کی آگ سے دُور ہو گئے ہو۔ (الاحتجاج: ۲۱۴، بحار: ۲/۷۷/۱۹۵)

معرفت کیا ہے؟

عن محمد بن فلان الواقفي، قال:

كان لي ابن عم يقال له: الحسن بن عبدالله ، وكان زاهداً ، وكان من أعبد أهل زمانه، وكان يلقاه

السلطان ، وربما استقبل السلطان بالكلام الصعب يعظه ويأمر بالمعروف، وكان السلطان يحتمل له ذلك لصلاحه.

فلم يزل هذه حاله حتّى كان يوماً دخل أبو الحسن موسى عليه السلام المسجد ، فرآه فدنا إليه، ثمّ قال له: يا أبا علي! ما أحب إلى ما أنت فيه وأسرني بك، إلاّ أنّه ليست بك معرفة، فاذهب فاطلب المعرفة!

قال: جعلت فداك! وما المعرفة؟

قال له : اذهب وتفقّه واطلب الحديث!

قال: عمّن؟

قال: عن مالك بن أنس وعن فقهاء أهل المدينة. ثمّ أعرض الحديث علي.

قال: فذهب فتكلّم معهم ، ثمّ جاءه فقرأه عليه، فأسقطه كلّه.

ثمّ قال له: اذهب واطلب المعرفة!

وكان الرجل معنياً بدينه، فلم يزل يترصّد أبا الحسن عليه السلام حتّى خرج إلى ضيعة له فتبعه ولحقه في الطريق، فقال له: جعلت فداك، انّي أحتج عليك بين يدي الله، فدلّني على المعرفة!

قال: فأخبره بأمير المؤمنين عليه السلام وقال له: كان أمير المؤمنين عليه السلام بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وأخبره بأمر أبي

بكر وعمر.

فقبل منه. ثمّ قال: فمن كان بعد أمير المؤمنين؟

قال: الحسن، ثمّ الحسين، حتّى انتهى إلى نفسه عليه السلام، ثمّ سكت.

قال: جعلت فداك، فمن هو اليوم؟

قال: إن أخبرتك تقبل؟

قال: بلى جعلت فداك.

فقال: أنا هو.

قال: جعلت فداك، فشيء أستدلّ به.

قال: اذهب إلى تلك الشجرة – وأشار إلى أمّ غيلان – فقل لها: يقول لك موسى بن جعفر: أقبلي!

قال: فأتيتها، قال: فرأيتها والله تجبّ الأرض جبوباً حتّى وقفت بين يديه، ثمّ أشار إليها فرجعت.

قال: فأقرّ به، ثمّ لزم السكوت، فكان لا يراه أحد يتكلّم بعد ذلك. وكان من قبل ذلك يرى الرؤيا الحسنة وترى له، ثمّ انقطعت عنه الرؤيا، فرأى ليلة أبا عبدالله عليه السلام فيما يرى النائم فشكى إليه انقطاع الرؤيا.

فقال: لا تغتمّ فإنّ المؤمن إذا رسخ في الايمان رفع عنه الرؤيا.

محمد بن فلان واقفی کہتے ہیں: میرے ایک چچازاد بھائی تھے۔ ان کا نام حسن بن عبداللہ تھا۔ وہ ایک نیک، صالح اور عبادت گزار آدمی تھے۔ ان کی عبادت و بندگی

کا دُور دُور تک شہرہ تھا۔ وہ کبھی کبھار بادشاہ کی ملاقات کو جاتے اور اُسے وعظ و نصیحت کرتے اور بعض اوقات سخت اور تیز و تند الفاظ بھی استعمال کر جاتے لیکن بادشاہ ان کے تقویٰ کی وجہ سے ہر چیز برداشت کر جاتا۔ اس طریقے سے وہ زندگی بسر کر رہے تھے کہ ان کی ملاقات ایک دن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ہوئی۔ آپؑ مسجد میں تشریف لائے کہ آپؑ کی نگاہ اس پر پڑی اور اس کے قریب ہو کر فرمایا:

اے ابوعلی! جس حال میں تم ہو، میں اس سے بہت زیادہ خوش ہوں لیکن آپ معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ جاؤ معرفت حاصل کرو۔

اُس نے عرض کیا: قربان جاؤں معرفت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جاؤ علمِ دین سیکھو اور علمِ حدیث پڑھو۔

اُس نے عرض کیا: کس سے پڑھوں؟

آپؑ نے فرمایا: مالک بن انس اور مدینہ کے فقہاء سے پڑھو اور جو کچھ پڑھو وہ میرے سامنے بیان کرو۔

یہ سن کر وہ آدمی علماء کے پاس گیا اور ان سے علم سیکھا۔ جب سیکھ لیا تو امامؑ کی بارگاہ میں پیش کر دیا تو جب امامؑ نے سنا تو اس کے حاصل کردہ علم کو باطل ٹھہرایا اور فرمایا: جاؤ معرفت حاصل کرو۔

اُس آدمی کو اپنے دین کی سخت فکر ہوئی کہ وہ کہاں ہے اور کس منزل پر ہے اور کس طرف جا رہا ہے؟ آخر وہ اس انتظار میں رہا کہ وہ امامؑ سے ملاقات کرے اور ان سے دین سیکھے۔ ایک دن وہ اپنے باغ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اس کی امامؑ سے ملاقات ہو گئی اور آپؑ کے حضور عرض کیا:

مولاؑ! قربان جاؤں میں بارگاہِ خداوندی میں آپ کی ذاتِ والاصفات پر احتجاج کروں گا، میری رہنمائی فرمائیں کہ معرفت کیا ہے؟

امامؑ نے جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مقام ومنزلت کی توضیح فرمائی اور جو لوگ ان کے حقوق کے غاصب تھے ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ اُس آدمی نے آپ کی ان تعلیمات کو قبول کیا اور پوچھا: جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کے بعد کون دین کے رہبر تھے؟

آپؑ نے فرمایا: امام حسنؑ تھے اور ان کے بعد آنے والے تمام آئمہ کا نام لیا جب خود امامؑ کے اپنے نام کی منزل آئی تو آپؑ نے سکوت فرمایا۔

اُس آدمی نے عرض کیا: قربان جاؤں ہمارے زمانے کا امام کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر بتاؤں تو کیا قبول کرو گے؟

اُس نے عرض کیا: جی ہاں! میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا: اس زمانے کا امام میں ہوں۔

اُس نے کہا: قربان جاؤں کوئی دلیل فرمایئے جس سے مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ واقعی امام ہیں؟

امامؑ نے اشارہ فرمایا: اس درخت ''اُم غیلان'' کے پاس جاؤ اور اُسے کہو: ''تمھیں موسیٰ بن جعفر حکم دے رہے ہیں: اِدھر آؤ''۔

وہ کہتا ہے کہ میں اُس درخت کے پاس گیا اور امامؑ کا پیغام پہنچایا۔ بخدا میں نے دیکھا اُس درخت نے زمین کو چیرتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا۔ آخر امامؑ کے آگے آکر ٹھہر گیا۔ پھر امامؑ نے جب اشارہ فرمایا تو واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

اس نے یہ منظر ومعجزہ دیکھ کر آپ کی امامت کا اقرار کیا۔ پھر وہ آدمی خاموش ہو گیا اور کسی نے اُسے گفتگو کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ اس واقعہ سے پہلے وہ اکثر خوبصورت خواب دیکھا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد اس کے خوابوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ایک رات اُس نے امام صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو آپؑ کے حضور اُس

نے اپنے خوابوں کے انقطاع کی شکایت کی تو امامؑ نے فرمایا:

پریشان مت ہو! جس وقت مومن کا ایمان محکم ہوتا ہے تو اس پر خوابوں کا سلسلہ موقوف کر دیا جاتا ہے۔

کیا کوئی ایسا ہے کہ میں جس کے حوالے اپنا دین کروں اور وہ میری رہنمائی کرے؟

الكليني ، عن الحسين بن محمد ، عن المعلى ، عن أحمد بن محمد بن عبيد الله، عن الحسن بن أبي عمير ، عن محمد بن اسحاق بن عمار قال:

قلت لأبي الحسن الأوّل عليه السلام : ألا تدلّني على من آخذ منه ديني؟

فقال: هذا ابني علي ، إنّ أبي أخذ بيدي فأدخلني إلى قبر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال: يابني! إنّ الله قال: ﴿إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ﴾ و انّ الله إذا قال قولاً وفي به.

محمد بن اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا کوئی شخص ایسا ہے کہ میں جس کے حوالے اپنا دین کروں اور وہ میری رہنمائی کرے؟

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! وہ یہ میرے بیٹے علیؑ ہیں۔

میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر لے آئے اور مجھے فرمایا تھا: اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''ہم نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے''۔

یہ حقیقت ہے جب خداوند تعالیٰ کسی امر کے بارے میں فرما دیتا ہے تو اُس کو پورا بھی کرتا ہے۔ (الکافی: ۳۱۲/۱، ارشاد المفید: ۲۸۵)

جب ہماری آنکھیں آپؑ کا دیدار نہ کرسکیں تو اُس وقت ہمارا امامؑ کون ہوگا؟

أبي عن الحسن بن عبدالله بن محمد بن عيسىٰ، عن أبيه، عن الخشاب عن محمد بن الأصبغ ، عن أحمد بن الحسن الميثمي وكان واقفياً قال: حدثني محمد بن اسماعيل بن الفضل الهاشمي قال:

دخلت على أبي الحسن موسىٰ بن جعفر علیہ السلام وقد اشتكى شكاية شديدة، وقلت له: إن كان ما أسأل الله أن لا يريناه فالي من؟

قال: إلى علي ابني، وكتابه كتابي ، وهو وصيّي وخليفتي من بعدي.

محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کہتے ہیں: میں نے ایک دن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور میں شرف حاضری حاصل کیا۔ اس وقت آپؑ صاحب فراش تھے، سخت علیل تھے۔

میں نے عرض کیا: خداوند تعالیٰ ایسا نہ کرے، ایسا نہ کرے اگر کچھ ہو جائے تو ہمارا امام کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے فرزند علیؑ امام ہیں۔ ان کی کتاب میری کتاب ہے، وہ میرے وصی اور جانشین ہیں اور میرے بعد امام ہیں۔ (عیون اخبار الرضا: ۲۰/۱ و بحار: ۱۵/۴۹)

آپؑ کے بعد امام کون ہے؟

داؤد الرقی قال: قلت لأبی ابراهیم علیہ السلام: جعلت فداك، قد كبر سنّي فحدّثني من الامام بعدك؟

قال: فأشار إلى أبی الحسن الرضا علیہ السلام وقال: هذا صاحبكم من بعدی.

داؤد رقی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں میں اب بڑھاپے کی منزل پر پہنچ چکا ہوں، آپ کے بعد امام کون ہے؟

داؤد کہتے ہیں کہ امامؑ نے امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا: میرے بعد آپؑ کے امام یہ ہیں۔ (عیون اخبار الرضا: ۱/۲۳، الارشاد: ۲۸۵، الکافی ۱/۳۱۲، بحار: ۴۹/۱۵)

ابن الولید، عن الصفار، عن ابن عیسٰی، عن الحجال والبزنطی معاً عن أبی علی الخزاز، عن داود الرقی قال: قلت لأبی ابراهیم علیہ السلام: انّی قد كبرت وخفت أن يحدث بی حدث ولا ألقاك فأخبرنی من الامام بعدك؟

فقال: ابنی علی.

داؤد رقی کا بیان ہے، میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے پوچھا: میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں، مجھے خوف ہے کہ مجھے کچھ ہو جائے اور میں آپؑ کے حضور نہ پہنچ سکوں آپؑ فرمائیں آپؑ کے بعد امامِ اُمت کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے فرزند علیؑ امامِ اُمت ہیں۔ (الکافی: ۱/۳۱۲)

أحمد بن مهران عن محمد بن عليّ عن أبي عليّ الخزاز عن داود عن سليمان قال: قلت لأبي إبراهيم عليه السلام : إنّي أخاف أن يحدث حدث ولا ألقاك فأخبرني من الامام بعدك؟

فقال : ابني فلان ، يعني أبا الحسن عليه السلام.

داؤد بن سلیمان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا: مجھے خوف ہے کہ میں نہ رہوں اور اس دنیا سے چلا جاؤں اور آپؑ کے حضور دوبارہ حاضر نہ ہوسکوں، آپؑ یہ فرمائیں آپؑ کے بعد امام اُمت کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میرے فلاں بیٹے یعنی ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام۔ (المصدر: ۱/۳۱۳)

آپؑ کے بعد لوگوں پر حجت کون ہے؟

الهمداني ، عن علي ، عن أبيه ، عن محمد البرقي، عن سليمان المروزي قال:

دخلت على أبي الحسن موسى بن جعفر عليه السلام وأنا أريد أسأله عن الحجّة على الناس بعده، فابتدأني وقال:

ياسليمان! انّ عليًّا ابني ووصيّي والحجة على الناس بعدي ، وهو أفضل ولدي، فان بقيت بعدي فاشهد له بذلك عند شيعتني وأهل ولايتي والمستخبرين عن خليفتي من بعدي.

سلیمان مروزی کہتے ہیں: میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچا تا کہ آپؑ سے یہ پوچھوں کہ آپؑ کے بعد حجتِ خدا کون ہے؟

آپؑ نے میرے سوال سے قبل فرمایا: اے سلیمان! میرے بیٹے علیؑ میرے جانشین ہیں اور لوگوں پر حجتِ خدا ہیں اور وہ میری اولاد میں سے سب سے زیادہ فضیلت کے مالک ہیں۔ اگر تم میرے بعد زندہ رہو تو میرے پیروکاروں اور دوستوں کو یہ پیغام دے دینا اور جو میرے بعد جو شخص امامؑ کا متلاشی ہو تو اُسے اس امر کی گواہی دینا۔ (المصدر: ص ۳۶)

میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے دوزخ سے رہائی کا پروانہ دیجیے

أحمد بن مهران عن محمد بن عليّ عن محمد بن سنان واسماعيل بن عباد القصري جميعاً عن داود الرقي قال:

قلت لأبي إبراهيم عليه السلام : جعلت فداك ، إنّي قد كبر سنّي فخذ بيدي من النّار!

قال : فأشار إلى ابنه أبي الحسن عليه السلام فقال: هذا صاحبكم من بعدي.

داؤد رقی کہتے ہیں، میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں، میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ مجھے جہنم سے رہائی عنایت فرمائیں۔ آپؑ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے فرزند ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا کہ میرے بعد آپؑ کے امام یہ ہیں۔ (الکافی: ۱/۳۱۲)

کیا آپؑ کے بعد وہ صاحب الامر ہیں؟

أبي ، عن سعد ، عن البرقي، عن أبيه ، عن عبدالله بن عبدالرحمٰن عن المفضّل بن عمر قال:

دخلت علی أبی الحسن موسٰی بن جعفر علیہ السلام وعلی ابنه علیہ السلام فی حجرہ وھو یقبّله ویمصّ لسانه ، ویضعه علی عاتقه ویضمه إلیه ویقول: بأبی أنت ما أطیب ریحك وأطھر خلقك وأبین فضلك؟

قلت: جعلت فداك، لقد وقع فی قلبی لھذا الغلام من المودّة ما لم یقع لأحد إلّا لك!

فقال لی: یا مفضّل! ھو منّی بمنزلتی من أبی علیہ السلام ﴿ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (سورۂ آل عمران:۳۴)

قال: قلت: ھو صاحب الأمر من بعدك؟

قال: نعم ، من أطاعه رشد وما عصاہ کفر.

مفضل بن عمر کہتے ہیں: ایک دفعہ جب مجھے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو اُس وقت آپؑ کے فرزند علی رضاؑ آپؑ کی گود مبارک میں تھے اور آپؑ کبھی ان کے بوسے لیتے تھے اور کبھی ان کی زبان چوستے تھے اور کبھی انھیں اپنے کندھے پر بٹھاتے تھے اور کبھی اُنھیں اپنے سینے سے چپاں کر دیتے اور ساتھ ہی یہ فرماتے جاتے تھے:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں، تمھاری خوشبو کتنی سکون آور اور پیاری وشیریں ہے، تمھاری خلقت کتنی پاک و پاکیزہ ہے، تمھارے فضائل نے ہست و بود کو کس قدر اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

اس خوبصورت و دلکش اور روح پرور منظر کا نظارہ کرتے ہوئے میں نے امامؑ کی بارگاہ میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، اس ملکوتی نظام کے دیکھنے کے بعد

میرے قلب و جان کی گہرائیوں میں آپؑ کی محبت کے بعد اس شہزادے کی محبت رچ بس گئی ہے۔اب اس کائنات میں اگر کوئی میری محبتوں کا مرکز ومحور ہے تو وہ آپؑ کے بعد یہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اے مفضل! ان کا مقام و مرتبہ میرے نزدیک میرے والد بزرگوار جیسا ہے۔کیا آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ہے:

"(یہ سب ایک دوسرے کی اولاد تھے) اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ (سورۂ آل عمران:۳۴)

میں نے عرض کیا: کیا یہ آپؑ کے بعد صاحب الامر ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جس کسی نے اطاعت کی تو نجات پا گیا اور جس نے معصیت کی تو کافر ہوا۔ (عیون اخبار الرضاؑ: ۱/۳۲، بحار الانوار: ۴۹/۲۱)

مجھے اپنے بعد والے امامؑ سے آگاہی دیجیے جس طرح آپؑ کے والد بزرگوار نے آپؑ کی خبر دی تھی

أبي وابن الوليد وابن المتوكل والعطار وما جيلويه جميعاً عن محمد العطار، عن الأشعري ، عن عبدالله بن محمد الشامي ، عن الخشاب، عن ابن أسباط ، عن الحسين مولى أبي عبدالله ، عن أبي الحكم، عن عبدالله بن ابراهيم الجعفري ، عن يزيد بن سليط الزيدي قال:

لقيت موسى بن جعفر عليه السلام فقلت : أخبرني عن الامام بعدك بمثل ما أخبر به أبوك.

قال: فقال : كان أبي في زمن ليس هذا مثله.

قال يزيد: فقلت: من يرض منكم بهذا فعليه لعنة الله.

قال: فضحك ، ثمّ قال: أخبرك يا أبا عمارة! انّي خرجت من منزلي فأوصيت في الظّاهر إلى بَنيَّ وأشركتهم مع عليٍّ ابني وأفردته بوصيّتي في الباطن، ولقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في المنام وأمير المؤمنين عليه السلام معه ومعه خاتمٌ وسيفٌ وعصاً وكتابٌ وعمامةٌ.

فقلت له: ما هذا؟

فقال: امّا العمامة فسلطان الله عزّوجلّ.

وأمّا السّيف فعزّة الله عزّوجلّ.

وأمّا الكتاب فنور الله عزّوجلّ.

وأمّا العصا فقوّة الله عزّوجلّ.

وأمّا الخاتم فجامع هذه الأمور.

ثمّ قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم والأمر يخرج إلى عليٍّ ابنك.

قال: ثمّ قال: يايزيد! إنّها وديعةٌ عندك فلا تخبر بها إلاّ عاقلاً، أو عبداً متحن الله قلبه للايمان، أو صادقاً ولا تكفر نعم الله تعالى ، و إن سئلت عن الشّهادة فأدّها فإنّ الله تبارك وتعالى يقول: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ إِلٰى اَهْلِهَا﴾. (سورۂ نساء:۵۸)

وقال عزّوجلّ: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ

مِنَ اللّٰهِ﴾. (سورۂ بقرہ:۱۴۰)
فقلت: واللّٰه ما كنت لأفعل هذا أبداً.
قال: ثمّ قال أبو الحسن علیہ السلام: ثمّ وصفه لي رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال. عليٌّ ابنك الّذي ينظر بنور اللّٰه ويسمع بتفهيمه. وينطق بحكمته يصيب ولا يخطئ ويعلم ولا يجهل قد ملئ حلماً وعلماً وما أقلّ مقامك معه إنّما هو شيءٌ كأن لم يكن، فاذا رجعت من سفرك فأصلح أمرك وافرغ ممّا أردت فإنّك منتقلٌ عنه ومجاورٌ غيره، فاجمع ولدك وأشهد اللّٰه عليهم جميعاً وكفٰى باللّٰه شهيداً.
ثمّ قال: يايزيد! إنّي أوخذ في هذه السّنة وعليٌّ ابني سميُّ عليّ بن أبي طالب علیہ السلام وسميُّ عَليّ بن الحسين علیہ السلام أعطي فهم الأوّل وعلمه وبصره ورداءه وليس له أن يتكلّم الا بعد هارون بأربع سنين، فاذا مضت أربع سنين فسله عمّا شئت يجبك إن شاء اللّٰه تعالٰى.

یزید بن سلیط زیدی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے حضور پہنچا اور عرض کیا: مجھے اپنے بعد والے امامؑ کی خبر دیجیے جس طرح آپؑ کے والد بزرگوار نے آپؑ کی امامت کی خبر دی تھی۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: جس زمانے میں میرے والد زندگی بسر کر رہے تھے وہ زمانہ کچھ اور تھا اور ہمارا زمانہ کچھ اور ہے۔

میں نے عرض کیا: مولائے من! جو شخص آپؑ کی اس بات پر راضی ہوجائے تو

اُس پر خدا کی لعنت ہو!!

میری بات سن کر آپؑ ہنس پڑے اور فرمایا: اے ابوعمارہ! میں تمھیں یہ بتاؤں کہ اب جب میں اپنے گھر سے باہر آیا ہوں تو میں نے اپنی تمام اولاد کو اور ان سب کے ساتھ اپنے بیٹے علی رضاؑ کو بھی شریک کر کے وصیت کی لیکن میں نے اپنے بیٹے علی رضاؑ کی وصایت کو خفیہ رکھا ہے اُسے ظاہر نہیں کیا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا امیرالمومنین امام علی علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپؐ کے پاس انگوٹھی، شمشیر، عصا، کتاب اور عمامہ تھا۔

میں نے پوچھا: یہ تمام چیزیں کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا:

—— عمامہ اللہ کی سلطنت ہے۔

—— تلوار اللہ کی عزت ہے۔

—— عصا اللہ کی قدرت ہے۔

—— انگوٹھی ان تمام عزتوں کی جامع ہے۔

بعدازیں فرمایا: آپؑ کے بعد امام اُمت آپؑ کے فرزند علیؑ ہوں گے۔

امام علیہ السلام نے یزید بن سلیط سے فرمایا: میں نے جو کچھ تجھے بتایا ہے۔ یہ میری طرف سے تمھارے پاس امانت ہے۔ اس راز پر ان لوگوں کو مطلع کرنا جو مومن عاقل ہو یا وہ آدمی جس کا اللہ نے امتحان لے لیا ہے، یا ایسا آدمی جو راست گو اور نیک اعمال ہو۔ بصورتِ دیگر کفرانِ نعمت کرے گا۔ اگر اس امر پر تم سے شہادت طلب کی جائے تو شہادت سے انکار نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو"۔ (سورۂ نساء: ۵۸)

ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

''اُس سے زیادہ ظالم کون ہوگا کہ جو کسی گواہی کو جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے اُسے چھپائے''۔ (سورۂ بقرہ: ۱۴۰)

یہ سن کر میں نے عرض کیا: آپؑ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بیٹے کی میرے لیے توصیف فرمائی کہ آپ کا بیٹا اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور الٰہی تفہیم سے سنتا ہے اور اس کی عطا کردہ حکمت سے بولتا ہے۔ وہ دانا و بینا ہے، وہ علم و حکمت و بردباری کا خزینہ ہے۔ آپ ان سے بہت جلد جدا ہو جانے والے ہیں۔ جب آپ سفر سے واپس لوٹیں اپنے تمام اُمور کی اصلاح کر لیجیے۔ آپ ان سے رخصت ہو جانے والے ہیں اور دوسرے مقام کی طرف جانے والے ہیں۔ اپنی تمام اولاد کو جمع کرو اور اللہ کو ان پر گواہ ٹھہراؤ، شہادت کے اعتبار سے وہ کافی ہے۔

اے یزید! اسی سال مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔ میرا بیٹا علیؑ امام علی بن ابی طالبؑ اور امام علی بن حسینؑ کے ہم نام ہے۔ اُنھیں امام علی بن ابی طالبؑ کا علم وفہم اور اخلاق عطا کیا گیا ہے اور انھیں اجازت نہیں ہے کہ وہ کوئی بات کریں۔ ہاں اُس وقت انھیں بات کرنے کی اجازت ہوگی۔ جب ہارون رشید کو مرے ہوئے چار سال ہو جائیں گے پھر جو چاہو اُن سے پوچھو۔ ان شاء اللہ وہ آپ کے ہر سوال کا جواب دیں گے۔ (بحارالانوار: ۳۹/۱۱)

امیرالمومنینؑ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟

عن ابن أبی عمیر قال: قلت لأبی الحسن موسیٰ علیہ السلام: أخبرنی عن تختم أمیر المؤمنین علیہ السلام بیمینه لأی شیٔ کان؟

فقال: إنّما كان يتختّم بيمينه لأنّه إمام أصحاب اليمين بعد رسول الله ﷺ وقد مدح الله عزّوجلّ أصحاب اليمين وذمّ أصحاب الشمال، وقد كان رسول الله ﷺ يتختّم بيمينه، وهو علامة لشيعتنا، يعرفون به وبالمحافظة على أوقات الصلاة، و ايتاء الزكوٰة، ومواساة الاخوان، والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر.

مناقب ابن شهرآشوب: عن ابن أبي عمير مثله.

محمد بن ابی عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سوال کیا: جناب امیرؑ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جناب امیر علیہ السلام اس لیے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے کیونکہ آپؑ بعداز رسولؐ اللہ امامؑ تھے اور اصحاب یمین کے رہبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ یمین کی تعریف کی ہے اور اصحابِ شمال کی سرزنش فرمائی ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ بھی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور یہ ہمارے پیروکاروں کی علامات میں سے ہے۔ وہ اوقاتِ نماز کی محافظت کرتے ہیں، وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اپنے ایمانی بھائیوں سے مواسات کرتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ (الیقین فی امرۃ امیر المومنین/۴۸)

مناقب ابن شہرآشوب میں یہ روایت موجود ہے اور اس کے راوی ابن ابی عمیر ہیں۔(بحار:۴۲/ ۶۸، ۶۹)

جناب امیر المومنینؑ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ فیروزہ تھا، اس پر نقش ”اللہ الملک“ کندہ تھا

علی بن محمد بن بندار ، عن ابراهیم بن اسحاق الأحمر، عن الحسن ابن سهل، عن الحسن بن علی بن مهران قال:

دخلت علی أبی الحسن موسیٰ علیہ السلام وفی إصبعه خاتم فصّه فیروزج، نقشه: ﴿الله الملك﴾ فأدمت النظر إلیه.

فقال لی: مالك تدیم النظر إلیه؟

فقلت: بلغنی أنه کان لعلی أمیر المؤمنین علیہ السلام خاتم فصّه فیروزج، نقشه: ﴿الله الملك﴾.

فقال: أتعرفه؟

فقلت: لا.

قال: هذا هو، تدری ما سببه؟

قلت: لا.

قال: هذا حجر أهداه جبرئیل إلی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فوهبه رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لأمیر المؤمنین علیہ السلام ، أتدری ما اسمه؟

قلت: فیروزج.

قال: هذا بالفارسیة ، فما اسمه بالعربیة؟

قلت: لا أدری.

قال: اسمه الظفر.

حسن بن علی بن مہران کہتے ہیں، میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے "دستِ مبارک میں فیروزہ کی انگوٹھی دیکھی جس پر "اللہ الملک" کندہ تھا۔ میری نگاہ اس انگوٹھی پر ٹھہر گئی۔ جب آپؑ نے محسوس کیا تو فرمایا: اس قدر کیوں دیکھ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: میں نے سنا ہے کہ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی فیروزہ کی انگوٹھی تھی اور اس کا نقش "اللہ الملک" تھا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو اُسے پہچانتا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ وہی انگوٹھی ہے کیا تو اس "نقش" کے بارے میں جانتا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ پتھر ہے جو جناب جبرئیلؑ بہشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطور ہدیہ لائے تھے۔ جناب رسولؐ اللہ نے یہ پتھر جناب امیر المومنینؑ کو عطا فرمایا تھا۔

آپؑ نے فرمایا کیا تو اس کی جنس سے واقف ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! یہ فیروزہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تو اس کا فارسی نام ہے۔ اس کے عربی نام کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا عربی میں نام "ظفر" ہے۔ (الکافی: ۶/۴۷۲، بحارالانوار: ۴۲/۶۸ و ۶۹)

میں نے آپؑ کے والد بزرگوار سے پوچھا: آپؑ کے جانشین کون ہیں؟

الصدوق رحمه الله: أبي، عن سعد، عن ابن عيسى، عن الحجّال، عن سعيد بن أبي الجهم، عن نصر بن

قابوس قال:

قلت لأبی ابراهیم موسٰی بن جعفر علیہ السلام : انّی سألت أباك علیہ السلام : من الّذی یکون بعدك؟ فأخبرنی أنّك أنت هو، فلمّا توفی أبو عبدالله علیہ السلام ذهب الناس یمیناً وشمالاً وقلت أنا وأصحابی بك، فأخبرنی من الّذی یکون بعدك؟

قال: ابنی علی علیہ السلام.

نصر بن قابوس کہتے ہیں، میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں نے آپؑ کے والد بزرگوار سے پوچھا آپؑ کے جانشین کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے آپؑ کے بارے میں فرمایا تھا: جس وقت امام صادق علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہوئے تو کچھ لوگ دائیں طرف اور کچھ لوگ بائیں طرف ازراہِ انحراف چلتے بنے لیکن میں اور میرے دوست آپؑ کی امامت پر قائم رہے۔ اب آپؑ بتائیں آپؑ کے بعد امام کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد میرے بیٹے علی رضاؑ امام ہیں۔ (المصدر: ۱/۳۱، بحارالانوار: ۴۸/۲۳ و ۲۴)

علمِ امامؑ ان کے جانشین کی طرف کب منتقل ہوتا ہے؟

أبو محمد عن عمران بن موسٰی عن أبی عبدالله الرازی عن أحمد بن محمد عن الحسین بن عمر بن یزید عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

قلت له: إنّ أبی حدّثنی عن جدّك أنّه سأله عن الامام متی یفضی إلیه علم صاحبه؟

فقال: في الساعة التي يقبض فيها يصير علم صاحبه.

فقال: هو أو ماشاء الله يورث كتباً ولا يوكل إلى نفسه ويزاد في الليل والنهار.

فقلت له: عندك تلك الكتب وذلك الميراث؟

فقال: إي والله أنظر فيها.

حسین بن عمر بن یزید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسین علیہ السلام سے پوچھا: میرے والد نے آپؑ کے جد بزرگوار کی حدیث مجھے بتائی تھی۔ وہ حدیث تھی کہ امامؑ سے سوال کیا گیا تھا کہ امامؑ کا علم اس کے جانشین کی طرف کس وقت منتقل ہوتا ہے؟

انھوں نے فرمایا تھا: جس وقت امامؑ کی روح قبض ہوتی ہے تو ان کا علم ان کے جانشین کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ علم یا اللہ تعالیٰ جتنا علم چاہتا ہے اس پر اُسے وارث بناتا ہے، اُسے کسب نہیں کرنا پڑتا بلکہ شبانہ روز اُس کا علم بڑھتا رہتا ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا آپؑ کے پاس وہ کتب اور میراث ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! بخدا وہ میری نظر میں ہیں۔ (بصائر الدرجات: ۱۳۸، بحارالانوار: ۲۶/۹۶)

جنابِ عیسیٰؑ بن مریمؑ مُردہ کو اذنِ خداوندی سے زندہ کرتے تھے؟

محمد بن الحسن عن حماد عن إبراهيم بن عبدالحميد عن أبيه عن أبي الحسن الأول عليه السلام قال:

قلت له: جعلت فداك ، النبي صلى الله عليه وآله ورث علم النبيين كلهم؟

قال لي: نعم.

قلت: من لدن آدم إلى أن انتهى إلى نفسه؟

قال: نعم ورثهم النبوّة وما كان في آبائهم من النبوّة والعلم.

قال: ما بعث الله نبياً ، إلاّ وقد كان محمد ﷺ أعلم منه.

قال: قلت : إنّ عيسى بن مريم علیه السلام كان يحيى الموتى بإذن الله.

قال: صدقت وسليمان بن داوٗد كان يفهم كلام الطير.

قال: وكان رسول الله ﷺ يقدر على هذه المنازل،

فقال: انّ سليمان بن داوٗد قال لهدهد حين فقده وشكّ في أمره: ﴿مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ﴾ (سورۂ نمل:۲۰)

وكانت المردة والريح والنمل والانس والجن والشياطين له طائعين وغضب عليه ، فقال: ﴿لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۂ نمل:۲۱) و انّما غضب عليه لأنّه كان يدله على الماء، فهذا وهو طير قد أعطى ما لم يعط سليمان، وانّما أراده ليدله على الماء.

فهذا لم يعط سليمان وكانت المردة له طائعين ولم يكن يعرف الماء تحت الهواء وكانت الطير تعرفه.

انّ الله يقول في كتابه: ﴿وَ لَوْ أَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ

الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ﴾ (سورۂ رعد:۳۱)

فقد ورثنا نحن هذا القرآن، فعندنا ما تسير به الجبال وتقطع به البلدان ويحيى به الموتى بإذن الله ، ونحن نعرف ما تحت الهواء، و إن كان فى كتاب الله لآيات ما يرادبها أمر من الأمور التى أعطاها الله الماضين النبيين والمرسلين الاّ وقد جعله الله ذلك كلّه لنا فى أم الكتاب.

انّ الله تبارك وتعالى يقول: ﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سورۂ نمل:۷۵)

ثُمّ قال جلّ و عزّ: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (سورۂ فاطر:۳۲)

فنحن الّذين اصطفانا الله ، فقد ورثنا علم هذا القرآن الّذى فيه تبيان كلّ شئ.

عبدالحمید کہتے ہیں، میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: قربان جاؤں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کا علم رکھتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!

میں نے عرض کیا: کیا حضرت آدمؑ سے لے کر خود ان کی اپنی ذات تک وہ سب کے علوم کے وارث تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کی نبوت اور ان کے تمام علوم کے وارث تھے۔ اس کے علاوہ ان کے آباؤ اجداد کے پاس جتنا علم تھا اس

کے بھی وارث تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاءؑ بھیجے ہیں آپ ان سب سے دانا تر تھے۔
میں نے عرض کیا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اذنِ پروردگار کے ساتھ مُردوں کو زندہ کردیتے تھے۔
آپؑ نے فرمایا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔
حضرت سلیمانؑ پرندوں سے باتیں کرتے تھے۔
آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان تمام اُمور پر قدرت حاصل تھی۔
جس وقت جناب سلیمانؑ بن داؤدؑ کو ہدہد نظر نہ آیا تو آپؑ کو اس کے بارے میں شک گزرا۔
فرمایا: میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا یا تو وہ غیب ہو چکا ہے۔
تمام شیاطین، ہوا، چیونٹیاں، جن وانس، دیو و پریاں، سب ان کی اطاعت میں تھے۔ حضرت سلیمانؑ ہدہد پر غصے ہوئے اور کہا: میں اُسے سخت سزا دوں گا یا پھر اُسے ذبح کردوں گا۔ یا پھر اپنے غیب ہونے کی واضح دلیل پیش کرے۔
حضرتؑ ان پر اس لیے غضب ناک ہوئے تھے کیونکہ وہ پانی کا پتا چلا لیتا تھا کہ پانی کس مقام پر ہے۔ مقامِ فکر ہے ہدہد ایک پرندہ ہے، اللہ نے اُسے جو چیز دے رکھی ہے وہ جناب سلیمان نبی کے پاس نہ تھی۔ آپ ہدہد سے کہتے تھے کہ جاؤ ور پانی کا سراغ لگاؤ حالانکہ سرکش شیاطین بھی حضرت سلیمانؑ کی دسترس میں تھے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے: "اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مُردے کلام کرتے"۔
اسی قرآن کے وارث ہم ہیں، ہم اسی قرآن کی طاقت سے پہاڑوں کو چلا سکتے ہیں، شہروں کے فاصلوں کو طے کرسکتے ہیں اور اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ جو کچھ آسمان کے نیچے ہے، ہم اُس سے آگاہ ہیں اور کتاب اللہ میں

جتنی آیات ہیں اور اس سے پہلے جتنے انبیاءؑ پر جو کچھ نازل ہوا، اللہ تعالیٰ نے اُسے ہمارے لیے اُم الکتاب میں رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: کوئی چیز آسمان اور زمین کی وسعتوں میں غیب ہوتی ہے تو اس کا ذکر کتابِ مبین میں موجود ہے۔ پھر آپؑ نے قرآنِ مجید کی آیت پڑھی:

''ہم نے اس کتاب کا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو وارث بنایا جنھیں ہم نے چُن لیا ہے''۔

پس وہ ہم ہیں جن کو خدا نے چُن لیا ہے اور ہم ہی اس قرآن کے علوم کے وارث ہیں جس کے اندر ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔ (بصائر الدرجات: ص۱۴ و۱۵، بحارالانوار: ۳۶/۱۶۱ و۱۶۲)

کیا علم کو آپؑ کے قلب میں ڈالا جاتا ہے یا کان میں کہہ دیا جاتا ہے؟

محمد بن عیسٰی عن أبی عبداللّٰه الحسین بن علی قال:

قلت لأبی ابراهیم علیه السلام : علم عالمکم أشئ یلقی فی قلبه أو ینکت فی أذنه؟

فقال: نقر فی القلوب ، ونکت فی الأسماع، وقد یکونان معاً.

ابوعبداللہ حسین بن علی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا، کیا علم آپؑ کے دل میں القاء کیا جاتا ہے یا کان میں کہہ دیا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کبھی دل میں القاء ہوتا ہے اور کبھی کان کے ذریعے علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی دونوں طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ص۹۱، بحارالانوار: ۳۶/۵۸ و۵۹)

أحمد بن محمد عن الأهوازی عن الحسين بن علی بن يقطين عن أبيه قال: سألت أبا الحسن علیہ السلام عن شئ من أمر العالم.

فقال: نكت في القلب، ونقر في الأسماع، وقد يكونان معاً.

اسی مضمون کی روایت علی بن یقینؓ نے بھی کی ہے۔ (بصائر الدرجات: ص۹۱، وفیہ: علمه الله ذٰلک۔ الاختصاص: ۲۸۵ و ۲۸۶، بحار الانوار: ۲۶/ ۵۷ و ۵۸)

شناخت امامؑ

وروى الحسن قال أخبرني أحمد بن محمد عن محمد بن علي الصيرفي عن علي عن الحسن بن علي بن أبي حمزة عن أبيه عن أبي بصير قال:

دخلت على أبي الحسن علیہ السلام فقلت: جعلت فداك، بم يعرف الامام؟

قال بخصال: أما أوّلهنّ فبشئ تقدّم من أبيه فيه وعرفه الناس ونصبه لهم علماً حتّٰى يكون عليهم حجة، لأن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ نصب أمير المؤمنين علیہ السلام علماً وعرفه الناس، وكذلك الأئمة يعرفونهم الناس وينصبونهم لهم حتّٰى يعرفوهم ويسأل فيجيب ويسكت عنه فيبتدئ ويخبر الناس بما في غد ويكلم الناس بكل لسان.

قلت: بكلّ لسان؟

قال: نعم.

قلت: فأعطني علامة.

قال: نعم.

قال: الساعة قبل أن تقوم أعطيك علامة تطمئن إليها.

قلت: نعم ، ثُمّ إنَّه أمر علينا رجل من أهل خراسان فكلمه الخراساني بالعربية فأجابه بالفارسية.

قال الخراساني: والله ما منعني أن أكلمك بكلامي إلاّ أني ظننت أنك لا تحسن تجيبني.

قال: سبحان الله إذا كنت لا أحسن أجيبك، فما فضلي عليك؟

ثمّ قال: يا أبا محمّد! إنَّ الامام لا يخفى عليه كلام أحد من الناس ولا طير ولا بهيمة ولا شئ فيه روح بهذا يعرف الامام فمن لم يكن فيه هذه الخصال فليس بامام.

ابوبصیر کہتے ہیں میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا: قربان جاؤں کہ امامؑ کی شناخت کی دلیل کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: چند دلائل ہیں: پہلی دلیل یہ ہے کہ امامؑ کے والد امام کی طرف خاص قسم کا اشارہ فرماتے ہیں، جس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے امامؑ یہ ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کے لیے علامت مقرر کی جاتی ہے، جس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ امامؑ ہیں اور لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ان پر حجت ہیں۔ جس

طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے امام علی علیہ السلام کی خلافت کے لیے کیا تھا۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام اُمت امام علی علیہ السلام ہیں۔ اس طرح آئمہ طاہرینؑ کا تعارف پیش کیا جاتا رہا جس سے لوگوں کو ان کی امامت کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔

اس کے علاوہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ فوراً جواب دے دیتا ہے۔ اگر پوچھنے والے خاموش ہو جائیں تو وہ اپنا کلام دوبارہ شروع کر دیتا ہے۔ وہ فردا کی بھی خبر دیتا ہے اور وہ ہر زبان میں بات کر سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا امامؑ ہر زبان میں بات کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا: کوئی دلیل دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: اس مجلس میں، میں دلیل پیش کروں گا جس سے تو مطمئن ہو جائے گا۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ایک خراسانی امامؑ کی مجلس میں داخل ہوا اور اُس نے عربی زبان میں گفتگو کی۔ لیکن امامؑ نے اس کے سوالوں کا جواب فارسی میں دیا۔

اس خراسانی نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں بخدا! میں آپؑ کے حضور فارسی میں بات کرتا لیکن میں نے اس لیے عربی میں بات کی کہ کہیں آپؑ کے لیے کوئی مشکل پیدا نہ ہو۔ شاید فارسی پر آپؑ کو عبور حاصل نہ ہو اور آپؑ اچھی طرح سے بات نہ کر سکیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ! اگر میں تیرے سوالات کے جوابات احسن انداز میں نہ دے سکتا تو پھر مجھے تجھ پر فضیلت کیسے حاصل ہوتی؟

بعدازیں امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ابومحمد! کسی آدمی کی کوئی زبان امامؑ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ امامؑ ہر زبان جانتا ہے۔ وہ پرندوں، چوپاؤں اور ہر جاندار کی زبان سے واقف ہوتا ہے۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر امامؑ کی شناخت ہوتی ہے۔ پس جو آدمی یہ صفات نہیں رکھتا وہ امامؑ نہیں ہے۔ (الکافی: ۱/۲۸۵، دلائل الامامۃ: ۱۶۹)

امام علیؑ کا حق خلافت پر قیام نہ کرنا

عن أبي أسامة زيد الشحام قال:

قلت لأبي الحسن علیہ السلام: جعلت فداك، إنّهم يقولون: ما منع عليًّا علیہ السلام إن كان له حق أن يقوم بحقّه؟

فقال: إنّ الله لم يكلّف هذا أحداً إلّا نبيّه عليه وآله السلام، قال له: ﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ﴾ وقال لغيره: ﴿اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾. (سورۂ انفال:۱۶)

فعليّ علیہ السلام لم يجد فئة، ولو وجد فئة لقاتل.

ثمّ قال: لو كان جعفر وحمزة حيين، إنّما بقي رجلان.

قال: ﴿مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾.

قال: متطرداً يريد الكرّة عليهم، أو متحيزاً، يعني متأخراً إلى أصحابه من غير هزيمة، فمن انهزم حتّى يجوز صف أصحابه فقد باء بغضب من الله.

ابواسامہ زید شحام کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: برادرانِ اہلِ سنت کہتے ہیں: اگر امام علی علیہ السلام خلافت پر حق رکھتے تھے تو پھر انھوں نے اپنے حق کے حصول کے لیے قیام کیوں نہ فرمایا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنے پیغمبرؐ کے بغیر ناصر کے اس موضوع کے لیے تکلیف نہ دی۔

اپنے پیغمبر ﷺ کے لیے فرمایا: ''پس اللہ کے راستے میں جنگ کر اور اس حکم کی ذمہ داری صرف آپؐ پر ہے''۔

پیغمبر ﷺ کے علاوہ دوسرے اشخاص کے لیے فرمایا: ''مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر ہو یا کسی فوجی دستے سے جا ملنے کے لیے''۔ جس روز آپؑ کا حق غصب ہوا اُس روز آپؑ کے پاس کوئی ایسی جمعیت نہ تھی جو آپؑ کی نصرت کرتی۔ اگر آپ کے پاس اس امر خلافت کے لیے کوئی ناصر ہوتے تو آپؑ ضرور قیام فرماتے۔ اس لیے آپؑ نے فرمایا تھا: اگر جعفر و حمزہ زندہ ہوتے؟ اُس وقت آپؑ کی حالت یہ تھی کہ آپؑ کے پاس صرف دو آدمی تھے۔

آپؑ نے فرمایا تھا! مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر ہو یا کسی فوجی دستے سے جا ملنے کے لیے تاکہ ان سے امداد حاصل کرے۔

آپؑ نے فرمایا تھا: یا تو ان پر حملہ کرے یا پھر فرار کرلے اور اپنے اصحاب سے جا ملے۔ پس جس نے فرار کیا اور اپنے اصحاب سے گزر جائے تو وہ غضب خداوندی میں گرفتار ہوا۔ (التفسیر العیاشی: ص ۵۱، حدیث ۸)

میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا ہوا؟ میں حیران و پریشان ہو گیا ہوں

محمد بن الحسن عن سهل بن زياد عن محمد بن عليّ وعبيد الله بن المرزبان عن ابن سنان قال:

دخلت على أبي الحسن موسى عليه السلام من قبل أن يقدم العراق بسنة وعليّ ابنه جالس بين يديه، فنظر إلي فقال:

یامحمّد! أما إنّه سیکون فی هذه السنة حرکة فلا تجزع لذلك.

قال: قلت: وما یکون جعلت فداك، فقد أقلقنی ما ذکرت.

فقال: أصیر إلی الطاغیة، أما إنّه لا یبدأنی منه سوء ومن الّذی یکون بعده.

قال: قلت: وما یکون جعلت فداك؟

قال: یضلّ اللّٰه الظالمین ویفعل اللّٰه مایشاء.

قال: قلت: وما ذاك جعلت فداك.

قال: من ظلم ابنی هذا حقه وجحد إمامته من بعدی کان کمن ظلم علی بن أبی طالب حقّه وجحده إمامته بعد رسول اللّٰه ﷺ.

قال: قلت: واللّٰه لئن مدّ اللّٰه لی فی العمر لأسلمن حقّه ولأقرن له بامامته.

قال: صدقت یامحمد! یمدّ اللّٰه فی عمرك وتسلم له حقه وتقرّ له بامامته وامامة من یکون من بعده.

قال: قلت: ومن ذاك؟

قال: محمّد، ابنه.

قال: قلت له: الرضا والتسلیم.

قال: نعم کذلك وجدتك فی کتاب أمیر المؤمنین علیه السلام أما إنّك فی شیعتنا أبین من البرق فی

اللیلۃ الظلماء.

محمد بن سنان کہتے ہیں: ایک سال قبل ابھی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام عراق تشریف نہیں لے گئے تھے۔ میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اُس وقت ان کے شہزادے امام علی رضا علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تھے۔

آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے محمد! اس سال جو کچھ پیش آنے والا ہے اُس پر پریشان نہ ہونا۔

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا ہوگا؟ میں یہ سن کر پریشان ہوگیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں طغیان گر (مہدی عباسی) کے پاس جاؤں گا لیکن میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ نہ وہ خود اور نہ اُس کے بعد آنے والا مجھے نقصان دے سکتا ہے۔

پھر میں نے عرض کیا: قربان جاؤں پھر کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں اس کا مطلب کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہر وہ شخص جس نے میرے بیٹے پر ظلم کیا اور اُس کی امامت سے انکار کیا وہ اُس شخص کی مانند ہے کہ جس نے امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کا حق غصب کرکے ان پر ظلم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی امامت کا انکار کیا۔

میں نے عرض کیا: بخدا اگر اللہ نے مجھے زندہ رکھا تو میں ان کے حق کو تسلیم کروں گا اور ان کی امامت کا اقرار کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے اے محمد! اللہ تجھے زندہ رکھے گا اور تو ان کے حق کو تسلیم کرے گا اور ان کی امامت پر ایمان لائے گا اور ان کے بعد جو امام ہے تو

اُس کا بھی اقرار کرتا۔

میں نے عرض کیا: ان کے بعد امام کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: ان کے بیٹے محمدؑ امام ہوں گے۔

میں نے عرض کیا: میں انھیں بھی اپنا امام تسلیم کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، یہی وجہ ہے کہ میں نے امیرالمومنینؑ کی کتاب میں تیرا نام دیکھا ہے۔ جی ہاں! تو ہمارے شیعوں میں اس طرح ہے جس طرح تاریک رات میں برق چمکتی ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ روشن ہے۔ (المصدر: ص ۳۲ و ۳۳، غیبت الطوسی، ص ۲۷)

حضرت امام علی علیہ السلام کا بعد از ہجرت مکہ میں رات نہ گزارنا

حدثنا أبی رضی الله عنه قال: حدثنا أحمد بن إدریس عن محمد بن أحمد بن یحیی بن عمران الأشعری عن محمد بن معروف عن أخیه عمر عن جعفر بن عقبة عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

إنَّ علیًا علیہ السلام لم یبت بمکّة بعد إذ هاجر منها حتّٰی قبضه الله عزّوجلّ إلیه.

قال: قلت له: ولم ذاك؟

قال: یکره أن یبیت بأرض قد هاجر منها رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ فکان یصلّی العصر ویخرج منها ویبیت بغیرها.

جعفر بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے بعد ہجرت از مکہ اپنی بقایا زندگی میں کوئی رات مکہ میں بسر نہ کی۔

میں نے عرض کیا: اس کی وجہ کیا تھی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ مکہ وہ سرزمین ہے، جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی۔ اس لیے آپؑ کو یہ پسند نہ تھا کہ آپ اس سرزمین میں رات گزاریں۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دفعہ جب آپؑ مکہ تشریف لائے تھے تو عصر کی نماز مکہ میں پڑھی اور پھر شہر سے باہر تشریف لے گئے اور وہ رات کسی اور مقام پر بسر کی۔

(علل الشرائع: ص ۲۰۸، حدیث ۳۵۲)

امامؑ کی رحلت کے بعد ان کے قائم مقام کی علامت

حدثنا أبي رضي الله عنه قال: حدثنا محمد بن يحيى العطار، عن محمد بن الحسين بن أبي الخطاب عن أحمد بن محمد بن أبي نصر البزنطي قال: سئل أبو الحسن علیہ السلام الامام بأيّ شيئ يعرف بعد الامام؟

قال: إنّ للامام علامات: أن يكون أكبر ولد أبيه بعده، ويكون فيه الفضل.

وإذا قدم الركب المدينة قال: إلى من أوصى فلان؟

قالوا: إلى فلان، والسلاح فينا بمنزلة التابوت في بني إسرائيل يدور مع الامام حيث كان.

احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: ایک امام کی رحلت کے بعد ان کے قائم مقام کی کیا علامت ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: امامؑ کے لیے بہت سی علامات ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

امامؑ کا بڑا بیٹا امام ہوتا ہے اور اس میں فضائل موجود ہوتے ہیں اور وہ اپنے

والد کی طرف سے وصایت میں اس قدر مشہور ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسافر شہر سے باہر نکلے اور لوگ اس سے پوچھیں کہ فلاں کا وصی کون ہے تو وہ بتا دے کہ فلاں کا وصی فلاں ہے۔ قائم مقام کے پاس رسول اللہ ﷺ کا اسلحہ ہوتا ہے اور یہ اسلحہ ہمارے پاس اس صورت میں ہے جس صورت میں بنو اسرائیل میں تابوت تھا۔ جہاں امام ہوتا ہے وہاں وہ اسلحہ ہوتا ہے۔ (الخصال:۱/۱۱۶)

اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمانا

عدة من أصحابنا عن سهل بن زياد عن علي بن أسباط عن الحسن بن الجهم قال:

قلت لأبي الحسن عليه السلام: لا تنسني من الدعاء.

قال: أو تعلم أنّي أنساك؟

قال: فتفكّرت في نفسي وقلت: هو يدعو لشيعته وأنا من شيعته.

قلت: لا، لا تنساني.

قال: وكيف علمت ذٰلك.

قلت: إنّي من شيعتك وإنّك لتدعو لهم.

فقال: هل علمت بشيئ غير هذا؟

قال: قلت: لا.

قال: إذا أردت أن تعلم ما لك عندي فانظر إلى ما لي عندك.

حسن بن جہم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: مجھے اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔

آپؑ نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کیا میں تمھیں بھول جاتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے سوچنا شروع کر دیا اور اپنے آپ سے کہا: آنحضرتؑ اپنے شیعوں کے لیے دعا فرماتے ہیں اور میں بھی ان کا شیعہ ہوں (اس لیے میرے لیے بھی دعا کرتے ہوں گے)۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؑ مجھے فراموش نہیں فرماتے اور ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا؟

میں نے عرض کیا: اس ذریعہ سے کہ میں آپؑ کا شیعہ ہوں اور آپؑ اپنے شیعوں کے لیے دعا فرماتے رہتے ہیں (تو اس ضمن میں مَیں بھی آپؑ کی دعاؤں میں شریک ہو جاتا ہوں)

آپؑ نے فرمایا: اس کے علاوہ تو کچھ اور بھی جانتا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جب تو یہ دیکھنا چاہے کہ میرے پاس تیرے لیے کیا ہے؟ تو تو اپنے دل میں دیکھ لے کہ تو ہمارے لیے کیا رکھتا ہے۔ (الکافی: ۲/۳۵۲)

کیا احسن قیاس کر سکتے ہیں؟

أبی عن النضر عن درست عن محمد بن حکیم قال:

قلت لأبی الحسن علیہ السلام: إنّا نتلاقی فیما بیننا فلا یکاد یرد علینا إلاّ وعندنا فیه شیء وذلك شیء أنعم الله به علینا بکم وقد یرد علینا الشیء ولیس عندنا فیه شیء وعندنا ما یشبهه، فنقیس علی أحسنه؟

فقال: لا وما لکم وللقیاس؟

ثمّ قال: لعن الله أبا فلان كان يقول: قال علي عليه السلام وقلت، وقال الصحابة وقلت ثمّ قال لي: أكنت تجلس إليه؟

قلت: لا ، ولكن هذا قوله.

فقال أبو الحسن عليه السلام : إذا جاء كم ما تعلمون فقولوا، وإذا جاء كم ما لا تعلمون فها ، ووضع يده على فمه.

فقلت: ولم ذاك؟

قال: لأنّ رسول الله صلى الله عليه وآله أتى الناس بما اكتفوا به على عهده وما يحتاجون إليه من بعده إلى يوم القيامة.

محمد بن حکیم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: جب ہم اکٹھے ہوتے ہیں تو مذاکرہ کرتے ہیں۔ جب لوگ ہم پر اشکال کرتے ہیں تو ہم اُن کا جواب دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپؑ کے وجود کی برکت سے ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہم پر آپؑ کی محبت کا لطف فرمایا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چھوٹا سا مطلب پیش آتا ہے اور ہم اس کے حکم کے لیے کوئی روایت نہیں رکھتے تو اُس کے مشابہ ہمیں کوئی روایت مل جاتی ہے تو کیا ہم اُسے سامنے رکھ کر اُس سے قیاس کرسکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، تمھارا قیاس سے کیا کام؟

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فلاں کے باپ پر لعنت کرے، وہ یہ کہتا تھا کہ امام علی علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے اور میں بھی اس طرح کہتا ہوں۔ اصحاب بھی اس طرح کہتے تھے، پھر آپؑ نے مجھے فرمایا: کیا تم نے اُس کی مجلس میں شرکت کی ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں! میں نے ایسا سنا ہے وہ اس طرح کہتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: جب کوئی مسئلہ تمھارے سامنے آئے اگر تم اُس کا حکم جانتے ہو تو بتا دو۔ اگر اُس

کا حکم نہیں جانتے تو آپؑ نے اپنے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ (یعنی خاموش رہو)
آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ قیامت تک آنے والی تمام شرعی ضروریات کے مطابق احکام لائے تھے۔ (بحارالانوار: ۲/۳۰۶، عن المحاسن)

ابن مهران عن ابن عميرة عن أبي المغراء عن سماعة قال:
قلت لأبي الحسن عليه السلام : إنّ عندنا من قد أدرك أباك وجدّك و إنّ الرجل يبتلى بالشئ لا يكون عندنا فيه شئ فنقيس؟
فقال: إنّما هلك من كان قبلكم حين قاسوا.

سماعہ کہتا ہے: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: ہمارے ہاں وہ لوگ ابھی تک موجود ہیں، جنھوں نے آپؑ کے والد بزرگوار اور دادا بزرگوار کا زمانہ پایا تھا۔ بعض اوقات کوئی آدمی ایسے مسئلہ میں گرفتار ہوتا ہے کہ جس کے احکام کے لیے ہمیں کوئی روایت نہیں ملتی تو اُس وقت ہم قیاس سے کام لے سکتے ہیں؟
آپؑ نے یہ سن کر فرمایا: تم سے پہلے لوگ جو قیاس کرتے تھے قیاس نے انھیں ہلاک کر ڈالا۔ (بحارالانوار: ۲/۳۰۵، عن المحاسن)

آپؑ کے تمام مطالب کتاب اللہ اور سنت سے ہیں

ابن عيسى عن محمد البرقي عن ابن مهران عن ابن عنيرة عن أبي المعزى عن سماعة عن أبي الحسنؑ قال:
قلت له: كلّ شئ تقول به في كتاب الله وسنّته أو تقولون برأيكم؟
قال: بل، كلّ شئ نقوله في كتاب الله وسنته.

سماعہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے حضور عرض کیا: آپؑ جو کچھ فرماتے ہیں: یہ سب مطالب قرآن اور سنت پیغمبرؐ سے اخذ فرماتے ہیں یا اپنی طرف سے بھی فرامین جاری کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مَیں جو کچھ کہتا ہوں کتاب اللہ اور سنت پیغمبرؐ سے کہتا ہوں۔

(بحارالانوار: ۲/۱۷۳، عن الاختصاص و بصائر الدرجات)

کیا پیغمبر اکرمؐ تمام ضروریات لائے تھے؟

السندی بن محمد عن صفوان بن یحیی عن محمد بن حکیم عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

قلت له: تفقّهنا في الدين وروينا وربما ورد علينا رجل قد ابتلى بشئ صغير الّذى ما عندنا فيه بعينه شئ وعندنا ما هو يشبه مثله أنفتيه بما يشبهه؟

قال: لا ، وما لكم والقياس في ذلك ، هلك من هلك بالقياس.

قال: قلت: جعلت فداك، أتى رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بما يكتفون به؟

قال: أتى رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بما استغنوا به في عهده وبما يكتفون به من بعده إلى يوم القيامة.

قال: قلت : ضاع منه شئ؟

قال: لا ، هو عند أهله.

محمد بن حکیم کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: ہم نے دین میں خوب تفقہ حاصل کیا ہے اور جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان کو بھی

خوب دیکھا ہے۔ بعض اوقات کوئی آدمی ایک چھوٹا سا مسئلہ لے کر ہمارے پاس آتا ہے لیکن اس مسئلہ کے حل کے لیے ہمارے پاس کوئی روایت نہیں ہوتی تو پھر ہم قیاس سے کام لے سکتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں قیاس سے کیا کام جو لوگ ہلاک ہوئے وہ قیاس کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں کیا پیغمبر اکرم ﷺ لوگوں کی دینی ضروریات مکمل طور پر لائے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: پیغمبر اکرم ﷺ اپنے زمانے کے لوگوں اور اپنے بعد قیامت تک کے آنے والوں کی تمام شرعی ضروریات لائے تھے۔

میں نے عرض کیا: کیا کچھ احکام ضائع ہو گئے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، وہ جو اہل ہیں ان کے پاس محفوظ ہیں۔ (بحارالانوار: ۳۰۵ عن الاختصاص و بصائر الدرجات)

علی بن ابراهیم عن أبیه عن ابن أبی عمیر عن محمد بن حکیم قال:

قلت لأبی الحسن موسٰی علیہ السلام: جعلت فداك، فقهنا فی الدین وأغنانا الله بکم عن الناس حتٰی انّ الجماعة منا لتکون فی المجلس ما یسأل رجل صاحبه تحضره المسألة ویحضره جوابها فیما منّ الله علینا بکم، فربما ورد علینا الشیٔ لم یأتنا فیه عنك ولا عن آبائك شیٔ فنظرنا إلی أحسن ما یحضرنا وأوفق الأشیاء لما جاءنا عنکم، فنأخذ به.

فقال: هيهات ، هيهات ، في ذٰلك والله هلك من
هلك يابن حكيم!
قال: ثُمّ قال: لعن الله أبا حنيفة، كان يقول: قال
عليّ وقلت.
قال محمد بن حكيم لهشام بن الحكم: والله، ما
أردت إلاّ أن يرخص لي في القياس.

محمد بن حکیم کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں ہم نے دینی امور کو اچھی طرح سے سیکھا، آپ کی برکت سے ہم کسی کے محتاج نہیں رہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارے ساتھی کسی مجلس میں ہوتے ہیں اور ان پر کوئی سوال ہوتا ہے تو وہ فوراً جواب دیتے ہیں۔ یہ سب آپؑ کے وجود کی برکت سے ہے۔ آپؑ کی وجہ سے اللہ نے ہم پر احسان کر رکھا ہے۔ بعض اوقات ہم سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا ہے، اُس مسئلہ کے حل کی کوئی روایت ہمارے پاس موجود نہیں ہوتی۔ نہ کوئی حکم آپؑ کی طرف سے ملتا ہے اور نہ آپؑ کے آباء کی طرف سے ملتا ہے تو اُس وقت ہم بہترین توجیہ کی طرف نظر کرتے ہیں تاکہ جو کچھ آپؑ کی طرف صادر ہوا ہے، اُس کے مطابق ہو، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ طریقہ حقیقت کے طریقہ سے کتنا دُور ہے! کتنا دُور ہے۔ بخدا! اے ابن حکیم! جو بھی ہلاک ہوا ہے وہ اسی راہ سے ہلاک ہوا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: خدا ''اُس پر'' لعنت کرے کہ وہ کہتا تھا کہ امام علی علیہ السلام نے ایسا کہا ہے اور میں اس طرح کہتا ہوں۔

محمد بن حکیم نے ہشام بن حکم سے کہا: بخدا! میں نے یہ خیال کر رکھا تھا شاید امامؑ مجھے قیاس کی اجازت دے دیں گے۔ (الکافی: ۱/۵۶)

مسائل حلال وحرام اور امامؑ

علی بن إسماعیل عن صفوان بن یحیی عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

قلت: یکون الامام یسأل عن الحلال والحرام فلا یکون عندہ فیه شئ؟

قال: لا، ولکن قد یکون عندہ ولا یجیب.

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا یہ ممکن ہے کہ امامؑ سے حلال وحرام کے مسائل پوچھے جائیں اور ان کے پاس جواب نہ ہو؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ بعض اوقات امامؑ کے پاس سوال کا جواب ہوتا ہے لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔ (المصدر: ۲۳/۱۸۱، عن بصائر الدرجات)

کیا حدیث جابرؓ لوگوں سے بیان کروں؟

محمد بن العباس عن الحسین بن أحمد عن محمد بن عیسٰی عن یونس بن یعقوب عن جمیل بن درّاج

قال: قلت لأبی الحسن علیہ السلام: أحدّثھم بتفسیر جابر؟

قال: لا تحدّث به السفلة فیذیعوه أما تقرأ ﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾.

قلت: بلٰی.

قال: إذا کان یوم القیامة وجمع اللّٰه الأوّلین والآخرین ولّانا حساب شیعتنا، فما کان بینھم وبین اللّٰه حکمنا علی اللّٰه فیه، فأجاز حکومتنا وما کان

بينهم وبين الناس استوهبناه منهم، فوهبوه لنا وما
كان بيننا وبينهم فنحن أحق من عفا وصفح.

جمیل بن دراج کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں سوال کیا: کیا میں لوگوں سے حدیث جابرؓ بیان کروں؟

آپؑ نے فرمایا: اس حدیث کو احمق لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا، کیونکہ اس سے انتشار کا خوف ہے۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی: "ان کی بازگشت ہماری طرف ہے، ان کا حساب ہم نے لینا ہے"۔ (سورۂ غاشیہ، ۲۵-۲۶)

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: جس دن قیامت برپا ہوگی اوّلین و آخرین کو جمع کیا جائے گا۔ خداوند تعالیٰ ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے حوالے کردے گا۔ ان کا جو معاملہ خدا اور ان کے درمیان ہوگا اُس کا فیصلہ ہم کریں گے، ہم جو فیصلہ کریں گے اللہ تعالیٰ ہمارے فیصلے کو قبول فرمائے گا۔ جو معاملات اللہ اور باقی لوگوں کے درمیان ہوں گے تو ہم ان کے لیے بھی مغفرت طلب کریں گے۔ خداوند تعالیٰ ان کے معاملات بھی ہمارے حوالے کردے گا۔ پھر جو کچھ ان کے اور ہمارے درمیان واقع ہوا ہے، ان کا بھی فیصلہ کریں گے لیکن ہمارے نزدیک عفوو درگزر شائستہ ترین صفت ہے۔

(بحارالانوار: ۲۴/ ۲۶۷ عن تاویل الآیات)

ممکن ہے کوئی چیز آپ کے نزدیک ہو اور وہ پیغمبرؐ کے نزدیک نہ ہو؟

عبدالله بن محمد عن الخشاب عن غياث بن مثنى
الحلبي عن يزيد بن إسحاق عن معمر قال:
قلت لأبي الحسن عليه السلام: يكون عندكم مالم يجئ عند
النبي صلى الله عليه وآله وسلم؟

فقال: یعرض ذٰلك علیه إذا حدث ثمّ علی من بعده

واحد بعد واحد.

معمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا: کیا یہ ممکن ہے کہ ایک چیز آپؑ کے نزدیک صحیح ہو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے نزدیک وہ صحیح نہ ہو؟

آپؑ نے فرمایا: جب کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے طریقے اور سنت کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر اُن کے بعد آئمہ یکے بعد دیگرے نشاندہی فرماتے ہیں۔

(المصدر:۲۶/۹۳، عن بصائر الدرجات)

آپؑ کے بابا نے ہمیں اپنے نائب کی خبر دی تھی......

عن علی بن أبی حمزة قال: قلت لأبی الحسن علیہ السلام:

إنّ أباك أخبرنا بالخلف من بعده فلو خبرتنا به!

قال: فأخذ بیدی فهزما، ثمّ قال: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُونَ﴾. (سورۂ توبہ:۱۱۵)

قال: فخفقت.

فقال لی: مه لا تعود عینیك كثرة النوم، فانّها أقلّ شیء فی الجسد شكراً.

علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا۔ آپؑ کے والد بزرگوار نے ہمیں اپنے جانشین کی خبر دی تھی۔ اگر آپ اپنے جانشین کی معرفی فرمائیں تو بہتر ہوگا۔

راوی کہتے ہیں: امام علیہ السلام نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی طرف کھینچا اور اُس وقت اس آیت کی تلاوت فرمائی جس کا معنٰی یہ ہے: ''اور اللہ کسی قوم کو ہدایت

دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا یہاں تک کہ ان پر یہ واضح کردے کہ انھیں کن چیزوں سے بچنا ہے"۔ (سورۂ توبہ:۱۱۵)

راوی کہتا ہے کہ میں پریشان ہوگیا۔ آپؑ نے فرمایا: اپنی آنکھوں کو کثرت کے ساتھ نیند کا عادی نہ بنا، آنکھیں تمام اعضائے بدن میں سے سب سے کم شکرگزار ہیں۔ (بحارالانوار:۴۹/۲۷، عن تفسیر العیاشی)

اصحاب میں اختلاف اور اُس کے اسباب

ابن الوليد عن الصفار عن أحمد بن محمد عن ابن سنان عن الخزاز عمّن حدّثه عن أبي الحسن عليه السلام قال:

اختلاف أصحابي لكم رحمة.

وقال: إذا كان ذٰلك كان ذٰلك جمعتكم على أمر واحد.

وسئل عن اختلاف أصحابنا.

فقال عليه السلام: أنا فعلت ذٰلك بكم لو اجتمعتم على أمر واحد لأخذ بر قابكم.

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: میرے اصحاب میں اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جس طرح میرے اصحاب کے درمیان اختلاف ہے میں تم سب کو ایک امر پر اکٹھا کرتا ہوں۔ جب آپؑ سے اس اختلاف کا سبب پوچھا گیا کہ آخر یہ اختلاف کس لیے ہے اور کیوں ہے تو آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ اختلاف ان میں خود ڈالا ہے۔ اگر تم سب آپس میں متفق ہوتے اور تمھارے درمیان اختلاف نہ ہوتا تو تمھارے دشمن تمھیں قتل کردیتے۔ (علل الشرائع:ص ۱۳۱، بحارالانوار:۲/۲۳۶)

خداوند تعالیٰ سے چند حاجات رکھتا ہوں لیکن قبولیت نہیں ہوتی؟

محمد بن يعقوب عن محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد بن عيسى عن احمد بن محمد بن أبي نصر قال: قلت لأبي الحسن علیہ السلام: جعلت فداك! انّي قد سألت الله حاجة منذ كذا وكذا سنة وقد دخل قلبي من إبطائها شيء.

فقال: يا أحمد! إيّاك والشيطان أن يكون له عليك سبيل حتى يقنطك إلى أن قال: انّ صاحب النعمة في الدنيا إذا سأل فأعطى طلب غير الّذي سأل وصغرت النعمة في عينه فلا يشبع من شيء واذ اكثر النعم كان المسلم من ذٰلك على خطر للحقوق الّتي تجب عليه وما يخاف من الفتنة فيها أخبرني عنك لو أنّي قلت لك قولاً كنت تثق به منّي؟

فقلت له: جعلت فداك، إذا أثق بقولك فبمن أثق وأنت حجّة الله على خلقه.

قال: فكن بالله أوثق، فإنّك على موعد من الله عزّوجلّ: أليس الله يقول: ﴿وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (سورۂ بقرہ:۱۸۶)

وقال: ﴿لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ زمر:۵۳)

وقال: ﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا﴾ (سورۂ بقرہ:۲۶۸)

فکن باللّٰہ أوثق منك بغیره ولا تجعلوا فی أنفسکم
إِلَّا خَیراً، فَإِنّه مغفور لکم.

احمد بن محمد بن ابی نصر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا:

اے آقا! قربان جاؤں چند سال قبل میں نے خداوند تعالیٰ کے حضور حاجات پیش کی تھیں، جو ابھی تک پوری نہیں ہوئیں۔ اتنی بڑی تاخیر نے میرے دل میں شکوک پیدا کر دیے ہیں؟

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے احمد! شیطان سے بچ، وہ تمھارے دل کو اپنے تسلط میں لینا چاہتا ہے تاکہ تو اللہ کی ذات پر ناامید ہو جائے۔

جب کوئی آدمی اس دنیا میں صاحبِ نعمت و جاہ ہوتا ہے اور وہ خداوند تعالیٰ سے مزید مانگتا ہے اور اُسے عطا کر دیا جاتا ہے تو اُس کے حرص کا پیمانہ بڑھ جاتا ہے۔ وہ پھر مزید چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں نعماتِ الٰہیہ حقیر ہو کر رہ جاتی ہیں اور وہ پھر کسی چیز سے سیر نہیں ہوتا۔ جب ایک مسلمان کے پاس نعمات کا ڈھیر لگ جاتا ہے تو اس طریقے سے وہ خطرات سے دوچار ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اُس پر بہت سے حقوق کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے اور اُس کے دل سے ہر قسم کا خوف چلا جاتا ہے اور وہ ان حقوق کو ادا نہیں کر پاتا۔

اب مجھے بتاؤ! اگر میں کچھ کہوں تو میرے فرمان پر اعتماد کرو گے؟

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں! اگر میں آپؑ کے فرمان پر اعتماد نہ کروں تو پھر کس کی بات پر اعتماد کروں گا۔ آپؑ تو اللہ کی مخلوق پر حجتِ خدا ہیں!

آپؑ نے فرمایا: تو خدا پر زیادہ سے زیادہ اعتماد رکھ، کیوں کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ سے قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ کیا خداوند تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں
تو پس میں ان کے قریب ہوں اور (جب مجھ سے کوئی دعا مانگتا
ہے تو) میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں''۔ (سورۂ بقرہ:۱۸۶)

اور ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا''۔
ایک اور مقام پر فرمایا: ''خداوند تعالیٰ تمھیں بخشش اور فضل کی نوید دیتا ہے''۔

پس اس صورت میں تیرا اعتماد اللہ کی ذات پر دوسروں سے بہت زیادہ ہونا چاہیے۔ اپنے دل میں سوائے اچھائی کے کسی اور چیز کو جگہ نہ دیجیے کیونکہ وہ تمھیں بخشنے والا ہے۔ (وسائل الشیعہ:۱۹/۵۶)

خداوند تعالیٰ ہر نماز کے وقت ہمارے دشمنوں پر لعنت کیوں کرتا ہے؟

الصدوق رحمہ اللہ: أبی عن سعد عن محمد بن عیسٰی
عن الفضل بن کثیر عن سعید بن أبی سعید قال:
سمعت أبا الحسن علیہ السلام یقول:
انّ اللہ عزّوجلّ فِی کلّ وقت صلاۃ یصلّیھا ھذا
الخلق یلعنھم.
قال: قلت: جعلت فداك، ولم؟
قال: بجحودھم حقّنا وتکذیبھم إیّانا.

سعید بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ ان لوگوں پر ہر نماز کے وقت لعنت فرماتا ہے۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں ایسا کیوں ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس لیے کہ ان لوگوں نے ہمارے حق سے انکار کیا اور ہماری تکذیب کی۔ (بحار الانوار: ۲۷/۲۳۵، عن ثواب الاعمال: ص۳۹، حدیث۱۳۲)

کیا میرا نام اُس خزانے میں ہے......؟

علی بن الحسن عن الحسین بن الحسن السنجانی عن الحسین بن یسار، عن داؤد الرقی قال:

قلت لأبی الحسن الماضی علیہ السلام : اسمی عندکم فی السلفط الّتی فیہا أسماء شیعتکم؟

فقال: إی واللّٰہ فی الناموس.

داؤد رقی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا: کیا میرا نام اُس خزانے میں ہے، جس میں آپؑ کے شیعوں کے نام ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! بخدا (تمہارے نام) مخزنِ اَسرار میں ہیں۔

(بحارالانوار: ۲۶/۱۲۳، عن بصائر الدرجات)

فصل چہارم

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فضائل

maablib.org

اجازت فرمایئے آپؑ کے اس دشمن کو قتل کر دیں!

روی الشریف الحسن بن محمد بن یحیی العلوی عن جدّہ باسنادہ قال: إنَّ رجلًا من ولد عمر بن الخطاب کان بالمدینۃ یؤذی أبا الحسن موسٰی علیہ السلام ویشتم علیًّا علیہ السلام فقال لہ بعض حاشیتہ: دعنا نقتل ھذا الرجل!

فنھاھم عن ذٰلک أشدّ النھی.

وسأل عن العمری.

فقیل لہ: إنّہ یزرع بناحیۃ من نواحی المدینۃ.

فرکب إلیہ فوجدہ فی زرعہ، فدخل المزرعۃ بحمارہ.

فصاح بہ العمری: لا توطئ زرعنا.

فتوطأہ أبو الحسن علیہ السلام بالحمار حتّی وصل إلیہ. فنزل وجلس عندہ وباسطہ وضاحکہ وقال لہ: کم غرمت فی زرعک ھذا؟

قال: مائۃ دینار.

قال: وکم ترجو أن تصیب؟

قال: لست علم الغیب.

قال: إنّما قلت لک: کم ترجو؟

فقال: أرجو أن یحصل ثلاثمائۃ دینار.

قال: فأخرج له أبو الحسن علیہ السلام صرّة فيها ثلاثمائة دينار، وقال: هذا زرعك على حاله والله يرزقك فيه ما ترجو.

فقام فقبّل رأسه وسأله أن يصفح عن فارطه.

فتبسّم أبو الحسن علیہ السلام وانصرف، ثُمّ راح إلى المسجد، فوجد العمري جالساً، فلمّا نظر إليه قال: ﴿اللهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾.

قال: فوثب إليه أصحابه فقالوا له: ما قصّتك فقد كنت تقول غير هذا؟!

قال: فقال لهم: قد سمعتم ما قلت الآن، وجعل يدعو لأبي الحسن علیہ السلام. فخاصموه وخاصمهم.

فلمّا رجع أبو الحسن علیہ السلام إلى داره قال لمن سألوا قتل العمري: أيّما كان خيراً ما أردت أو ما أردتم؟!

یحییٰ علوی کہتے ہیں: ایک آدمی مدینے میں رہتا تھا جو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بہت اذیت دیتا تھا اور آپؑ کے سامنے حضرت امام علی علیہ السلام کے حق میں گستاخیاں کرتا تھا۔ آپؑ کے کسی دوست نے عرض کیا: اجازت فرمائیں، تاکہ اسے قتل کر دیں۔

امام علیہ السلام نے سختی کے ساتھ اُسے اس کام سے روک دیا۔ آپؑ نے پوچھا: یہ آدمی کہاں رہتا ہے؟

لوگوں نے کہا: مدینہ کے نواح میں کھیتی باڑی کا کام کرتا ہے۔ امام علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہوئے اور اُس کے کھیت کی طرف چل پڑے۔ جب آپؑ اس کے کھیت کے قریب گئے تو سواری سمیت اس کے کھیت میں داخل ہوئے۔

یہ دیکھ کر اُس آدمی نے آواز لگائی: میری کھیتی کو پامال نہ کرو۔

آنحضرتؑ نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی۔ اس میں سواری سمیت اس کے پاس پہنچے۔ اپنی سواری سے اُترے اور اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئے اور آپؑ نے مسکراتے ہوئے پوچھا: تیرا کتنا نقصان ہوا ہوگا؟

اُس نے کہا: ایک سو دینار کا۔

آپؑ نے فرمایا: تجھے اس کھیت کے اس فصل سے کتنا حاصل ہوگا؟

اُس نے کہا: میں علمِ غیب نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: آخر تجھے کتنے کی اُمید ہے؟

اُس نے کہا: تقریباً تین سو دینار تو حاصل ہو ہی جائیں گے۔

راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام نے تین سو دینار کی تھیلی اُس کے حوالے کی اور فرمایا: یہ لو تیری فصل بھی اپنی جگہ پر باقی ہے، جتنا تو اس فصل سے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے وہ عطا بھی کرے گا۔

وہ آدمی اُٹھا اور آپؑ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنی لغزش کی معافی مانگی۔

اس کے سلوک کو دیکھ کر امام علیہ السلام مسکرائے اور واپس تشریف لے آئے۔ جس وقت امامؑ واپس مدینہ آئے اور مسجد میں تشریف لائے تو اُس وقت وہ آدمی مسجد میں بیٹھا تھا۔ جونہی اُس کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو کہنے لگا: اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے؟

راوی کہتا ہے کہ اس دوران اُس کے ساتھی اس کے پاس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے تو اب تو وہ نہیں رہا جیسے پہلے تھا؟

اُس نے کہا: میں نے ابھی جو کچھ کہا ہے کیا تم نے سنا ہے؟ اور پھر وہ امامؑ کے حق میں دعائیں کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اُس سے جھگڑا کیا۔

جب امام علیہ السلام اپنی منزل کی طرف واپس لوٹے تو آپؑ نے ان لوگوں سے فرمایا جنھوں نے کہا تھا کہ ہم اسے قتل کر ڈالیں۔ وہ کام جو میں نے کیا ہے وہ بہتر ہے یا وہ جو تم چاہتے تھے؟ (اعلام الوریٰ: ص۳۰۶)

نطاق کیا ہے؟

عن أحمد بن الحسين عن علي بن الزيات عن عبيدالله بن عبدالله الدهقان عن أبي الحسن علیہ السلام قال:

سمعته يقول: انّ الله خلف هذا النطاق زبرجدة خضراء فمن خضرتها اخضرّت السماء.

قال: قلت: وما النطاق؟

قال: الحجاب، ولله وراء ذلك سبعون ألف عالم أكثر من عدد الانس والجن وكلّهم يلعن فلاناً وفلاناً.

عبیداللہ بن عبداللہ دھقان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ نے اس "نطاق" کے پیچھے سبز زبرجد سے آسمان بنایا ہے کہ جس کی وجہ سے آسمان سبز ہے؟

میں نے عرض کیا: وہ نطاق کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ پردہ ہے۔ اس کی پشت پر اللہ کے لیے ستر ہزار عالم ہیں، جن کی تعداد جن وانس سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ سب محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (بحارالانوار: ۵۴/۳۳۰)

کیا ہم جس جگہ میں ہیں آپ کو یاد ہے؟

أحمد بن مهران عن محمد بن عليّ عن أبي الحكم

الأرمني قال: حدثني عبدالله بن ابراهيم بن علي بن عبدالله بن جعفر بن أبي طالب عن يزيد بن سليط الزيدي قال أبو الحكم: وأخبرني عبدالله بن محمد بن عمارة الجرمي عن يزيد بن سليط قال: لقيت أبا إبراهيم عليه السلام ونحن نريد العمرة في بعض الطريق فقلت: جعلت فداك، هل تثبت هذا الموضع الّذي نحن فيه؟

قال: نعم، فهل تثبته أنت؟

قلت: نعم: إنّي أنا وأبي لقيناك هاهنا وأنت مع أبي عبدالله عليه السلام ومعه إخوتك فقال له أبي: بأبي أنت وأمي، أنتم كلكم أئمة مطهّرون، والموت لا يعرى منه أحد فأحدث إلي شيئاً أحدث به من يخلفني من بعدي فلا يضلّ.

قال: نعم، يا أبا عبدالله! هؤلاء ولدي وهذا سيّدهم - وأشار إليك - وقد علم الحكم والفهم والسخاء والمعرفة بما يحتاج إليه الناس وما اختلفوا فيه من أمر دينهم ودنياهم، وفيه حسن الخلق وحسن الجواب، وهو باب من أبواب الله عزّوجلّ وفيه أخرى خير من هذا كلّه.

فقال له أبي: وما هي بأبي أنت وأمي؟

قال عليه السلام: يخرج الله عزّوجلّ منه غوث هذه الأمة

وغياثها وعلمها ونورها وفضلها وحكمتها خير مولود وخير ناشئ، يحقن الله عزّوجلّ به الدماء ويصلح به ذات البين ويلمّ به الشعث ويشعب به الصدع، ويكسو به العاري ويشبع به الجائع، ويؤمن به الخائف.

وينزل الله به القطر، ويرحم به العباد خير كهل وخير ناشئ ، قوله حكم، وصمته علم، يبين للناس ما يختلفون فيه ويسود عشيرته من قبل أوان حلمه.

فقال له أبي : بأبي وأمي ، وهل ولد؟

قال: نعم ، ومرّت به سنون.

قال يزيد: فجاء نا من لم نستطع معه كلاماً.

قال يزيد: فقالت لأبي ابراهيم عليه السلام : فأخبرني أنت بمثل ما أخبرني به أبوك عليه السلام ؟

فقال لي: نعم إنّ أبي عليه السلام كان في زمان ليس هذا زمانه.

فقلت له: فمن يرضى منك بهذا فعليه لعنة الله.

قال: فضحك أبو ابراهيم عليه السلام ضحكاً شديداً ، ثمّ قال: أخبرك يا أبا عمارة! انّي خرجت من منزلي فأصيت إلى ابني فلان وأشركت معه بني في الظاهر وأوصيته في الباطن ، فأفردته وحده، ولو كان الأمر إليّ لجعلته في القاسم ابني، لحبّي إيّاه ورأفتي عليه،

ولكن ذلك إلى الله عزّوجلّ يجعله حيث يشاء، ولقد جاءني بخبره رسول الله ﷺ ثمّ أرانيه وأراني من يكون معه وكذلك لا يوصى إلى أحد منّا حتّى يأتي بخبره رسول الله ﷺ وجدّي عليّ صلوات الله عليه، ورأيت مع رسول الله ﷺ خاتماً وسيفاً وعصاً وكتاباً وعمامة.

فقلت: ما هذا يا رسول الله؟

فقال لي: أما العمامة فسلطان الله عزّوجلّ.

وأما السيف فعزّ الله تبارك وتعالىٰ.

وأمّا الكتاب فنور الله تبارك وتعالىٰ.

وأما العصا فقوّة الله.

وأما الخاتم، فجامع هذه الأمور.

ثُمّ قال لي: والأمر قد خرج منك إلى غيرك.

فقلت: يا رسول الله! أرنيه أيّهم هو؟

فقال رسول الله ﷺ: ما رأيت من الأئمة أحداً أجزع على فراق هذا الأمر منك، ولو كانت الامامة بالمحبّة لكان إسماعيل أحبَّ إلى أبيك منك، ولكن ذلك من الله عزّوجلّ.

ثُمّ قال أبو إبراهيم علیہ السلام: ورأيت ولدي جميعاً الأحياء منهم والأموات، فقال لي أمير المؤمنين علیہ السلام: هذا سيّدهم – وأشار إلى ابني عليّ – فهو منّي وأنا منه،

واللّٰہ مع المحسنین.

قال یزید: ثمّ قال أبو ابراهیم علیہ السلام: یایزید! إنّها ودیعةٌ عندك فلا تخبربها إلاّ عاقلًا أو عبداً تعرفه صادقاً وان سئلت عن الشّهادة فاشهد بها، وهو قول الله عزّوجلّ ﴿إنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (سورۂ نساء:۵۸)

وقال لنا أیضاً: ﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ (سورۂ بقرہ:۱۴۰)

قال: فقال أبو إبراهیم علیہ السلام: فأقبلت علی رسول الله صلی الله علیه وآله فقلت: قد جمعتهم لی بأبی وأمّی فأیّهم هو؟ فقال: هو الّذی ینظر بنور الله عزّوجلّ ویسمع بفهمه وینطق بحکمته یصیب فلا یخطئ ویعلم فلا یجهل معلّماً حکماً وعلماً، هو هذا - وأخذ بید علیّ ابنی - ثمّ قال: ما أقلّ مقامك معه، فإذا رجعت من سفرك فأوص وأصلح أمرك وافرغ ممّا أردت فإنّك منتقلٌ عنهم ومجاورٌ غیرهم - فإذا أردت فادع علیّاً فلیغسّلك ولیکفّنك، فإنّه طهرٌ لك ولا یستقیم إلاّ ذلك، وذلك سنّةٌ قد مضت.

فاضطجع بین یدیه وصفّ إخوته خلفه وعمومته ومره فلیکبّر علیك تسعاً، فإنّه قد استقامت وصیّته ووصیت وأنت حیٌّ - ثمّ اجمع له ولدك من بعدهم

فأشهد عليهم وأشهد الله عزّوجلّ وكفٰى بالله شهيداً.

قال يزيد: ثُمّ قال لي أبو ابراهيم عليه السلام : إنّي أو خذ في هذه السّنة والأمر هو إلى ابني عليّ سميّ عليّ وَعَلِيّ. فامّا عليٌّ الأوّل فعليُّ بن ابي طالب عليه السلام، وأمّا الآخر فعليُّ بن الحسين عليه السلام أعطي فهم الأوّل وحلمه ونصره وودّه ودينه ومحنته ومحنة الآخر وصبره على ما يكره وليس له أن يتكلّم إلاّ بعد موت هارون بأربع سنين.

ثمّ قال لي: يايزيد! و إذا مررت به ذا الموضع ولقيته وستلقه فبشّره أنّه سيولد له غلامٌ أمينٌ مأمونٌ مباركٌ وسيعلمك أنّك قد لقيتني فأخبره عنده ذٰلك أنّ الجارية الّتي يكون منها هذا الغلام جاريةٌ من أهل بيت مارية، جارية رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أمّ إبراهيم، فإن قدرت أن تبلّغها منّي السّلام فافعل!

قال يزيد: فلقيت بعد مضيّ أبي إبراهيم عليه السلام عليّاً عليه السلام فبدأني فقال لي: يايزيد! ما تقول في العمرة؟

فقلت: بأبي أنت وأمّي ذٰلك إليك ، وما عندي نفقةٌ.

فقال: سبحان الله! ما كنّا نكلّفك ولا نكفيك.

فخرجنا حتّى انتهينا إلى ذٰلك الموضع، فابتدأني فقال: يايزيد! إنّ هذا الموضع كثيراً ما لقيت فيه جيرتك وعمومتك.

قلت: نعم، ثمّ قصصت عليه الخبر.

فقال لی: أمّا الجاریة فلم تجئ بعد، فإذا بلغتها منه السّلام.

فانطلقنا إلى مكّة فاشتراها فی تلك السّنة فلم تلبث إلّا قليلًا حتّى حملت، فولدت ذلك الغلام.

قال يزيد: وكان إخوة عليّ يرجون أن يرثوه، فعادونی إخوته من غير ذنب.

فقال لهم إسحاق بن جعفر: والله، لقد رأيته وَإنّه ليقعد من أبی إبراهيم علیہ السلام بالمجلس الّذی لا أجلس فيه أنا.

ابوعمارہ یزید بن سلیط زیدی کہتے ہیں: جن دنوں میں عمرہ پر جا رہا تھا تو اس دوران حضرت امام کاظم علیہ السلام سے راستے میں ملاقات ہوئی۔ میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: قربان جاؤں! اب ہم جس جگہ پر ہیں آپؑ کو یاد ہے کہ کسی زمانے میں یہاں اکٹھے ہوئے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! تو بھی یاد ہے، یہ جگہ بھی یاد ہے۔

میں نے عرض کیا: اسی مقام پر میرے والد اور مجھ سے آپؑ کے والد بزرگوار کی ملاقات ہوئی تھی اور آپؑ بھی اپنے والد محترم کے ہمراہ تھے۔ میرے والد نے آپؑ کے والد ماجد کے حضور عرض کیا تھا کہ میرے والدین آپؑ پر قربان ہو جائیں۔ آپؑ تمام آئمہ پاک و پاکیزہ ہیں۔ موت ہمیشہ ہمارے گرد و نواح میں رہتی ہے۔ آپؑ اپنے جانشین کی نشان دہی فرمائیں، میں اپنی اولاد کو بتاؤں، تا کہ وہ گمراہ نہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! یہ سب میرے بیٹے ہیں اور یہ ان کا سردار ہے۔ اُس وقت امام علیہ السلام نے آپؑ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ یہ وہ ہیں کہ جنھیں اللہ نے علم و فہم اور اُمور قضاوت عطا کر رکھے ہیں۔ لوگوں کے درمیان جتنے ذہنی و دنیاوی

اختلافات ہیں ان کا حل ان کے پاس ہے۔ یہ پیکرِ خلقِ عظیم ہیں۔ میں ان کے پاس ہر سوال کا خوب صورت ترین جواب ہے اور یہ خداوند تعالیٰ کے پُرعظمت ابواب میں سے ایک عظیم الشان باب (دروازہ) ہیں اور اس کے علاوہ ان کے اندر ایک ایسی فضیلت ہے جوان سب سے بڑھ کر ہے۔

میرے والد نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟

آنحضرتؑ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ اس اُمت کی ان کے ذریعے مدد فرمائے گا، وہ ان کے لیے ملجا و ماویٰ ہوں گے۔ علم، نور، دانش اور حکمت ان کی صُلب سے اس اُمت کے لیے خارج فرمائے گا۔ وہ بہترین مولود ہوں گے اور بہترین طفل ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ اس کی بدولت خونریزی کا خاتمہ فرمائے گا اور لوگوں کے درمیان امن و آشتی کو قائم فرمائے گا۔ افتراق و انتشار کا خاتمہ کرے گا۔ ہر رخنہ کی اصلاح کرے گا۔ بے لباس کو لباس دے گا، بھوکے کو کھانا کھلائے گا اور خوفزدہ کو امن و امان کا خزانہ عطا کرے گا۔

خداوند تعالیٰ اس کی برکت سے بارانِ رحمت نازل فرمائے گا اور اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔ وہ اپنی جوانی میں سب سے بہتر ہوگا اور اپنے بڑھاپے میں بھی سب سے ارفع و اعلیٰ ہوگا۔

جب وہ بولے گا تو حکمت و دانش کے دریا بہا دے گا۔ جب خاموش ہوگا تو اس وقت اس کے اندر علم کے سمندر موجزن ہوں گے۔ لوگ جن اُمور میں اختلاف کریں گے، وہ ان کے درمیان عدالت قائم کرے گا۔ وہ اپنے بلوغ سے قبل اپنے خاندان پر سرداری کرے گا۔

میرے والد نے عرض کیا: میرے والدین آپؐ پر قربان ہو جائیں کیا وہ پیدا ہو چکے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں وہ پیدا ہو چکے ہیں۔

یزید کہتے ہیں کہ اس دوران ایک شخص وارد ہوا کہ اس کے آنے پر میں اُس سے گفتگو کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔

یزید کہتا ہے کہ میں نے امام کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: جس طرح آپؑ کے والد نے اپنے جانشین کی خبر دی تھی اس طرح آپؑ بھی اپنے جانشین کی خبر دیں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جس زمانے میں میرے والد تھے، ہمارا زمانہ اُس طرح کا نہیں ہے۔ ہمارے زمانے کے حالات کچھ اور ہیں۔

میں نے عرض کیا: جو شخص اس جواب پر خاموش رہے اُس پر خدا کی لعنت ہو۔

راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام میری اس بات پر خوب ہنسے، بعدازیں آپؑ نے فرمایا: اے ابوعمارہ! میں تمھیں بتاؤں جب میں اپنے گھر سے سفر کے لیے باہر آیا تھا تو میں نے اپنی تمام اولاد کو وصیت کی تھی اور اپنے اس بیٹے کو ان کے ساتھ شامل کر کے وصیت کی تھی لیکن باطن میں صرف اُسے وصیت کی تھی۔ اگر امر امامت میرے ہاتھ میں رہتا تو میں اپنے بیٹے قاسم کو ودیعت کروں گا، کیوں کہ مجھے ان سے محبت ہے اور میں ان پر مہربان ہوں۔ لیکن یہ اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن ان کی امامت کی اطلاع بذریعہ خواب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مل چکی ہے، کیوں کہ انھوں نے اور جو اُن کے ساتھ تھے انھوں نے خواب میں مجھے اُن کی نشاندہی فرمائی تھی۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے جد بزرگوار امام علی علیہ السلام کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ملے اُس وقت تک ہم کسی کے حق میں امامت کی وصیت نہیں کرتے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انگوٹھی، شمشیر، عصا، عمامہ اور کتاب تھی۔

میں نے بارگاہِ رسالتؐ میں عرض کیا: یہ کیا ہیں؟

آپؐ نے فرمایا:

عمامہ...... خداوند تعالیٰ کی قدرت وسلطنت کی علامت ہے۔

تلوار...... اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت کی علامت ہے۔

کتاب...... خداوند تعالیٰ کے نور کی علامت ہے۔

عصا...... خداوند تعالیٰ کی قوت کی علامت ہے۔

انگوٹھی...... ان تمام علامات کے مجموعہ کی علامت ہے۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: اب آپ کی امامت کا دور ختم ہوا چاہتا ہے۔ یہ امامت اب ایک اور کو ملنے والی ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! جسے امامت ملنے والی ہے وہ مجھے دکھایئے وہ کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: میں نے کسی امام کو اُس کی امامت کی جدائی پر اس طرح بے تاب نہیں دیکھا، جس طرح آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر امامت ازراہِ محبت ہوتی تو اسماعیلؑ تیرے والد کے نزدیک بہت بڑا مقام رکھتا تھا۔ لیکن امامت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ امامت کی تعیین وہ خود فرماتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: اُس وقت میں نے اپنی تمام اولاد کو دیکھا چاہے وہ حیات تھے یا اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ اُس وقت جناب امیرالمومنینؑ نے میرے بیٹے علی رضاؑ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا: یہ سب کا سردار ہے۔ میں اُس سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے اور اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

راوی کہتا ہے: اُس وقت امام کاظم علیہ السلام نے میری طرف نگاہ کی اور فرمایا: اے یزید! جو کچھ ابھی میں نے بیان کیا ہے یہ امانت ہے۔ یہ صرف اُس آدمی کو بتا سکتے ہو، جو عاقل ہو اور سچا ہو۔ اگر تم سے گواہی طلب کی جائے تو گواہی تم پر لازم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول بھی ہے: "تحقیق اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے امانتوں کو ان کے صاحبان

تک پہنچا دو"۔(سورۂ نساء:۵۸)

آپؑ نے قرآن مجید کی ایک اور آیت پڑھی:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ

"اور اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کی شہادت کو چھپائے؟" (سورہ بقرہ:۱۴۰)

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اُس خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کیا تھا: میرے والدین آپؐ پر قربان ہو جائیں۔ آپؐ نے میری تمام اولاد کی بات کی ہے۔ یہ فرمائیں ان میں سے امام کون ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ وہ ہے جو اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے اور اُس کے عطا کردہ فہم سے سنتا ہے اور اس کی عطا کردہ حکمت و دانش سے بولتا ہے۔ اُس کا ہر فیصلہ حق ہے وہ عالم و دانا ہے، وہ حکمت و دانش کا پیکر ہے۔ پھر آپؐ نے میرے بیٹے علی رضاؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: یہ امام ہیں۔

پھر انھوں نے مجھے فرمایا: اب تمھاری ہمراہی ان کے ساتھ کس قدر کم ہے۔ جب سفر سے واپس لوٹو تو وصیت کرو اور اپنے تمام اُمور کو نمٹا لو اور دنیاوی معاملات سے فراغت حاصل کرلو۔ اب تم ان سے جدا ہونے والے ہو اور دوسروں سے ملنے والے ہو۔ جب تم ارادہ کرلو تو اپنے بیٹے علی رضاؑ کو بلا لو (اور وہ آپؑ کی زندگی میں آپؑ کو غسل دیں) اور کفن پہنا دیں۔ اُن کا آپؑ کو غسل دینا آپؑ کی عظمت کے لیے ضروری ہے۔

یہ امر ازحد ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہ زمانہ قدیم سے سنت آرہی ہے۔

پھر آپؑ ان کے سامنے اس طرح لیٹ جائیے جس طرح ایک میت کو رکھا جاتا ہے۔ اُس کے برادران اور چچا ان کے پیچھے صف باندھ لیں اور تم انھیں حکم دو کہ

وہ آپؑ کے امتیاز و احترام کی خاطر آپؑ پر نو تکبیریں پڑھیں، تاکہ وصیت کے امور مکمل ہو جائیں اور آپؑ کی زندگی میں آپؑ کے تمام اُمور کی اُنھیں ولایت حاصل ہو جائے۔ بعد ازیں اپنی تمام اولاد کو ان پر جمع کرلو اور اُن سے گواہی لے لو اور اپنے اللہ کو بھی گواہ بنالو اور اللہ کی شہادت سب پر کافی ہے۔

یزید کہتا ہے: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اس سال مجھے گرفتار کرلیا جائے گا۔ امرِ امامت میرے بیٹے علی رضاؑ کے پاس ہوگا۔ ان کا نام نامی علیؑ ہے اور وہ امام علیؑ بن ابی طالبؑ کے ہم نام ہیں۔ پہلے علیؑ "امام علیؑ بن ابی طالب" ہیں اور دوسرے علیؑ "علی بن الحسینؑ" ہیں۔ انھیں پہلے علیؑ کا فہم، حلم اور نصرت اور ان کی محبت اور ان کا دین عطا کیا گیا ہے۔ اور انھیں دوسرے علیؑ کا صبر عطا کیا گیا ہے۔ وہ ہارون رشید کی موت کے بعد چار سال تک خاموش رہیں گے۔

راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام نے فرمایا: اے یزید! جب تو واپس اپنے وطن جائے اور تو اُن سے ملاقات کرے اور انھیں مبارک دینا کہ عنقریب ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا، جو امین و مامون اور پُر برکت اور سعید ہوگا اور وہ آپ کو بتائیں گے کہ تو نے مجھے اس مقام پر دیکھا تھا۔ اُس وقت انھیں بتانا کہ وہ کنیز جو اُس بیٹے کی ماں ہوگی وہ کنیز رسولؐ اللہ ماریہ کے خاندان سے ہوگی، جس کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے جناب ابراہیمؑ نے جنم دیا تھا۔ اگر تیرے لیے ممکن ہو تو اُس کنیز کو میرا سلام پہنچانا۔

یزید کہتا ہے: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی رحلت کے بعد میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کی۔ انھوں نے فرمایا: اے یزید! کیا عمرہ کے لیے تیار ہو؟

میں نے عرض کیا: میرے والدین آپؑ پر قربان ہوں، یہ سب کچھ آپؑ کے اختیار میں ہے لیکن اس وقت میرے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! آپ کے زادِ راہ کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے۔

آخرکار ہم اس سفر پر چل پڑے اور جب اس مقام پر پہنچے تو حضرتؑ نے میرے کہنے سے قبل فرمایا: تو نے اس مقام پر اپنے بہت سے پڑوسیوں اور چچاؤں سے ملاقات کی ہے۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

بعدازیں میں نے ان کے حضور وہ داستان پیش کی۔

آپؑ نے سن کر فرمایا: ابھی تک وہ کنیز ہمارے پاس نہیں آئی جب آئے گی تو اپنے امامؑ کے سلام ان تک پہنچانا۔ بعدازیں میں مکّہ کی طرف چل پڑا۔ آپؑ نے اُسی سال اس کنیز کو خریدا۔ کچھ عرصہ بعد وہ کنیز حاملہ ہوئی اور اُس نے بیٹے کو جنم دیا۔

یزید کہتا ہے: امام رضا علیہ السلام کے برادران میں سے ہر ایک اپنی امامت کی اُمید لیے ہوئے تھا۔ اس وجہ سے وہ میرے دشمن ہو گئے۔ اسحاق بن جعفر نے انھیں کہا: بخدا! جو مقام بارگاہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں انھیں حاصل تھا وہ مجھے بھی حاصل نہ تھا۔ (الکافی: ۱/۳۱۳، اعلام الوریٰ: ص ۳۱۷)

قربان جاؤں میری سفارش فرماؤ

علي بن إبراهيم عن محمد بن عيسیٰ عن موسیٰ بن القاسم البجلي عن علي بن جعفر عليه السلام قال:

جاء ني محمد بن إسماعيل وقد اعتمرنا عمرة رجب ونحن يومئذ بمكّة، فقال: يا عم! إنّي أريد بغداد وقد أحببت أن أودع عمّي أبا الحسن – يعني موسیٰ بن جعفر عليه السلام – وأحببت أن تذهب معي إليه، فخرجت معه نحو أخي وهو في داره التي بالحوبة وذلك بعد المغرب بقليل، فضربت الباب.

فأجابني أخي فقال: من هذا؟

فقلت: عليّ.

فقال : هو ذا أخرج وكان بطئ الوضوء.

فقلت: العجل.

قال: وأعجل. فخرج وعليه إزار ممشق قد عقده في عنقه حتّى قعد تحت عتبة الباب.

فقال علي بن جعفر رضي الله عنه : فانكببت عليه ، فقبّلت رأسه وقلت: قد جئتك في أمر إن تره صواباً، فالله وفق له ، وإن يكن غير ذلك مما أكثر ما نخطئ

قال: وما هو؟

قلت: هذا ابن أخيك يريد أن يودعك ويخرج إلى بغداد.

فقال لي: ادعه.

فدعوته، وكان متنحيًا ، فدنا منه فقبّل رأسه وقال: جعلت فداك، أوصني!

فقال: أوصيك أن تتّقي الله في دمي!

فقال مجيباً له: من أراده بسوء فعل الله به، وجعل يدعو على من يريده بسوء.

ثُمّ عاد فقبّل رأسه فقال: ياعم! أوصني!

فقال: أوصيك أن تتّقي الله في دمي.

فقال: من أراده بسوء فعل الله به وفعل.

ثُمّ عاد فقبّل رأسه ، ثمّ قال: ياعم! أوصني!

فقال: أوصيك أن تتقي الله في دمي.

فدعا على من أراده بسوء.

ثمّ تنحّى عنه ومضيت معه ، فقال لي أخي: ياعلي! مكانك!

فقمت مكاني ، فدخل منزله، ثمّ دعاني ، فدخلت إليه، فتناول صرّة فيها ، مائة دينار ، فأعطانيها وقال: قل لابن أخيك، يستعين بها على سفره.

قال عليّ : فأخذتها فأدرجتها في حاشية ردائي.

ثمّ ناولني مائة أخرى وقال: أعطه أيضاً.

ثمّ ناولني صرّة أخرى وقال: أعطه أيضاً.

فقلت: جعلت فداك، اذا كنت تخاف منه مثل الّذي ذكرت فلم تعينه على نفسك؟

فقال: إذا وصلته وقطعني قطع الله أجله.

ثمّ تناول مخدة أدم فيها ثلاثة آلاف درهم وضح، وقال: أعطه هذه أيضاً.

قال: فخرجت إليه فأعطيته المائة الأولى، ففرح بها فرحاً شديداً ودعا لعمه ، ثُمّ أعطيته الثانية والثالثة، ففرح بها حتّى ظننت أنّه سيرجع ولا يخرج، ثمّ أعيته الثلاثة آلاف درهم.

فمضى على وجهه حتّى دخل على هارون. فسلّم عليه

بالخلافة ، وقال : ما ظننت أن في الأرض خليفتين
حتى رأيت عمي موسى بن جعفر يسلّم عليه بالخلافة.
فأرسل هارون إليه بمائة ألف درهم، فرماه الله
بالذبحة، فما نظر منها إلى درهم ولامسّه.

موسیٰ بن قاسم بجلی راوی ہیں کہ علی بن جعفر نے کہا: میں نے ماہِ رجب میں عمرہ ادا کیا۔ میں ابھی مکہ میں ہی تھا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے پوتے محمد بن اسماعیل میرے قریب آئے اور کہا: اے چچا جان! میں بغداد جانا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ بغداد جانے سے پہلے اپنے چچا امام کاظم علیہ السلام سے مل کر جاؤں۔ ان کی ملاقات کے لیے میرے ساتھ چلیے۔ ہم بعد از مغرب ان کی منزل جو "حوبہ" میں تھی، کے پاس پہنچے تو میں نے دق الباب کیا۔

میرے بھائی نے جواب دیا: کون ہو؟

میں نے عرض کیا: میں علی ہوں۔

آپ نے فرمایا: ابھی آیا۔

آپ نے اپنے وضو کو طول دیا اور میں نے عرض کیا: جلدی کیجیے۔

آپ نے فرمایا: میں جلدی کر رہا ہوں۔ پھر آپ تشریف لائے اور کپڑے کا رنگین پارچہ آپ کے گلے میں تھا اور اپنے گھر کے دروازہ پر نیچے بیٹھ گئے۔

علی بن جعفر کہتے ہیں کہ میں ان پر جھکا اور اُن کے سرِ مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا: میں آپ کے پاس ایک کام کے لیے آیا ہوں۔ اگر آپ قبول فرمائیں تو یہ توفیق خداوندی ہوگی۔ اگر اس کے علاوہ ہوا تو ہماری خطائیں کثیر ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا کام ہے؟

میں نے عرض کیا: آپ کے بھتیجے آئے ہیں، بغداد جانا چاہتے ہیں۔ آپ کو

الوداع کرنے کے لیے آئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: انھیں لے آئیے۔

میں نے انھیں باہر ایک طرف رُکنے کے لیے کہا تھا۔ انھیں آواز دی۔ وہ ہمارے پاس آئے۔ اُس نے آپؑ کے سر کا بوسہ لیا اور کہا: قربان جاؤں مجھے نصیحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میری وصیت یہ ہے کہ میرے خون کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا۔

اُس نے جواب دیا: جو آپؑ کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کوئی ارادہ رکھے وہ خود اُس کے پیش آئے۔ اس طرح اُس نے آپؑ کے حق میں بدخواہی کے ارادہ کرنے والے پر نفرین کی۔ دوبارہ آپؑ کے سر مبارک کا بوسہ لیا اور کہا: چچا جان! مجھے نصیحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے خون کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

اُس نے کہا: جو آپؑ کے بارے میں بدخواہی کرے خداوند تعالیٰ اُسے سزا دے۔

پھر اُس نے آپؑ کے سرِ اقدس کے بوسے لیے اور کہا: اے چچا جان! نصیحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرے خون کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ پس اُس نے آپؑ کے حق میں بدخواہی کرنے والے کے لیے بددعا کی اور ایک طرف چل پڑا اور میں بھی اس کی طرف چل پڑا۔

میرے بھائی نے مجھے فرمایا: تم ٹھہر جاؤ۔ یہ سن کر میں ٹھہر گیا۔ پھر آپؑ گھر کے اندر چلے گئے اور مجھے آواز دی۔ میں ان کے قریب گیا۔ آپؑ نے ایک تھیلی جس

میں ایک سو دینار تھے، میرے حوالے کی اور فرمایا: اپنے بھتیجے کو یہ دے دو اور اُسے کہو کہ وہ اسے اپنے سفری ضروریات میں خرچ کرے۔ میں نے وہ تھیلی لی اور اُس کے حوالے کی۔ پھر آپؑ نے مجھے ایک اور سو دینار کی تھیلی دی کہ یہ بھی اُس کے حوالے کر دو۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں آپؑ کو اُس سے اس قدر خوف بھی ہے اور پھر آپ اُس کی مدد بھی فرما رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں تو اُس سے صلہ رحمی کر رہا ہوں اور جب وہ مجھ سے قطع تعلق کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی زندگی کو ختم کر دے گا۔

بعدازیں آپؑ نے ایک چمڑے کی تھیلی جس میں تین صد درہم تھے، میرے حوالے کی کہ اُسے دے دوں۔ میں محمد کے پاس گیا اور ایک سو دینار والی پہلی تھیلی اُس کے حوالے کی تو وہ بہت خوش ہوا اور اپنے چچا کے حق میں دعا دی۔

پھر مَیں نے دوسری اور تیسری تھیلی اُس کے حوالے کی تو پھر اُس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے گمان کیا کہ اب وہ بغداد نہیں جائے گا۔ پھر میں نے ایک سو درہم اُس کے حوالے کیے۔ لیکن وہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا اور ہارون کے پاس پہنچا اور اُسے خلیفہ کی حیثیت سے سلام کیا اور کہا: میرے تو گمان میں ہی نہ تھا کہ اللہ کی زمین پر دو خلیفے ہو سکتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ لوگ میرے چچا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بطور ایک خلیفہ کے سلام کرتے ہیں۔

ہارون نے ایک ہزار درہم اُس کے حوالے کیے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے بیماری اور تنگدستی میں مبتلا کر دیا کہ نہ تو وہ کسی درہم کو دیکھ سکا اور نہ ہاتھ لگا سکا۔ (الکافی: ۱/۴۷۵)

کیا علم و دانش بھی ان کی طرف سے ہے؟

حدثنا عبدالله بن جعفر بن محمد عن عیسٰی عن داود النهدی عن علی بن جعفر عن أبی الحسن علیه السلام أنّه سمعه یقول: لو أوذن لأخبرنا بفضلنا.

قال: قلت له: العلم منه؟

قال: فقال لی: العلم أیسر من ذٰلك.

علی بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اگر آپ لوگ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو اپنے فضائل سے آگاہ کروں۔

میں نے عرض کیا: کیا علم و دانش ان کی طرف سے ہے۔

آپؑ نے فرمایا: علم و دانش تو ایک سادہ ترین مورد ہے۔ (مسائل علی بن جعفر: ص ۳۲۳)

لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپؑ علم غیب جانتے ہیں

قال: أخبرنی الحسین بن أحمد بن المغیرة قال: أخبرنی أبو محمد حیدر بن محمد السمرقندی قال: أخبرنی أبو عمرو محمد بن عمرو الکشی قال: حدثنا حمدویه بن نصیر قال: حدثنا یعقوب بن یزید عن ابن أبی عمیر عن ابن المغیرة قال:

کنت أنا ویحیی بن عبدالله بن الحسن عند أبی الحسن علیه السلام فقال له یحیی: جعلت فداك، إنّهم یزعمون أنّك تعلم الغیب؟

فقال: سبحان الله! ضع یدك علی رأسی، فوالله ما

بقيت شعرة فيه ولا في جسدي إلاّ قامت.

ثمّ قال: لا والله ما هي إلاّ وراثة عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.

قال العلّامة المجلسي رحمه الله:

تحقيق: قد عرفت مراراً أنّ نفي علم الغيب عنهم معناه أنّهم لا يعلمون ذٰلك من أنفسهم بغير تعليمه تعالى بوحي أو إلهام. وإلاّ فظاهر أن عمدة معجزات الانبياء والأوصياء علیهم السلام من هذا القبيل...

ابن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں اور یحیٰ بن عبداللہ بن حسن حضرت امام کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ یحیٰ نے آپؑ کے حضور عرض کیا: قربان جاؤں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ علمِ غیب جانتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ، بخدا! میرے سر کا اور جسم کا کوئی ایسا بال نہیں جو اپنی جگہ پر کھڑا نہیں ہو چکا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: بخدا! جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور میراث کے حاصل کیا ہے۔ (امالی مفید: ص ۲۳)

علامہ مجلسی نے بھی لکھا ہے: یہ بات واضح و روشن ہے کہ اہلِ بیتؑ سے جو علمِ غیب منسوب ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ علوم اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی و الہام حاصل ہوئے۔ وہ اپنی طرف سے ان اُمور کے عالم نہ تھے۔

اور یہی حال ہے تمام انبیاءؑ اور ان کے اوصیاءؑ کا کہ ان کو جو معجزات ملے تھے وہ بھی اللہ کی طرف سے انھیں حاصل ہوئے تھے۔ (بحار الانوار: ۲۶/۱۰۳)

مجھے دعا کی تعلیم دیجیے میں مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں

عن زياد القندي قال: كتبت إلى أبي الحسن الأوّل علیه السلام:

علّمني دعاء فإنّي قد بليت بشئ ، وكان قد حبس ببغداد حيث اتهم بأموالهم.

فكتب إليه: إذا صلّيت فأطل السجود ، ثمّ قل: «ياأحد من لا أحد له» حتى ينقطع نفسك ، ثُمّ قل: «يا من لا يزيده كثرة الدعاء إلّا جوداً وكرماً» حتّى ينقطع نفسك. ثم قل: «يارب الأرباب أنت أنت أنت الّذي انقطع الرجاء إلّا منك ، ياعلي ياعظيم».

قال: زياد فدعوت به ، ففرج الله عنّي وخلّى سبيلي.

زیاد قندی کہتے ہیں کہ مجھے اموال کے غصب کے الزام میں گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا گیا۔ میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی طرف لکھا کہ اس وقت میں زندان میں ہوں، مجھے کسی دعا کی تعلیم دیجیے تا کہ اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کروں۔

امام علیہ السلام نے میری طرف لکھا کہ جب نماز پڑھو تو لمبے لمبے سجدے کرو اور پھر کہو: یَا اَحَدُ مَنْ لَا اَحَدَ لَهٗ اس کلام کا اتنا ورد کرو کہ سانس ختم ہو جائے۔ پھر کہو: یَامَنْ لَا یَزِیْدُهٗ کَثْرَةَ الدُّعَاءِ اِلَّا جُوْداً وَکَرَماً اتنا ورد کرو کہ سانس ختم ہو جائے۔ پھر کہو: یَارَبَّ الْاَرْبَابِ اَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ الَّذِیْ اِنْقَطَعَ الرَّجَاءَ اِلَّا مِنْكَ یَاعَلِیُّ یَاعَظِیْمُ۔ زیاد قندی کہتے ہیں کہ جونہی میں نے اس دعا کو پڑھا خداوند تعالیٰ نے میری مصیبت ختم فرما دی اور مجھے قید سے چھٹکارا مل گیا۔ (الکافی: ۳/ ۳۲۸، بحارالانوار: ۸۳/ ۲۳۲)

آپؑ اپنے شیعوں کو کیوں نہیں روکتے، جب کہ وہ آپؑ کو فرزندِ رسولؐ کے نام سے پکارتے ہیں

ابن الوليد ، عن أحمد بن إدريس ، عن محمد بن

أحمد ، عن محمد ابن إسماعيل العلوى قال: حدثني محمد بن الزبرقان الدامغاني قال: قال أبو الحسن موسىٰ بن جعفر علیہ السلام.

لمّا أمر هارون الرشيد بحملي ، دخلت عليه فسلّمت، فلم يرد السلام ورأيته مغضباً ، فرمى إلي بطومار فقال: اقرأه!

فاذا فيه كلام ، قد علم الله عزّوجلّ براءتي منه، وفيه: إنّ موسٰى بن جعفر يجبى إليه خراج الآفاق من غلاة الشيعة ممّن يقول بإمامته، يدينون الله بذٰلك، ويزعمون أنّه فرض عليهم إلى أن يرث الله الأرض ومن عليها ، ويزعمون أنّه من لم يذهب إليه بالعشر ولم يصل بامامتهم، ولم يحج بإذنهم ، ويجاهد بأمرهم، ويحمل الغنيمة إليهم، ويفضل الأئمة على جميع الخلق ، ويفرض طاعتهم مثل طاعة الله وطاعة رسوله، فهو كافر حلال ماله ، ودمه.

وفيه كلام شناعة ، مثل المتعة بلاشهود، واستحلال الفروج بأمره، ولو بدرهم ، والبراءة من السلف، ويلعنون عليهم في صلاتهم، ويزعمون أنّ من لم يتبرأ منهم فقد بانت امرأته منه، ومن أخّر الوقت فلا صلاة له ، لقول الله تبارك و تعالىٰ: ﴿أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (سورۂ مریم:۵۹)

يزعمون أنّه واد في جهنّم.

والكتاب طويل، وأنا قائم أقرأ وهو ساكت، فرفع رأسه وقال: اكتفيت بما قرأت فكلّم بحجّتك بما قرأته.

قلت: يا أمير المؤمنين! والّذي بعث محمداً ﷺ بالنبوّة، ما حمل إلى أحد درهماً ولا ديناراً من طريق الخراج، لكنّا معاشر آل أبي طالب نقبل الهديّة الّتي أحلّها الله عزّوجلّ لنبيه ﷺ في قوله: «لو أهدي لي كراع لقبلت، ولو دعيت إلى ذراع لأجبت».

وقد علم أمير المؤمنين (!!) ضيق ما نحن فيه، وكثرة عدوّنا، وما منعنا السلف من الخمس الّذي نطق لنا به الكتاب، فضيق بنا الأمر، وحرمت علينا الصدقة وعوضنا الله عزّوجلّ عنها الخمس، واضطررنا إلى قبول الهديّة وكلّ ذلك ممّا علمه أمير المؤمنين.

فلمّا تمّ كلامي سكت. ثمّ قلت: إن رأى أمير المؤمنين (!!) أن يأذن لابن عمّه في حديث عن آبائه، عن النبي ﷺ.

فكأنّه اغتنمها، فقال: مأذون لك، هاته!

فقلت: حدّثني أبي، عن جدّي يرفعه إلى النبي ﷺ: «أنّ الرحم إذا مست رحماً تحركت واضطربت».

فان رأيت أن تناولني يدك.

فأشار بيده إلي. ثمّ قال: ادن.

فدنوت فصافحني وجذبني إلى نفسه مليًّا، ثمّ فارقني وقد دمعت عيناه، فقال لي: اجلس ياموسىٰ! فليس عليك بأس، صدقت وصدق جدّك وصدق النبي صلى الله عليه وآله وسلم لقد تحرّك دمي، واضطربت عروقي، وأعلم أنّك لحمي ودمي. وأنّ الّذي حدّثني به صحيح، وإنّي أريد أن أسألك عن مسألة، فإن أجبتني، أعلم أنّك صدقتني خليت عنك، ووصلتك، ولم أصدق ما قيل فيك.

فقلت: ما كان علمه عندي أجبتك فيه.

فقال: لم لا تنهون شيعتكم عن قولهم لكم: يابن رسول الله! وأنتم ولد علي وفاطمة، إنّما هي وعاء والولد ينسب إلى الأب لا إلى الأم؟

فقلت: إن رأى أمير المؤمنين (!!) أن يعفيني من هذه المسألة، فعل؟

فقال: لست أفعل أو أجبت.

فقلت: فأنا في أمانك أن لا يصيبني من آفة السلطان شيء؟

فقال: لك الأمان.

قلت: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿وَ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ کُلًّا هَدَیۡنَا ۚ وَنُوۡحًا هَدَیۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡسُفَ وَ مُوۡسٰی وَ هٰرُوۡنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿﴾ وَ زَکَرِیَّا وَ یَحۡیٰی وَ عِیۡسٰی﴾.

(سورۂ انعام:۸۴-۸۵)

فمن أبو عیسٰی؟

فقال: لیس له أب ، انّما خلق من کلام الله عزّوجلّ وروح القدس.

فقلت: انّما ألحق عیسٰی بذراری الأنبیاء من قبل مریم، وألحقنا بذراری الأنبیاء من قبل فاطمة عَلَیۡهَا السَّلَام ، لا من قبل علی علیہ السلام.

فقال: أحسنت أحسنت یاموسٰی! زدنی من مثله.

فقلت : اجتمعت الأمة برّها وفاجرها أنّ حدیث النجرانی حین دعاه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إلی المباهلة لم یکن فی الکساء إلّا النبی وعلی وفاطمة والحسن والحسین علیہم السلام ، فقال الله تبارک وتعالٰی: ﴿فَمَنۡ حَآجَّكَ فِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَكُمۡ﴾. (سورۂ آل عمران:۶۱)

فکان تأویل أبناء نا: الحسن والحسین، ونساء نا: فاطمة، وأنفسنا: علی بن أبی طالب علیہ السلام.

فقال: أحسنت.

ثمّ قال: أخبرني عن قولكم: ﴿ليس للعم مع ولد الصلب ميراث﴾.

فقلت: أسألك يا أمير المؤمنين (!!) بحق الله وبحق رسوله صلى الله عليه وآله وسلم أن تعفيني من تأويل هذه الآية وكشفها، وهي عند العلماء مستورة.

فقال: إنّك قد ضمنت لي أن تجيب فيما أسألك ولست أعفيك.

فقلت: فجدّد لي الأمان.

فقال: قد أمنتك.

فقلت: إنّ النبي صلى الله عليه وآله وسلم لم يورث من قدر على الهجرة فلم يهاجر، و إنّ عمي العباس قدر على الهجرة فلم يهاجر، و إنّما كان في عدد الأسارى عند النبي صلى الله عليه وآله وسلم، وجحد أن يكون له الفداء، فأنزل الله تبارك وتعالىٰ على النبي صلى الله عليه وآله وسلم يخبره بدفين له من ذهب.

فبعث عليًّا عليه السلام فأخرجه من عند أمّ الفضل ، وأخبر العباس بما أخبره جبرئيل عن الله تبارك وتعالىٰ، فأذن لعلي عليه السلام وأعطاه علامة الّذي دفن فيه.

فقال العباس عند ذٰلك: يابن أخي! ما فاتني منك أكثر، وأشهد أنّك رسول ربّ العالمين.

فلمّا أحضر علی علیہ السلام الذهب، فقال العباس: أفقرتني يابن أخي!

فأنزل الله تبارك وتعالىٰ: ﴿إِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ﴾. (سورۂ انفال:۷۰)

وقوله: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾ (سورۂ انفال:۷۲)

ثمّ قال: ﴿وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ (سورۂ انفال:۷۲)

فرأيته قد اغتم.

ثُمّ قال: أخبرني من أين قلتم: إنّ الانسان يدخله الفساد من قبل النساء لحال الخمس الّذی لم يدفع إلى أهله؟

فقلت: أخبرك يا أمير المؤمنين (!!) بشرط أن لا تكشف هذا الباب لأحد ما دمت حيًّا ، وعن قريب يفرق الله بيننا وبين من ظلمنا ، وهذه مسألة لم يسألها أحداً من السلاطين غير أمير المؤمنين (!!)

قال: ولا تيم ولا عدی ولا بنو أمية ولا أحد من آبائنا؟

قلت: ما سئلت ولا سئل أبو عبدالله جعفر بن محمد علیہ السلام عنها.

قال: فإن بلغني عنك أو عن أحد من أهل بيتك

كشف ما أخبرتني به رجعت عمّا آمنتك.

فقلت: لك علی ذٰلك.

فقال: أجبت أن تكتب لي كلاماً موجزاً له أصول وفروع ، يفهم تفسيره ويكون ذٰلك سماعك من أبي عبدالله علیہ السلام.

فقلت: نعم ، وعلی عيني يا أميرالمؤمنين(!!)

قال: فإذا فرغت فارفع حوائجك ، وقام ، ووكّل بي من يحفظني، وبعث إلي في كلّ يوم بمائدة سرية، فكتبت:

بسم الله الرحمٰن الرحيم ، أمور الدنيا أمران:

أمر لا اختلاف فيه ، وهو إجماع الأمة علی الضرورة الّتي يضطرون إليها والأخبار المجتمع عليها المعروض عليها شبهة ، والمستنبط منها كلّ حادثة.

وأمر يحتمل الشك والانكار ، وسبيل استنصاح أهله الحجّة عليه ، فما ثبت لمنتحليه من كتاب مستجمع علی تأويله، أو سنة عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ لا اختلاف فيها ، أو قياس تعرف العقول عدله، ضاق علی من استوضح، تلك الحجّة ردّها ، ووجب عليه قبولها ، والاقرار والديانة بها ، وما لم يثبت لمنتحليه به حجّة من كتاب مستجمع علی تأويله، أو سنّة عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ لا اختلاف فيها ، أو قياس تعرف العقول عدله ، وسع خاص الأمة وعامها الشك

فیه ، والانكار له ، كذلك.

هذان الأمران من أمر التوحيد فما دونه إلى أرش الخدش فما دونه، فهذا المعروض الّذى يعرض عليه أمر الدين فما ثبت لك برهانه اصطفيته، وما غمض ضوؤه نفيته ، ولا قوّة إلّا بالله وحسبنا الله، ونعم الوكيل.

فأخبرت الموكّل بى أنّى قد فرغت من حاجته ، فأخبره فخرج، وعرضت عليه.

فقال: أحسنت هو كلام موجز جامع، فارفع حوائجك ياموسٰى!

فقلت : يا أميرالمؤمنين (!!) أوّل حاجتي إليك أن تأذن لي في الانصراف إلى أهلي، فإنّي تركتهم باكين آيسين من أن يروني أبداً.

فقال : مأذون لك ، ازدد؟

فقلت : يبقي الله أميرالمؤمنين (!!) لنا معاشر بني عمّه.

فقال: ازدد؟

فقلت: على عيال كثير ، وأعيننا بعد الله ممدودة إلى فضل أمير المؤمنين (!!) وعادته.

فأمرلي بمائة ألف درهم وكسوة ، وحملني وردني إلى أهلي مكرماً.

محمد بن زبرقان دامغانی راوی ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

جب مجھے ہارون رشید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ میں نے اُسے سلام کیا اور اُس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے دیکھا وہ اُس وقت شدید غصّے میں تھا، اُس نے میرے آگے ایک خط ڈالا اور کہا: پڑھو!

میں نے خط کو پڑھا، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ اس خط میں لکھا تھا۔ میں اُس سے بے قصور تھا۔ اس خط میں یہ لکھا تھا: موسیٰ بن جعفرؑ کے غالی شیعہ اُسے ہر طرف سے اموال بھیج رہے ہیں اور وہ انھیں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کی طرف مال بھیجنا وہ اُسے اپنا شرعی وظیفہ سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی زمین کا وارث قرار دیا ہے اور جو کچھ زمین پر ہے اُس کے بھی وہ وارث ہیں۔ اُن کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جو آدمی اپنے مال کا دسواں حصّہ ان کے حوالے نہیں کرتا تو ایسے کہ جیسے اُس نے اس کی امامت کی تصدیق نہیں کی اور نہ اس نے حج ان کی اجازت سے کیا اور نہ ان کے اذن سے جہاد کیا اور نہ مالِ غنائم اُن کے حوالے کیے اور نہ اُس نے اُنھیں تمام لوگوں پر فضیلت دی اور اُن کی اطاعت کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی مثل نہ سمجھا۔ ایسا آدمی کافر ہے، اس کا خون اور مال حلال ہے۔

اس خط میں اُن کے حق میں اور بہت سی گستاخیاں بھی درج تھیں جیسے متعہ۔ امام کی اجازت سے عورتوں کا مردوں پر حلال ہونا اگرچہ حق مہر ایک درہم پر بھی مشتمل کیوں نہ ہو۔ دشمنانِ آلِ محمدؐ سے بیزاری کرنا اور جو شخص ان لوگوں سے بیزاری نہ کرے تو اُس پر اس کی عورت حلال نہیں رہتی، اور جو شخص اپنی نماز کو موخر کرے تو اُس کی نماز نماز نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اُنھوں نے اپنی نماز کو ضائع کیا اور اپنے نفس کی پیروی کی، پس ایسے لوگ جلد جہنّم میں پہنچیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ جہنّم میں ایک وادی ہے، جس کا نام غیؔ ہے۔

یہ خط طولانی تھا، میں نے اس کو کھڑے ہو کر پڑھا اور وہ خاموش رہا۔ جب

میں نے خط کو پڑھ لیا تو ہارون نے اپنا سر بلند کیا اور کہا: جو کچھ اس میں پڑھا کیا کافی ہے۔ اب اس خط کے اندر جو کچھ ہے اگر تمھارے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرو۔

میں نے کہا: (اے ہارون رشید) جس ذات نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا نبی بنایا۔ کسی نے بھی میری طرف بطور خراج ایک درہم و دینار نہیں بھیجا۔ جی ہاں! ہم آلِ ابوطالبؑ ہدیہ کو قبول کرتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر حلال کیا ہے۔ اس بارے میں ان کا فرمان ہے:

"اگر کوئی مجھے گوسفند کی ٹانگ ہدیہ کرے تو میں قبول کرلوں گا،
اگر کوئی اُس کا ہاتھ تو وہ بھی میں قبول کرلوں گا"۔

آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں، میں تنگدستی کی زندگی بسر کر رہا ہوں اور میرے دشمن بہت زیادہ ہیں۔

اُس خمس جس کی گواہی قرآن نے دی ہے۔ خلفاء نے اُس سے کسی کو منع نہیں کیا تھا۔ ہم تنگدستی میں گرفتار ہیں۔ صدقہ ہم پر حرام ہے، اس لیے ہمارے لیے خمس مقرر فرمایا ہے۔ ہم ہدیہ کے قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ ان تمام اُمور کی آپ کو خبر ہے۔

جب میری بات تمام ہوئی تو ہارون بھی ساکت ہوگیا۔

پھر میں نے کہا: اگر آپ اپنے چچازاد بھائی کو اجازت دیں تو وہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سنا سکتا ہے؟ جس کو اُس کے آباء واجداد نے روایت کیا ہے۔

اُس نے اس بات کو غنیمت خیال کرتے ہوئے کہا کہ بیان کرو۔

میں نے کہا: میرے والد نے میرے دادا سے نقل کیا ہے اور انھوں نے رسول للہ ﷺ سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

جب بھی دو قربت رکھنے والے ایک دوسرے کے قریب آئیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیں تو رشتہ داری اور قرابت ہیجان میں آجاتی ہے۔ اگر

آپ مناسب حال سمجھیں تو اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیں۔

ہارون نے اپنا ہاتھ میری طرف دراز کیا اور کہا: میرے قریب آؤ۔ میں جونہی آگے بڑھا اُس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور گلے لگا لیا۔ میں نے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ پھر اُس نے کہا:

اے موسیٰؑ! تشریف رکھیے اور پریشان مت ہوں۔ تو نے بھی سچ کہا اور تیرے دادا نے بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ فرمایا۔ میرے خون نے جوش مارا ہے اور میرے اندر قرابت نے ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؑ میرا خون بھی ہیں اور گوشت بھی ہیں۔ اور جو کچھ آپؑ نے کہا ہے وہ صحیح ہے۔ اب میں آپؑ سے کچھ اور پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپؑ نے ان کے جوابات صحیح دیے تو آپؑ کو رہا کر دوں گا اور آپؑ کی مدد بھی جاری کر دوں گا۔ اور آپؑ کے بارے میں کسی کی بات کو تسلیم نہیں کروں گا۔

میں نے کہا: جو کچھ میرے علم میں ہوگا تو میں اُس کے مطابق جواب دوں گا۔

اُس نے کہا: آپؑ اپنے پیروکاروں کو اس بات سے کیوں نہیں روکتے کہ جب وہ آپؑ سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: اے فرزندِ رسولؐ! کیوں کہ آپؑ تو علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد ہیں اور وہ تو صرف ایک ظرف کی مانند تھیں۔ اولاد اپنے والد سے منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماں سے!

میں نے کہا: اگر مناسب سمجھیں تو اس سوال کو رہنے دیجیے اور مجھے اس کے جواب سے معذور سمجھئے۔

ہارون نے کہا: آپؑ کو ہر صورت جواب دینا ہوگا۔

میں نے عرض کیا: کیا میرے لیے امان ہے اور سلطان مجھے نقصان نہیں دے گا۔

ہارون نے کہا: جی ہاں آپؑ کو امان ہے۔

میں نے کہا: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ "اور ہم نے اُسے (ابراہیمؑ) کو اسحاقؑ و یعقوبؑ عطا کیے اور سبھی کو ہدایت دی اور ان سے قبل نوحؑ کو ہدایت فرمائی اور اُس کی اولاد سے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت دی اور ہم اس طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں۔ اور اس طرح زکریاؑ، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کو"۔

میں نے کہا: عیسیٰؑ کا والد کون تھا؟

اُس نے کہا: عیسیٰؑ کا والد نہیں تھا۔ وہ ارادہ خداوندی اور روح القدس کے ذریعے پیدا ہوئے تھے۔

میں نے کہا: جی ہاں! جس طرح حضرت عیسیٰؑ صرف اپنی والدہ کے توسط سے پیغمبروں کی اولاد ہیں۔ اسی طرح ہم بھی حضرت فاطمہؑ کے توسط سے پیغمبروں کی اولاد ہیں نہ کہ حضرت علیؑ کی طرف سے۔

یہ سن کر ہارون نے کہا: بہت خوب، بہت خوب اسی صورت میں کچھ اور بھی بیان فرمائیں۔

میں نے کہا: اُمت مسلمہ کے تمام افراد چاہے وہ نیک ہیں یا بد حدیث نجران کو تسلیم کرتے ہیں۔ جب انھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مباہلہ کے لیے دعوت دی تھی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کے نیچے صرف اور صرف علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہی تھے۔ ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ اس بارے میں خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> "اب جو شخص بھی اس بارے میں کٹ حجتی کرے اس کے بعد کہ یہ علمی دلائل آپ کے پاس آگئے تو کہہ دیجیے کہ آؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمھارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمھاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمھارے نفسوں کو"۔

اَبنَاءَ نَا سے مراد "حسنؑ و حسینؑ" ہیں اور نِسَاءَ نَا سے مراد "فاطمہ زہراؑ" ہیں اور اَنفُسَنَا سے مراد "علیؑ بن ابی طالبؑ" ہیں۔

یہ سن کر ہارون نے کہا: بہت خوب!!

پھر اُس نے کہا: آپؑ اس بارے میں کیا کہیں گے: چچا صلبی فرزند کی موجودگی میں میراث نہیں پاتا۔

میں نے کہا: میں تجھے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے حق کی قسم دیتا ہوں مجھے اس سوال کے جواب سے معذور سمجھیں یہ موضوع علماء کے نزدیک مخفی ہے۔

ہارون نے کہا: آپؑ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ جو کچھ میں آپ سے پوچھوں گا آپ جواب دیں گے۔ آپؑ کو ہر صورت جواب دینا ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: اپنی امان کی تجدید کرو۔

ہارون نے کہا: میں امان دیتا ہوں۔

میں نے کہا: پیغمبر اکرم ﷺ نے اُس شخص کو میراث نہیں دی تھی جس نے مکّہ سے ہجرت نہیں کی تھی حالانکہ وہ ہجرت پر قادر تھا۔ اس طرح چچا عباس ہجرت کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔ انھیں اسیرانِ مکہ کے طور پر پیغمبرؐ کے قریب لایا گیا اور انھوں نے اپنے خون بہا کی ادائیگی پر انکار کیا تھا کہ ادائیگی کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس امر پر مطلع کیا تھا کہ انھوں نے اپنے ہاں سونا چھپا رکھا تھا۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ اُم الفضل کے ہاں جائیں اور جو سونا ان کے ہاں دفن ہے وہ لے آئیں۔

جناب عباس کو بتا دیا گیا تھا کہ جبرئیل امینؑ خداوند تعالیٰ سے اُس دفینے کی خبر لائے ہیں پس حضرت علیؑ کو اجازت دی گئی اور اس طرح دفینہ کی نشان دہی کی گئی۔

اس موقع پر جناب عباس نے کہا: اے میرے بھتیجے! ابھی تک آپؑ پر ایمان

نہ لاکر جو کچھ کھویا ہے، اس کے مقابلے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ عالمین کے پروردگار کے رسولؐ ہیں۔

جس وقت امام علی علیہ السلام نے سونا حاضر کیا تو جناب عباسؓ نے کہا: اے بھتیجے! آپ نے مجھے فقیر کر دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا:

''اگر اللہ کو علم ہوا کہ تمھارے دلوں میں کوئی اچھائی ہے جو تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے وہ تمھیں اس سے بہتر عطا کرے گا اور تمھیں معاف کرے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

''اور جو لوگ ایمان تو لائے مگر انھوں نے ہجرت نہیں کی تو ان کی ولایت سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب تک وہ ہجرت نہ کریں''۔

پھر فرمایا: البتہ اگر ان لوگوں نے دینی معاملے میں تم لوگوں سے مدد مانگی تو ان کی مدد کرنا۔

میری اس گفتگو کو سن کر ہارون غمگین ہو گیا۔ پھر اُس نے کہا: اس بارے میں آپؑ کیا کہیں گے، جب انسان از طرف زنان اپنے اہل و عیال کو خمس نہیں دیتا تو وہ فساد سے دوچار ہو جاتا ہے؟

میں نے کہا: میں تمھیں یہ بات بھی بتاتا ہوں لیکن جب تک میں زندہ ہوں کسی کو نہ بتانا۔ عنقریب ہمارے اور ہم پر ظلم کرنے والوں کے درمیان جدائی پڑنے والی ہے۔ آج تک یہ مسئلہ کسی بادشاہ نے سوائے امیرالمومنین کے کسی اور سے نہیں پوچھا۔

اس نے کہا: نہ بنو تیم نے اور نہ بنو عدی و بنو اُمیہ نے اور نہ ہمارے آباء میں

ہے؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں! اس بارے میں نہ مجھ سے پوچھا گیا اور نہ امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا۔

یہ سن کر ہارون نے کہا: اگر مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ یہ مسئلہ آپؑ سے یا آپؑ کے اقربا میں سے کسی سے پوچھا گیا ہے تو جو میں امان آپ کو دے چکا ہوں وہ امان جاتی رہے گی۔

میں نے کہا: مجھے قبول ہے۔

پھر ہارون نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لیے اصول وفروع کی ایک مختصر تفسیر تحریر کریں اور یہ تفسیر وہ ہونا چاہیے جو آپ نے امام صادق علیہ السلام سے سماعت کی ہو۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے، میں لکھوں گا۔

ہارون نے کہا: جب آپ وہ لکھ لیں تو اپنی حاجات میری طرف لکھیں تاکہ میں انھیں پورا کروں۔

بعدازیں وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور چلا گیا کسی آدمی کو میری حفاظت پر مقرر کر دیا اور روزانہ میری طرف بہترین کھانا بھیجتا۔ میں نے وہ کتاب اس طرح لکھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمورِ دنیا کی دو قسمیں ہیں:

① وہ اُمور جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جس پر اُمت کا اتفاق ہے اور [illegible] کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے اور یہ وہ احادیث ہیں جو سب کے لیے قابلِ قبول [illegible] جن اُمور پر شک ہوتا ہے وہ شک ان سے دُور کرتے ہیں اور [illegible] استنباط کرتے ہیں۔

② وہ اُمور جن میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں اور جو قابلِ تردید ہیں۔
تو اس امر میں ایسی دلیل لائی جائے جو یقین کی منزل پر ہو اور جس کو کتاب اللہ سے ثابت کیا گیا ہو اور اس کی تاویل پر تمام اُمت کا اجماع ہو۔ اگر اُسے قرآن سے ثابت نہ کیا جا سکے تو پھر سنت پیغمبرؐ سے ثابت کیا جائے۔ جس میں کسی کو اختلاف نہ ہو۔ یا پھر اُسے قیاس سے ثابت کیا جائے کہ جس کو عقلِ صحیح کہے اور پھر کسی کے لیے اس کا رد کرنا ممکن نہ ہو اور سب اس کو تسلیم کریں اور وہ دلیل جو کتاب اللہ، سنت پیغمبرؐ اور قیاس صحیح سے پیدا نہ ہو تو اُمت کے تمام عامہ اور خاصہ پر لازم ہے کہ اُسے قبول نہ کریں۔

توحید کے بارے میں دو امر ہیں اور جو کامل و مکمل ہیں۔ اگر کوئی محکم دلیل ہو تو اُسے قبول کر لو۔ اگر محکم نہ ہو تو اُسے رد کر دو۔ اگر کوئی طاقت ہے تو صرف وہ خدا ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔

جس وقت میں نے تحریر مکمل کر لی تو جو آدمی مجھ پر مقرر تھا اُسے کہا کہ خلیفہ کا کام مکمل ہو گیا ہے وہ اُسے مطلع کرے۔ اُس آدمی نے خلیفہ کو خبر دی تو ہارون فوراً باہر آیا اور وہ تحریر میں نے پیش کی تو دیکھ کر اُس نے کہا: آفرین! کلام کس قدر مختصر ہے مگر جامع ہے۔ اے موسیٰ! اپنی حاجات بیان کرو۔

اُس وقت میں نے کہا: میری پہلی حاجت یہ ہے کہ مجھے اجازت دو میں اپنے گھر واپس چلا جاؤں، کیوں کہ جب میں نے ان کو چھوڑا تھا تو وہ حیران و پریشان تھے۔ ان کے آنسو آنکھوں سے جاری وساری تھے اور میری واپسی سے مایوس تھے!

ہارون نے کہا: آپؑ واپس جا سکتے ہیں! کوئی اور حاجت بیان کرو!

میں نے کہا: خداوند تعالیٰ آپ کو ہمارے چچازاد بھائیوں کے ساتھ سلامتی کے ساتھ رکھے۔

ہارون نے کہا: اس کے علاوہ اپنی حاجت بیان کرو۔

میں نے کہا: میرا خاندان ایک کثیر تعداد پر مشتمل ہے۔ ہماری آنکھیں اللہ تعالیٰ کے بعد امیر المومنین کے فضل وکرم پر مرکوز رہتی ہیں۔

ہارون نے حکم دیا کہ مجھے ایک ہزار درہم اور لباس دیئے جائیں اور نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ واپس لوٹا دیا جائے۔ (الاختصاص: ص ۵۴، بحار الانوار: ۱۲۱/۴۸ و ۱۲۵)

آپؑ ہم پر کس صورت میں برتری رکھتے ہیں؟

أبو احمد هانی بن محمد بن محمد العبدی قدس سره عن أبيه بإسناده رفعه إلى موسى بن جعفر علیہ السلام قال:

لمّا دخلت على الرشيد سلّمت عليه، فردّ علي السلام، ثمّ قال: ياموسى بن جعفر! خليفتين يجبى إليها الخراج؟

فقلت: يا امير المؤمنين (!!) أعيذك بالله أن تبوء باثمي و إثمك وتقبل الباطل من أعدائنا علينا، فقد علمت أنّه قد كذب علينا منذ قبض رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بما علم ذلك عندك، فإن رأيت بقرابتك من رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تاذن لی احدثك بحديث أخبرني به أبي عن آبائه عن جدّي رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

فقال: قد أذنت لك.

فقلت: أخبرني أبي عن آبائه عن جدّي رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ﴿انّ الرحم إذا مسّت الرحم تحرّكت واضطربت﴾ فناولني يدك جعلني الله فداك.

فقال: ادن.

فدنوت منه ، فأخذ بيدى ، ثمّ جذبني إلى نفسه وعانقني طويلًا، ثمّ تركني وقال: اجلس ياموسٰى! فليس عليك بأس.

فنظرت إليه ، فإذا أنّه قد دمعت عيناه ، فرجعت إلى نفسي.

فقال: صدقت وصدق جدّك صلى الله عليه وآله وسلم لقد تحرّك دمي، واضطربت عروقي حتّى غلبت علي الرقّة وفاضت عيناى، وأنا أريد أن أسألك عن أشياء تتلجلج في صدري منذحين ، لم أسأل عنها أحداً، فإن أنت أجبتني عنها خليت عنك، ولم أقبل قول أحد فيك، وقد بلغني أنّك لم تكذب قطّ، فاصدقني عمّا أسألك ممّا في قلبي.

فقلت: ما كان علمه عندى ، فإنّي مخبرك به إن أنت آمنتني؟

قال: لك الأمان إن صدقتني وتركت التقية الّتي تعرفون بها معشر بني فاطمة.

فقلت: ليسأل أميرالمؤمنين (!!) عمّا شاء؟

قال: أخبرني لم فضّلتم علينا ونحن وأنتم من شجرة واحدة وبنو عبدالمطّلب ونحن وأنتم واحد ، انّا بنوالعباس وأنتم ولد أبي طالب ، وهما عمّا رسول

الله ﷺ وقرابتها منه سواء؟

فقلت: نحن أقرب.

قال: وكيف ذلك؟

قلت: لأنّ عبدالله وأبا طالب لأب وأم ، وأبوكم العباس ليس هو من أم عبدالله، ولا من أم أبي طالب.

قال: فلم ادّعيتم أنّكم ورثتم النبي ﷺ ؟ والعم يحجب ابن العم ، وقبض رسول الله ﷺ وقد توفي أبو طالب قبله ، والعباس عمّه حي؟

فقلت له: إن رأى أميرالمؤمنين (!!) أن يعفيني من هذه المسألة ويسألني عن كلّ باب سواه يريده.

فقال: لا ، أو تجيب.

فقلت: فآمنّي؟

قال : قد آمنتك قبل الكلام.

فقلت : إنّ في قول علي بن أبي طالب عليه السلام : ﴿إذ ليس مع ولد الصلب ذكراً كان أو أنثى لأحد سهم إلّا للأبوين والزوج والزوجة، ولم يثبت للعم مع ولد الصلب ميراث﴾ ولم ينطق به الكتاب، إلّا أنّ تيماً وعدياً وبني أمية قالوا: العم والد رأياً منهم بلاحقيقة، ولا أثر عن النبي ﷺ. ومن قال بقول علي عليه السلام من العلماء قضاياهم خلاف قضايا هؤلاء.

هذا نوح بن دراج يقول: في هذه المسألة بقول

علی علیہ السلام وقد حکم به ، وقد ولاه أمیرالمؤمنین المصرین: الکوفة والبصرة، وقد قضی به.

فأنهی إلی أمیر المؤمنین فأمر باحضاره واحضار من یقول بخلاف قوله منهم سفیان الثوری، و إبراهیم المدنی والفضیل بن عیاض.

فشهدوا أنّه قول علی علیه السلام فی هذه المسألة.

فقال لهم - فیما أبلغنی بعض العلماء من أهل الحجاز - فلم لا تفتون به وقد قضی به نوح بن دراج؟

فقالوا: جسر نوح وجبنا وقد أمضی أمیرالمؤمنین قضیته بقول قدماء العامة عن النبی صلی الله علیه وآله أنّه قال: علی أقضاکم.

وکذلك قال عمر بن الخطاب: علی أقضانا، وهو اسم جامع، لأنّ جمیع ما مدح به النبی صلی الله علیه وآله أصحابه من القراءة والفرائض والعلم داخل فی القضاء.

قال: زدنی یاموسیٰ!

قلت: المجالس بالأمانات وخاصّة مجلسك؟

فقال: لا بأس علیك.

فقلت: إنّ النبی صلی الله علیه وآله لم یورث من لم یهاجر ، ولا أثبت له ولایة حتیٰ یهاجر.

فقال: ما حجّتك فیه؟

قلت: قول الله تبارك وتعالیٰ: ﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ

يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾
(سورۂ انفال:۷۲)

و إنّ عمّي العباس لم يهاجر.

فقال لي: أسألك ياموسیٰ! هل أفتيت بذلك أحداً من أعدائنا؟ أم أخبرت أحداً من الفقهاء في هذه المسألة بشيء؟

فقلت: اللهم لا ، وما سألني عنها إلّا أمير المؤمنين.

ثمّ قال: لم جوّزتم للعامّة والخاصّة أن ينسبوكم إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ويقولون لكم: يابني رسول الله، وأنتم بنوعلي ، وانّما ينسب المرء إلى أبيه، وفاطمة إنّما هي وعاء، والنبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدكم من قبل أمكم؟

فقلت: يا أمير المؤمنين! لو أنّ النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشر فخطب إليك كريمتك هل كنت تجيبه؟

فقال: سبحان الله ولم لا أجيبه؟ بل أفتخر على العرب والعجم وقريش بذلك فقلت: لكنه علیہ السلام لا يخطب إلي ولا أزوجه.

فقال: ولم؟

فقلت: لأنّه ولدني ولم يلدك.

فقال : أحسنت ياموسیٰ!

ثمّ قال: كيف قلتم إنّا ذرية النبي، والنبي علیہ السلام لم يعقب؟ و إنّما العقب للذكر للأنثى، وأنتم ولد الابنة،

ولا يكون لها عقب؟

فقلت: أسألك بحق القرابة والقبر ومن فيه إلاّ ما أعفيتني عن هذه المسألة.

فقال: لا أو تخبرني بحجتكم فيه ياولد علي! وأنت ياموسى! يعسوبهم ، وامام زمانهم ، كذا أنهي إلي، ولست أعفيك في كلّ أسألك عنه، حتى تأتيني فيه بحجة من كتاب الله، فأنتم تدعون معشر ولد علي أنّه لا يسقط عنكم منه شئ ألف ولا واو، إلاّ وتأويله عندكم، واحتججتم بقوله عزّوجلّ: ﴿وَمَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ وقد استغنيتم عن رأي العلماء وقياسهم.

فقلت: تأذن لي في الجواب؟

قال: هات.

فقلت: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَ أَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَعِيْسٰى﴾ (سورۃ انعام:۸۴،۸۵)

من أبو عيسى يا أمير المؤمنين؟

فقال: ليس لعيسى أب.

فقلت: إنّما ألحقناه بذراري الأنبياء عليهم السلام من طريق مريم عَلَيْهَا السَّلَام ، وكذلك ألحقنا بذراري

النبي ﷺ من قبل اُمّنا فاطمة عَلَيْهَا السَّلَام. أ زيدك يا أمير المؤمنين؟

قال: هات.

قلت: قول الله عزّوجلّ: ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ (آل عمران:٦١)

ولم يدع أحد أنه أدخل النبي ﷺ تحت الكساء عند مباهنة النصارى الا علی بن أبی طالب وفاطمة، والحسن، والحسين علیہم السلام، فكأن تأويل قوله عزّوجلّ: ﴿أبناء نا﴾ الحسن والحسين و ﴿نساء نا﴾: فاطمة، و ﴿أنفسنا﴾: علی بن أبی طالب علیہ السلام.

إنّ العلماء قد أجمعوا على أنّ جبرئيل قال يوم أحد: يا محمد! إنّ هذه لهي المواساة من علي.

قال: لأنّه منّي وأنا منه.

فقال: جبرئيل: وأنا منكما يا رسول الله!

ثمّ قال: لا سيف إلّا ذوالفقار ولافتى إلّا علي.

فكان كما مدح الله عزّوجلّ به خليله علیہ السلام، إذ يقول: ﴿فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ﴾ (سورۂ انبیاء:٦٠)

انّا معشر بني عمّك نفتخر بقول جبرئيل: إنّه منّا.

فقال: أحسنت ياموسیٰ! ارفع إلينا حوائجك.

فقلت له: أوّل حاجة أن تأذن لابن عمّك أن يرجع إلى حرم جدّه ﷺ و إلى عياله.

فقال: ننظر إن شاء الله.

فروى أنّه أنزله عند السندي بن شاهك، فزعم أنّه توفّي عنده، والله أعلم.

محمد بن محمد عبدی ایک روایت مرفوعہ میں کہتے ہیں: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت مجھے ہارون کے پاس لایا گیا تو میں نے اُسے سلام کیا۔ ہارون نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا: اے موسیٰؑ بن جعفر! ایک ملک میں دو خلیفے اور دونوں خراج وصول کریں؟

میں نے کہا: میں آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہوں، تم نے مجھے اور اپنے آپ کو گناہ گار کیا ہے! کیوں کہ تم نے ہمارے دشمنوں کی بے ہودہ باتوں کو قبول کیا ہے۔ حالانکہ آپ کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد ہماری طرف کتنے جھوٹ منسوب کیے گئے۔

اگر آپ مناسب سمجھیں، کیوں کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے قرابت رکھتے ہیں تو میں آپ کو رسولؐ اللہ کی حدیث سنائے دیتا ہوں، جس کو میرے آباؤ اجداد نے بیان کیا ہے۔

ہارون نے کہا: بیان کرو۔

میں نے کہا: میرے آباؤ اجداد نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے، آپؐ نے فرمایا: جس وقت قرابت قرابت سے مس ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں تو قرابت تحریک میں آتی ہے، میں قربان جاؤں اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔ (امامؑ نے یہ الفاظ بطور تقیہ استعمال کیے ہوں)

ہارون نے کہا: میرے قریب آؤ۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: جونہی میں اُس کے قریب ہوا تو ہارون نے میرا ہاتھ تھاما اور اپنی طرف کھینچا اور مجھے گلے لگا لیا اور پھر کہا: اے موسیٰؑ! بیٹھو! اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مجھے آپ سے کوئی اور کام نہیں ہے۔

اُس وقت میں نے دیکھا، اس کے آنسو اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔

ہارون نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا اور آپ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ فرمایا۔ واقعی میرے خون نے جوش مارا ہے اور میرے اندر ہیجانی کیفیت پیدا ہوئی ہے، جس نے میرے دل کو توڑ کر رکھ دیا ہے اور میرے آنسو جاری ہو گئے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں آپ سے کچھ سوالات کروں اور ان کا جواب حاصل کروں کیوں کہ وہ ایک مدت سے میرے دماغ میں محفوظ ہیں۔ میں نے انھیں کسی کے سامنے بیان نہیں کیا۔ اگر آپؑ نے جواب دے دیا تو میں آپ کو رہا کر دوں گا اور آئندہ آپؑ کے بارے میں کسی کی بات کو قبول نہیں کروں گا اور یہ بات پہنچی ہے آپ ہمیشہ سچ کہتے ہیں اور اب جو کچھ آپؑ سے پوچھوں اُس کی حقیقت میرے سامنے رکھنا۔

میں نے کہا: میں جو کچھ علم ان کے بارے میں رکھتا ہوں اُس کے مطابق بیان کروں گا۔ اگر تم مجھے امان دو۔

ہارون نے کہا: میں نے آپؑ کو امان دی ہے لیکن دو صورتوں میں امان ہوگی:

(۱) صداقت کو سامنے رکھو گے

(۲) اور تقیہ سے کام نہ لو گے۔

میں نے کہا: جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو وہ پوچھو!

ہارون نے کہا: آپ یہ بتائیں آپ کو ہم پر برتری کس صورت میں حاصل ہے، کیوں کہ ہم دونوں کا شجرہ ایک ہے؟ ہم سب جناب عبدالمطلب کے فرزند ہیں۔

ہم عباس کی اولاد ہیں اور آپؑ جناب ابوطالبؑ کی۔ وہ دونوں پیغمبر اکرم ﷺ کے چچا تھے اور وہ دونوں پیغمبر ﷺ سے برابر کی قرابت رکھتے تھے؟

میں نے کہا: ہم پیغمبر ﷺ سے نزدیک تر قرابت رکھتے ہیں۔

ہارون نے کہا: وہ کیسے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جناب عبداللہؑ اور ابوطالبؑ کے والد اور والدہ ایک تھے اور آپؑ کے دادا عباس کی والدہ اور تھیں۔

ہارون: تمھارا یہ دعویٰ کہ پیغمبرؐ کے وارث ''ہم ہیں'' حالانکہ چچا کی موجودگی میں چچا کا بیٹا وارث نہیں ہوسکتا۔ جس وقت پیغمبر اکرم ﷺ کا انتقال ہوا تو جناب ابوطالبؑ وفات پاچکے تھے لیکن ان کے چچا عباس زندہ تھے؟

امامؑ: اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اس سوال کے جواب سے معذور خیال کریں۔ اس کے علاوہ کوئی اور سوال ہے تو بتایئے۔

ہارون: ہر صورت میں اس سوال کا جواب دینا ہوگا۔

امامؑ: مجھے امان چاہیے۔

ہارون: میں اس سے قبل آپؑ کو امان دے چکا ہوں۔

امامؑ: امام علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: فرزند کی موجودگی میں سوائے والدین، عورت اور شوہر کے کوئی اور میراث نہیں لیتا۔ اور اس طرح فرزند کی موجودگی میں چچا میراث نہیں لیتا اور قرآن بھی اس بات کی شہادت نہیں دیتا۔

جی ہاں! بنوتیم، بنوعدی اور بنوامیہ نے کہا ہے کہ چچا باپ کی منزلت پر ہے لیکن ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی ایسا نہیں فرمایا۔ جو لوگ امام علی علیہ السلام کے فرمان کے معتقد ہیں ان کا فیصلہ علمائے اہلِ سنت کی مخالفت میں آیا ہے۔ اس طرح نوح بن دراج حضرت امام علی علیہ السلام کے قول پر عمل کرتے تھے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے انھیں دوشہروں (کوفہ اور بصرہ) کا والی مقرر کیا تھا اور وہ ان کے فرمان کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے نوح بن دراج کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو حاضر کرے جوان کے نظریہ کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے جیسے سفیان ثوری، ابراہیم مدنی اور فضیل بن عیاض تھے۔ پس وہ سب آئے اور انھوں نے کہا: اس مسئلہ میں امام علی علیہ السلام کا یہ حکم ہے۔ پس آپ نے انھیں کہا: مجھے علمائے حجاز کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے کہ تم لوگ نوح بن دراج کے مطابق فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟

انھوں نے کہا: نوح بن دراج کو یہ جرأت حاصل ہے لیکن ہم ڈرتے ہیں کیوں کہ حضرت علیؑ کے فتویٰ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے تصدیق فرمائی تھی۔ گذشتہ علما نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی حدیث نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں قضاوت کے اعتبار سے علیؑ سب پر فضیلت رکھتے ہیں۔

حضرت عمر نے بھی اسی طرح فرمایا تھا کہ ہم سب میں امام علیؑ قضاوت میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ 'قضاوت' ایک جامع لفظ ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے جو علم قرأت و فرائض اور دوسرے علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے ان سب کی مدح فرمائی تھی اور لفظ "قضا" ان تمام صفات کو جامع ہے۔

ہارون: اے موسیٰ! مزید وضاحت فرمائیں۔

امامؑ: تمام مجالس و محافل میں اشخاص کے لیے امان لازم ہے بالخصوص جب کوئی تمہاری مجلس میں ہو؟

ہارون: آپ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

امامؑ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُسے میراث نہ دی جس نے ہجرت نہیں کی تھی اور اُس کے لیے ولایت کو بھی ثابت نہ کیا جب تک اُس نے ہجرت نہ کی۔

ہارون: آپؑ کے پاس کون سی دلیل ہے؟

امامؑ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تو ان کی ولایت سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک وہ ہجرت نہ کریں''۔

میرے چچا عباسؓ نے ہجرت نہیں کی تھی۔

ہارون نے مجھے کہا: کیا ہمارے اعداء میں سے کسی نے آپ سے اس بارے میں بات کی ہے یا کسی فقیہ کو اس مورد میں اطلاع دی ہے؟

امامؑ: خداوند تعالیٰ گواہ ہے آپ کے سوا مجھ سے آج تک یہ مسئلہ کسی نے نہیں پوچھا۔

ہارون نے کہا: آپؑ نے لوگوں کو اس امر کی اجازت کیوں دے رکھی ہے کہ وہ آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت دیتے ہیں اور جب آپؑ سے مخاطب ہوتے ہیں تو آپؑ کو ''فرزندِ رسولؐ'' کے کلمات سے پکارتے ہیں، حالانکہ آپؑ امام علی علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ کسی کو جب نسبت دی جاتی ہے تو اُسے اُس کے باپ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہؑ تو ظرف کی مانند تھیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کے نانا تھے۔

امامؑ: اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس اس دنیا میں تشریف لائیں اور وہ آپؑ سے آپؑ کی دختر کا رشتہ طلب کریں تو کیا تم ان کے اس مطالبے کو پورا کرو گے؟

ہارون: سبحان اللہ! میں ان کے اس مطالبے کو کیسے پورا نہ کروں گا بلکہ میں عرب و عجم اور قریش پر فخر کروں گا۔

امامؑ: لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے رشتۂ دختر طلب نہیں کریں گے اور نہ میں اپنی بیٹی ان کے ازدواج میں دے سکتا ہوں۔

ہارون: وہ کیسے؟

امامؑ: وہ میرے پدر بزرگ ہیں لیکن تیرے نہیں۔

ہارون: بہت خوب، اے موسیٰؑ!

بعد ازیں پھر ہارون نے امامؑ سے کہا: تم اپنے آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کس طرح سمجھتے ہو اور پیغمبر کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ نسل بیٹے سے چلتی ہے۔ آپ ان کی بیٹی کے بیٹے ہو اور بیٹی کی اولاد باپ کی نسل میں شمار نہیں ہوتی۔

امامؑ: میں تمہیں اپنی قرابت اور قبر پیغمبرؐ کا واسطہ دیتا ہوں جو اس قبر میں مدفون ہیں تمہیں قسم دیتا ہوں مجھ سے اس سوال کا جواب طلب نہ کرو۔

ہارون: نہیں! اے فرزندانِ علیؑ! اگر کوئی آپؑ کے پاس دلیل ہے تو پیش کرو۔ اے موسیٰؑ! آپؑ زمانے کے امام و رہبر ہیں۔ میں نے آپؑ کے بارے میں سب کچھ سن رکھا ہے۔ آپؑ ہر سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔ میں جو سوال کروں آپؑ قرآن سے اُس کا جواب دیں۔ اے فرزندانِ علیؑ! آپؑ کا دعویٰ ہے کہ آپؑ قرآن کے تمام علوم کے وارث ہیں اور کوئی مسئلہ آپؑ پر مخفی نہیں، چاہے وہ الف ہے یا واؤ ہے۔ آپؑ تمام تاویلات کو بھی جانتے ہیں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ''اور ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو فروگزاشت نہیں کیا''۔ اس اعتبار سے آپ لوگ ہر قسم کے قیاس سے اور دوسرے علما کی آراء سے بے نیاز ہیں۔

امامؑ: تو پھر مجھے اجازت دیں تاکہ میں جواب دوں۔

ہارون: کہیے۔

امامؑ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۔

''اور ہم نے اسحاقؑ و یعقوبؑ (ابراہیمؑ) کو عنایت کیے، سب کی رہنمائی بھی کی اور اُس سے قبل ہم نے نوحؑ کی راہنمائی کی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کی بھی اور اس طرح ہم نیک لوگوں کو جزا

دیتے ہیں۔ اور اس طرح زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ۔

بعد ازیں میں نے کہا: آپ بتائیں جناب عیسیٰ کا والد کون تھا؟

ہارون: جناب عیسیٰ کے والد نہ تھے۔

امامؑ: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انھیں ان کی والدہ مریم کی نسبت پیغمبروںؑ کے اولاد کے ساتھ ملحق کر دیا اور اس طرح ہم اپنی مادر گرامی حضرت زہراؑ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد شمار ہوتے تھے۔

میں نے کہا: اس سے بڑھ کر ایک اور دلیل بھی ہے اگر کہو تو پیش کروں؟

ہارون: بیان کیجیے۔

امامؑ: خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے:

"آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔

آج تک کسی نے دعویٰ نہیں کیا ہے کہ دوران مباہلہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی بن ابی طالبؑ، فاطمہ زہراؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے علاوہ اپنی چادر کے نیچے کسی اور کو جمع کیا ہو۔ پس اَبنَاءَ نَا سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ نِسَاءَ نَا سے مراد حضرت فاطمہؑ اور اَنفُسَنَا سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

تمام علمائے اُمت کا اتفاق ہے کہ اُحد کے دن جناب جبرئیلؑ نے فرمایا تھا: اے محمدؐ! ایسی مواسات صرف اور صرف علیؑ سے ہی ممکن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ایسی مواسات ان سے کیوں نہ ہو کہ وہ مجھ

سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔

جناب جبرئیلؑ نے کہا تھا: یارسولؐ اللہ! میں تم دونوں سے ہوں۔

پھر جناب جبرئیلؑ نے کہا تھا: اگر کائنات میں کوئی تلوار ہے تو وہ ذوالفقار ہے۔ اگر کوئی جوان ہے تو وہ علیؑ ہے۔

یہ گفتگو بالکل اس گفتگو کی مثل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جناب ابراہیم خلیلؑ کی مدح فرماتے ہوئے کہا: وہ ایسا جوان ہے جب لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں: وہ ابراہیم ہے۔

اے ہارون! ہم تیرے چچا کے بیٹے جبرئیلؑ کی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اُس نے کہا تھا: ''میں تم دونوں سے ہوں'' یعنی جبرئیلؑ ہم سے ہے۔

ہارون: آفرین اے موسیٰؑ! اب اپنی حاجات بیان کرو۔

امامؑ: میری پہلی حاجت یہ ہے کہ اپنے چچا کے بیٹے کو اجازت دو کہ وہ اپنے نانؐا کے روضہ اور اپنے اہل وعیال کی طرف واپس چلا جائے۔

ہارون: میں غور کروں گا ان شاء اللہ۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ہارون نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو سندی بن شاہک کے حوالے کر دیا تھا اور اُسی کے زندان میں آپؑ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم! (عیون اخبار الرضاؑ: ۱/۸۱، بحار الانوار: ۴۸/۱۲۶ و ۱۲۹)

الاحتجاج: مرسلًا مثله ...... إلى قوله: ننظر إن شاء الله.

اس روایت کی مانند ایک اور مرسل روایت ''الاحتجاج'' میں آئی ہے۔

(الاحتجاج: ص ۲۱۱)

قربان جاؤں کام کرنے والے کہاں ہیں؟

العدّة، عن سهل، عن الجاموراني، عن الحسن بن

علی بن أبی حمزة، عن أبیه قال:

رأیت أبا الحسن علیہ السلام یعمل فی أرض له قد استنقعت قدماه فی العرق، فقلت: جعلت فداك ، أین الرجال؟

فقال: یاعلی! قد عمل بالید من هو خیر منّی فی أرضه ومن أبی.

فقلت: ومن هو؟

فقال: رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، وأمیر المؤمنین علیہ السلام ، وآبائی کلّهم کانوا قد عملوا بأیدیهم ، وهو من عمل النبیین والمرسلین والأوصیاء والصالحین.

حسن بن علی بن ابی حمزہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے، اُس نے کہا: میں نے ایک دن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے کھیت میں کام میں مصروف پایا۔ اُس وقت آپ پسینے میں شرابور تھے۔ میں نے عرض کیا: میں قربان جاؤں کام کرنے والے کہاں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے علیؑ! کچھ ایسی شخصیات بھی تھیں جو اپنا کام خود کرتے تھے وہ مجھ سے اور میرے والد سے بہتر تھے۔

میں نے عرض کیا: وہ کون تھے؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور میرے اجداد یہ سب لوگ اپنا کام خود کرتے تھے۔ اپنا کام آپ کرنا یہ انبیاء، مرسلین اور اوصیاء وصالحین کا طریقہ رہا ہے۔ (بحارالانوار: ۷۵/۵)

فدک کی حدود کیا ہیں؟

فی کتاب ﴿أخبار الخلفاء﴾ :

أنّ هارون الرشید کان یقول لموسی بن جعفر علیہ السلام :

خذ فدكاً حتّى أردها إليك فيأبى حتّى ألحّ عليه.

فقال عليه السلام: لا آخذها إلّا بحدودها.

قال: وما حدودها؟

قال: إن حددتها لم تردها.

قال: بحقّ جدّك إلّا فعلت؟

قال: أما الحدّ الأوّل فعدن.

فتغيّر وجه الرشيد وقال: أيها.

قال: والحدّ الثاني سمرقند، فأربد وجهه.

قال: والحدّ الثالث إفريقية فاسودّ وجهه. وقال: هيه.

قال: والرابع سيف البحر ممّا يلي الجزر وأرمينية

قال الرشيد: فلم يبق لنا شئ. فتحوّل إلى مجلسي.

قال موسى: قد أعلمتك أنني إن حددتها لم تردها،

فعند ذلك عزم على قتله.

وفي رواية ابن أسباط أنّه قال: أما الحدّ الأوّل:

فعريش مصر.

والثاني دومة الجندل.

والثالث: أحد.

والرابع: سيف البحر.

فقال: هذا كلّه، هذه الدنيا.

فقال عليه السلام: هذا كان في أيدي اليهود بعد موت أبي هالة، فأفاءه الله على رسوله، بلا خيل ولا ركاب،

فأمره الله أن يدفعه إلى فاطمة عليها السّلام.

کتاب "اخبار الخلفاء" میں آیا ہے کہ ایک دن ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے حضور پیش کش کی کہ فدک واپس کرنا چاہتا ہوں آپؑ فدک لے لیں۔

امامؑ نے فدک لینے سے انکار کیا، لیکن ہارون نے بہت زیادہ اصرار کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں فدک واپس نہیں لوں گا ہاں البتہ اس صورت میں لوں گا جو حدود میں معین کروں وہ تجھے دینا ہوں گی۔

ہارون: فدک کی حدود کیا ہیں؟

امامؑ: اگر میں نے اُس کی حدود بتائیں تو تم اُس کے دینے سے انکار کر دو گے؟

ہارون: آپؑ کو اپنے جد بزرگوار کی قسم، فدک کی حدود معین کرو، میں ضرور واپس کروں گا۔

امامؑ: اس کی پہلی حد عدن ہے۔

یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہوا اور کہا: فرمائیے۔

امامؑ: اس کی دوسری حد سمرقند ہے۔

یہ سن کر ہارون کی حیرانی و پریشانی میں اضافہ ہوا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی تیسری حد افریقہ ہے۔

یہ سن کر ہارون کے چہرے پر سیاہی چھا گئی اور کہا: اس کی آخری حد بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی چوتھی حد "سیف البحر" ہے۔ اس کی حدود جزائر اور آرمینیا سے ملتی ہیں۔

یہ سن کر ہارون نے کہا: اب تو میرے لیے کچھ باقی نہیں بچا، آئیے اور میری جگہ پر بیٹھیے!

امامؑ: میں نے تجھے بتا دیا تھا اگر میں نے فدک کی حدود بتائیں تو تم کسی

صورت میں فدک واپس نہ کرو گے۔ اس موقع پر ہارون نے ارادہ کر لیا کہ امام کو شہید کر دیا جائے۔

ایک اور روایت جس کے راوی ابن اسباط ہیں، میں آیا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا تھا:

فدک کی پہلی حد "عرائش مصر" ہے۔

دوسری حد "دومۃ الجندل" ہے۔

تیسری حد "اُحد" ہے۔

چوتھی حد "سیف البحر" ہے۔

یہ سن کر ہارون نے کہا تھا: ان حدود کے اندر تو یہ ساری دنیا سمائی ہوئی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: فدک یہودیوں کے ہاتھ میں تھی۔ خداوند تعالیٰ نے بغیر جنگ اور لشکر کشی کے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف میں دے دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ فدک اپنی بیٹی حضرت فاطمہؑ کے حوالے کر دو۔ ◇ (المصدر: ۴۳۵/۳)

اے بنو فاطمہؑ! لوگ آپؑ کو علمِ نجوم کے عالم سمجھتے ہیں

من كتاب «نزهة الكرام وبستان العوام» تأليف محمد بن الحسين بن الحسن الرازي وهذا الكتاب

◇ ہارون رشید نے جناب امام کاظم علیہ السلام سے کہا تھا کہ فدک واپس کرنا چاہتا ہوں، آپؑ لے لیں۔ آپؑ نے فرمایا: فدک کی حدود ہیں۔ اگر میں نے وہ حدود تمھیں بتائیں تو تم ہرگز فدک میرے حوالے نہ کرو گے۔ اس مقام پر امامؑ کی مراد حکومتِ اسلامیہ تھی، کیوں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے حکومت و خلافت کے وارث آپؑ تھے۔ اس لیے آپؑ نے اپنے انداز میں فرمایا کہ تم کون ہو ہمیں فدک دینے والے جس حکومت کے حاکم بنے بیٹھے ہو یہ ہمارا حق ہے۔ ہم ہی اس حکومت کے وارث ہیں۔ حدود فدک سے امامؑ کی مراد حکومت اسلامیہ تھی۔ (مترجم)

خطه بالعجمية تكلّفنا من نقله إلى العربية فذكر في أو اخر المجلد الثاني منه ما هذا لفظ من أعربه:

وروى أنّ هارون الرشيد أنفذ إلى موسى بن جعفر عليه السلام فأحضره، فلمّا حضر عنده قال: إنّ الناس ينسبونكم يابنى فاطمة! إلى علم النجوم، وإنّ معرفتكم بها معرفة جيدة، وفقهاء العامة يقولون: إنّ رسول الله صلى الله عليه وآله قال: «إذا ذكرني أصحابي فاسكتوا، واذا ذكروا القدر فاسكتوا، و إذا ذكروا النجوم فاسكتوا». وأميرالمؤمنين عليه السلام كان أعلم الخلائق بعلم النجوم وأولاده وذريته الّذين يقول الشيعة بامامتهم كانوا عارفين بها.

فقال له الكاظم صلوات الله عليه: هذا حديث ضعيف، وأسناده مطعون فيه، وانّه تبارك وتعالى قد مدح النجوم، ولولا أنّ النجوم صحيحة ما مدحها الله عزّوجلّ، والأنبياء عليهم السلام كانوا عالمين بها، وقد قال الله تعالى في حق إبراهيم خليل الرحمن صلوات الله عليه: ﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ (سورۂ انعام:۷۵)

وقد في موضع آخر: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ (سورۂ صافات:۸۸،۸۹)

فلولم يكن عالماً بعلم النجوم ما نظر فيها، وما قال: إنّي سقيم.

وادريس علیہ السلام كان أعلم أهل زمانه بالنجوم، والله تعالى قد أقسم بمواقع النجوم ﴿وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ﴾ (سورۂ واقعہ:٧٦)

وقال في موضع ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ (سورۂ نازعات:١) ...... إلى قوله: ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا﴾ (سورۂ نازعات:٥) يعني بذلك اثنى عشر برجاً، وسبعة سيارات، والذي يظهر بالليل والنهار بأمر الله عزّوجلّ.

وبعد علم القرآن ما يكون أشرف من علم النجوم، وهو علم الأنبياء والأوصياء، و ورثة الأنبياء الذين قال الله عزّوجلّ: ﴿وَعَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴾ (سورۂ نحل:١٦)

ونحن نعرف هذا العلم وما نذكره.

فقال له هارون: بالله عليك ياموسىٰ! هذا العلم لا تظهره عند الجهّال وعوام الناس، حتّى لا يشنعوا عليك وأنفس عن العوام به، وغط هذا العلم، وارجع إلى حرم جدّك.

ثمّ قال له هارون: قد بقي مسألة أخرى بالله عليك أخبرني بها.

قال له: سل.

فقال : بحق القبر والمنبر! وبحق قرابتك من رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أخبرني أنت تموت قبلي؟ أو أنا أموت

قبلك؟ لأنك تعرف هذا من علم النجوم.

فقال له موسىٰ عليه السلام: آمني حتّى أخبرك.

فقال: لك الأمان.

فقال: أنا أموت قبلك، وما كذبت ولا أكذب، ووفاتي قريب.

فقال له هارون: قد بقي مسألة تخبرني بها ولا تضجر.

فقال له: سل.

فقال: خبروني أنكم تقولون: إنّ جميع المسلمين عبيدنا وجوارينا، وأنكم تقولون من يكون لنا عليه حق ولا يوصله إلينا فليس بمسلم؟

فقال له موسىٰ عليه السلام: كذب الّذين زعموا أننا نقول ذلك، و إذا كان الأمر كذلك، فكيف يصح البيع والشراء عليهم، ونحن نشترى عبيداً وجواري ونعتقهم ونقعد معهم، ونأكل معهم، ونشترى المملوك، ونقول له: يابني! وللجارية: يابنتي! ونقعدهم يأكلوم معنا تقرباً إلى الله سبحانه، فلو أنّهم عبيدنا وجوارينا، ما صحّ البيع والشراء وقد قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم لما حضرته الوفاة: «الله الله في الصلاة وما ملكت أيمانكم».

يعني: صلوا وأكرموا مما ليككم وجواريكم، ونحن نعتقهم.

ونحن نذی ذٰلك لقول النبی ﷺ يوم غدير خم: ﴿من كنت مولاه فعلی مولاه﴾ وما كان يطلب بذلك إلا ولاء الدين.

والّذی يوصلونه إلينا من الزكاة والصدقة، فهو حرام علينا مثل الميتة والدم ولحم الخنزير.

وأمّا الغنائم والخمس من بعد موت رسول الله ﷺ فقد منعونا ذٰلك ونحن محتاجون إلى ما فی يدبنی آدم. فإن نفذ إلينا أحد هدية ولا يقول: إنّها صدقة نقبلها، لقول النبی ﷺ: ﴿لو دعيت إلى كراع لأجبت، ولو أهدی لی كراع لقبلت﴾. والكراع اسم القرية، والكراع يد الشاة – وذلك سنة إلى يوم القيامة ، ولو حملوا إلينا زكاة وعلمنا أنّها زكاة رددناها، و إن كانت هدية قبلناها.

ثمّ إنّ هارون أذن له فی الانصراف، فتوجه إلى الرقة، ثمّ تقولوا عليه أشياء فاستعاده هارون وأطعمه السم، فتوفی صلّی الله عليه.

''کتاب نزہت الکرام و بستان العوام'' میں آیا ہے: ایک دن ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا۔ جب امامؑ ہارون کے پاس آئے تو کہا: اے اولادِ فاطمہؑ! لوگ آپؑ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپؑ علمِ نجوم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

دوسری طرف فقہائے اہلِ سنت کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

جب میرے اصحاب میرا نام لیں تو پھر ان پر اعتماد کرنا، اور جب وہ "قدر" کے موضوع پر بات کریں تو خاموش ہو جانا اور جب نجوم کی بات کریں تو سکوت اختیار کرنا۔

حضرت امیرالمومنینؑ تمام لوگوں سے علمِ نجوم کہیں زیادہ رکھتے تھے اور ان کی اولاد کے بارے میں ان کے پیروکاروں کا نظریہ ہے کہ وہ سب اس علم میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا: یہ حدیث ضعیف ہے اور قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علمِ نجوم کی تعریف کی ہے۔ اگر علمِ نجوم صحیح نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کی تعریف نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے جنابِ ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا: "اور اس طرح ہم آسمانوں اور زمینوں کے ملکوت جناب ابراہیمؑ کو دکھاتے تھے تاکہ وہ اہلِ یقین میں سے ہو جائے"۔

ایک اور مقام پر فرمایا: "پس اُس نے ستاروں میں نگاہ کی اور کہا: میں بیمار ہوں"۔

اگر جنابِ ابراہیمؑ علمِ نجوم سے آگاہ نہ ہوتے تو آپ ستاروں میں غور وفکر نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ میں بیمار ہوں۔

حضرت ادریسؑ اپنے زمانے کے علمِ نجوم کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ستاروں کے بروج کی قسم کھائی ہے۔ فرمایا: "میں ستاروں کے بروج کی قسم کھاتا ہوں اور یہ ایک بہت بڑی قسم ہے اگر تم جانتے ہوتے"۔

ایک اور مقام پر فرمایا: "قسم ہے ان فرشتوں کی جو گھس کر کھینچ لیتے ہیں"۔

اور آگے فرمایا: "پھر اس امر کی تدبیر کرنے والے ہیں"۔

اس سے مراد بارہ برج اور سات سیارے ہیں، جو اللہ کے حکم سے دن اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں۔ علمِ قرآن کے بعد جو علم علمِ نجوم سے اشرف و اعلیٰ ہے، وہ انبیاء اور اوصیاء کا علم ہے اور ان کا علم جو انبیاءؑ کے وارث ہیں اور ان کے بارے میں فرمایا: "اور علامتیں بھی بنائیں اور ستاروں سے لوگ راستہ کا پتا چلا لیتے ہیں"۔

ہم اس علم کے عالم ہیں لیکن ہم اس کا تذکرہ نہیں کرتے۔

ہارون: اے موسیٰ کاظمؑ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، یہ علم جہال اور عوام الناس کے سامنے اظہار نہ کرنا، کیوں کہ وہ آپؑ پر باتیں بنائیں گے۔ لوگوں سے اس علم کو مخفی رکھنا اور اب اپنے نانا کے روضہ کی طرف واپس چلے جاؤ۔

پھر ہارون نے آپؑ سے کہا: ایک اور مسئلہ باقی رہ گیا ہے وہ ضرور بیان کریں۔

امامؑ: وہ کیا مسئلہ ہے؟

ہارون: میں آپؑ کو پیغمبرؐ کی قبر، منبر اور اُس کے ساتھ جو تمھاری قرابت ہے، کی قسم دیتا ہوں، یہ بتائیے میں نے آپؑ سے پہلے مرنا ہے یا آپؑ نے؟ کیوں کہ آپؑ علمِ نجوم کو جانتے ہیں اور اس راز سے بھی آگاہ ہیں۔

امامؑ: مجھے امان دو، تاکہ میں تمہیں بتاؤں۔

ہارون: آپ کو امان ہے۔

امامؑ: میں تم سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہوں گا۔ نہ مجھے جھوٹ بات کہی گئی ہے اور نہ میں جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ میری وفات قریب ہے۔

ہارون: ایک اور مسئلہ بتایئے اور پریشان نہ ہونا، آپؑ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپؑ تمام مسلمانوں کو اپنے غلام یا کنیزیں سمجھتے ہیں اور تمھارا کہنا ہے کہ تمام اُمت پر ہمارا حق ہے، جس نے حق ادا نہ کیا تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے؟

امامؑ: جو لوگ ہماری طرف ایسی نسبت دیتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگوں پر بیع و شرا کا معاملہ کیسے صحیح ہوتا۔ ہم غلام اور کنیزیں خریدتے ہیں اور انھیں آزاد بھی کرتے ہیں اور ان سے نشست و برخاست بھی کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ خورد و نوش بھی کرتے ہیں۔ جب اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں:

اے میرے بیٹے! یا اے میری بیٹی! اور ہم اُنھیں تقرب خداوندی کے لیے

ایک دسترخوان پر بٹھاتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے غلام ہوتے یا کنیزیں تو پھر ان کی خرید وفروخت ہمارے لیے جائز نہ ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت انتقال فرمایا تھا:
''اللہ اللہ! اپنی نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے رہنا اور اپنے غلاموں اور کنیزوں کا خیال رکھنا''۔ آپؐ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ نماز کو پابندی سے ادا کرتے رہنا اور غلاموں اور کنیزوں کا احترام کرنا اور ہم انھیں آزاد کر دیتے ہیں۔

جو کچھ آپؑ نے سن رکھا ہے وہ غلط ہے اور ان کا دعویٰ باطل ہے۔ اور جو لوگ ہمیں زکوٰۃ وصدقات دینا چاہتے ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ صدقات وزکوٰۃ ہم پر اس طرح حرام ہیں جس طرح مُردار اور سور کا گوشت حرام ہے۔

مالِ غنیمت اور خمس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ہم پر روک دیے گئے، جو ہمارا حق تھا۔ اب ہم سراپا محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔ جب کوئی شخص ہمیں ہدیہ پیش کرتا ہے اور وہ یہ نہیں کہتا کہ وہ صدقہ ہے تو ہم اُسے قبول کر لیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے: اگر کوئی مجھے گوسفند کے دست کے کھانے کی دعوت دے تو میں قبول کروں گا۔ اگر کوئی گوسفند کا دست میرے لیے ہدیہ کرے تو میں قبول کروں گا۔

یہ ہمارے لیے تا قیامت سنت رہے گی۔ اگر لوگ ہمارے پاس زکوٰۃ لے آئیں اور ہمیں علم ہو جائے کہ وہ زکوٰۃ ہے تو ہم اُسے قبول نہیں کریں گے۔ اگر وہ ہدیہ ہے تو ہم قبول کر لیں گے۔

بعد ازیں ہارون نے انھیں واپس مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔

امام علیہ السلام نے ''رقہ'' کی طرف حرکت فرمائی۔ جب آپؑ رقہ کی طرف روانہ ہوئے تو ہارون کے درباریوں نے سخت نکتہ چینی کی۔ ہارون نے آپؑ کی واپسی کے لیے دو دفعہ حکم جاری کیا۔ آخرکار آپ کو زہر کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔

خداوند تعالیٰ کی رحمتوں کا آپؑ پر نزول ہو۔ (بحار الانوار: ۴۸/۱۳۶، ۱۴۷، ۵۵/۲۵۲۔ فرج المہموم: ص ۱۰۷، ۱۰۸۔ مستدرک الوسائل: ۲۱/۱۰۲)

یہ گھر کیا ہے؟

عن محمد بن سابق بن طلحة الأنصاري قال:

كان ممّا قال هارون لأبي الحسن موسى عليه السلام حين ادخل عليه: ما هذه الدار؟ قال: هذه دار الفاسقين.

قال: وقرأ: ﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ، وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا﴾.

فقال له هارون: فدار من هي؟

قال: هي لشيعتنا فترة، ولغيرهم فتنة.

قال: فما بال صاحب الدار لا يأخذها؟

قال: أخذت منه عامرة، ولا يأخذها إلّا معمورة.

محمد بن سابق بن طلحہ انصاری کہتے ہیں: جب حضرت امام کاظم علیہ السلام کو ہارون رشید کے پاس لایا گیا تو اُس نے آپ سے پوچھا: اس گھر کی حیثیت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ فاسقین کا گھر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اُس وقت امام علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی:

"میں اُنھیں اپنی آیات سے دُور رکھوں گا، جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور تمام نشانیاں دیکھ کر بھی ان پر ایمان نہیں لاتے اور اگر یہ راہِ راست دیکھ بھی لیں تو اس راستے کو اختیار نہیں کرتے

اور اگر انحراف کا راستہ دیکھ لیں تو اس راستے کو اپنا لیتے ہیں"۔

ہارون: یہ گھر کس کا ہے؟

امامؑ: اصل میں یہ گھر ہمارے شیعوں سے متعلق ہے، لیکن ازراہِ آزمائش دوسروں کے قبضہ میں ہے۔

ہارون: صاحب خانہ اپنے گھر کو کیوں نہیں لیتا؟

امامؑ: انھوں نے ہم سے آباد صورت میں لیا تھا۔ ہم بھی اُسے آباد صورت میں واپس کریں گے۔ (تفسیر العیاشی: ۲/۲۹)

میں نے اس غلام کو دیکھا جس نے خوشوں کو اُٹھا رکھا تھا

العدّة ، عن البرقي، عن سعدان ، عن معتب قال:

كان أبو الحسن موسى علیہ السلام في حائط له يصرم فنظرت إلى غلام له قد أخذ كارة من تمر فرمى بها وراء الحائط.

فأتيته فأخذته وذهبت به إليه ، فقلت له: جعلت فداك اني وجدت هذا وهذه الكارة!

فقال للغلام : فلان!

قال: لبيك.

قال: أتجوع؟

قال: لا ، يا سيّدي!

قال: فتعرى؟

قال: لا ، يا سيّدي!

قال: فلأيّ شيء أخذت هذه؟

قال: اشتهيت ذٰلك.

قال: اذهب فهي لك.

وقال: خلوا عنه.

معتب کا بیان ہے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے کھجوروں کے باغ میں مصروف کار تھے اور آپؑ شاخوں کو کاٹ رہے تھے۔ میں نے ایک غلام کو دیکھا اُس نے کھجور کا ایک خوشہ اُٹھایا اور دیوار کے پیچھے پھینک دیا۔ میں گیا اور اُسے پکڑ کر امامؑ کے حضور لایا اور عرض کیا: قربان جاؤں میں نے اس غلام کو دیکھا کہ اس نے ان خوشوں کو اپنے پاس لے رکھا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اے فلاں۔

غلام: مولائے من میں حاضر ہوں۔

امامؑ: کیا تو بھوکا تھا؟

غلام: نہیں میں بھوکا نہیں تھا۔

امامؑ: کیا تو بے لباس تھا؟

غلام: نہیں میرے آقا!

امامؑ: پھر تو نے انھیں کیوں اُٹھایا؟

غلام: میرا دل چاہ رہا تھا۔

امامؑ: ان کھجوروں کو لے جاؤ یہ تیری ہیں اور آپؑ نے فرمایا: اسے رہا کر دو۔

(الکافی: ۲/۱۰۸، بحارالانوار: ۴۸/۱۱۵)

اے فلاں! تو کون ہے؟

عن ابي عبدالله باسناده عن أيوب الهاشمي أنه باب الرشيد رجل يقال له: نفيع الأنصاري وحضر موسى

بن جعفر علیہ السلام علی حمار له فلتلقاه الحاجب بالاكرام وعجّل له بالاذن، فسأل نفيع عبدالعزيز بن عمر من هذا الشيخ؟

قال: شيخ آل أبي طالب ، شيخ آل محمد ، هذا موسٰی بن جعفر.

قال: ما رأيت أعجز من هؤلاء القوم يفعلون هذا برجل يقدر أن يزيلهم عن السرير أما إن خرج لأسوء نه.

فقال له عبدالعزيز: لا تفعل، فإنّ هؤلاء أهل بيت قلّ ما تعرض لهم أحد في الخطاب إلّا وسموه في الجواب سمة يبقي عارها عليه مدى الدهر.

قال: وخرج موسٰی علیہ السلام وأخذ نفيع بلجام حماره وقال: من أنت ياهذا؟

قال: ياهذا! إن كنت تريد النسب أنا ابن محمد حبيب الله، ابن اسماعيل ذبيح الله، ابن ابراهيم خليل الله،

و إنْ كنت تريد البلد فهو الّذى فرض الله على المسلمين وعليك إن كنت منهم الحج إليه.

و إن كنت تريد المفخرة فوالله ما رضوا مشركوا قومي مسلمي قومك أكفاء لهم حتّى قالوا: يامحمد! أخرج إلينا أكفاء نا من قريش،

و إن كنت تريد الصيت والاسم فنحن الّذين أمر الله

بالصلاة علينا في الصلوات المفروضة، تقول: اللهم صلّ على محمد وآل محمد، فنحن آل محمد ، خلّ عن الحمار.

فخلّى عنه ويده ترعد، وانصرف مخزياً.

فقال له عبدالعزيز : ألم أقل لك؟!

ایوب ہاشمی کہتے ہیں: نفیع انصاری نامی آدمی ہارون رشید کے گھر کے قریب آیا۔ اُسی مقام پر اُس نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کو اپنی سواری پر سوار پایا۔ جب آپ ہارون کے دربار کے قریب پہنچے تو دربان نے آپ کا بہت زیادہ احترام کیا اور ان کی حاضری کی فوراً اجازت حاصل کر لی۔

نفیع نے عبدالعزیز بن عمر سے پوچھا: یہ بزرگوار کون ہیں؟

اُس نے کہا: یہ بزرگوار جناب ابوطالبؑ کی اولاد ہیں اور اہلِ بیت رسولؐ اللہ کے بزرگوار ہیں۔ یہ امام موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔

یہ آدمی کہتا ہے: میں نے عباسیوں کو دیکھا کہ اس شخص کے مقابلے میں وہ کس قدر عاجز ہیں کہ جس کی طاقت و قدرت نے انھیں سریرِ سلطنت سے اُتار کر اس کا استقبال کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ جب ہارون کے دربار سے باہر آئے گا تو میں اُس کی توہین کروں گا۔

عبدالعزیز نے اُسے کہا: ایسا نہ کرنا کیوں کہ یہ اُس خانوادہ کا چشم و چراغ ہے وآج تک جس کسی نے بھی ان کی شان میں ذرہ بھر جسارت کی تو ہمیشہ کے لیے اُس نے ذلت و رسوائی خرید لی۔

جس وقت امام علیہ السلام ہارون کے دربار سے باہر تشریف لائے تو نفیع نے سواری کے لگام کو پکڑ کر کہا: اے فلاں! تم کون ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم میرا نسب جاننا چاہتے ہو تو سنو، میں اللہ کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں، میں اسماعیل ذبیح اللہ کا فرزند ہوں، میں ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں۔

اگر تم میرا وطن جاننا چاہتے ہو تو میرا وطن وہ جگہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر اور تم پر بھی اگر تم مسلمان ہو تو اس جگہ کی زیارت اور حج کو لازم قرار دیا ہے۔ اگر تیرا مقصد یہ ہے کہ تو مجھ پر فخر کرے بخدا! ایسی قوم جو مشرک ہو وہ مجھ پر بھی راضی نہ ہوگی۔ تو بھی ان کی طرح ہے کہ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا: اے محمدؐ! ہمارے مقابلہ میں ان کو بھیج جو ہماری طرح قریش میں سے ہوں۔

اگر تیرا مقصود ناموری وشہرت ہے تو تو کان کھول کر سن، ہم وہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی نماز میں واجب کیا ہے کہ وہ سب ہم پر درود بھیجیں۔

تو کہتا ہے: خداوندا محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیج، وہی آلِ محمدؐ ہم ہیں۔ میری سواری کو جانے دے، پس نفیع نے لگام چھوڑ دی۔ اس وقت اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اور اس نے ذلت وخواری کے ساتھ اپنی راہ لی۔

عبدالعزیز کہتا ہے کہ میں نے اُسے کہا: ارے میں نے تجھے نہیں کہا تھا ایسا نہ کرنا؟ (المناقب: ۳/۴۳۱، بحارالانوار: ۴۸/۱۴۴، ۱۴۵)

اے ابوالحسنؑ! آپ کیسے ہیں؟

أبی، عن علی، عن أبیه، عن الریّان بن شبیب قال: سمعت المأمون یقول: ما زلت أحب أهل البیت علیهم السلام وأظهر للرشید بغضهم تقرّباً إلیه، فلمّا حجّ الرشید وکنت أنا ومحمّد والقاسم معه.

فلمّا کان بالمدینة استأذن علیه الناس، فکان آخر

من أذن له موسى بن جعفر علیہ السلام ، فدخل فلمّا نظر إليه الرشيد تحرّك، ومدّ بصره وعنقه إليه حتّى دخل البيت الّذي كان فيه. فلمّا قرب منه جثا الرشيد على ركبتيه وعانقه، ثمّ أقبل عليه فقال له: كيف أنت يا أبا الحسن؟ كيف عيالك وعيال أبيك؟ كيف أنتم؟ ما حالكم؟

فما زال يسأله عن هذا، وأبو الحسنؑ يقول: خير خير.

فلمّا قام أراد الرشيد أن ينهض فأقسم عليه أبو الحسن علیہ السلام فقعد، وعانقه وسلّم عليه وودعه.

قال المأمون: وكنت أجرأ ولد أبي عليه. فلمّا خرج أبو الحسن موسى بن جعفر قلت لأبي: يا أمير المؤمنين! لقد رأيتك عملت بهذا الرجل شيئًا ما رأيتك فعلته بأحد من أبناء المهاجرين والأنصار، ولا ببني هاشم، فمن هذا الرجل؟

فقال: يابني! هذا وارث علم النبيين، هذا موسى بن جعفر بن محمد، إن أردت العلم الصحيح فعند هذا.

قال المأمون: فحينئذ انغرس في قلبي حبّهم.

ریان بن شبیب کہتے ہیں: میں نے مامون رشید سے سنا کہ میں ہمیشہ اہل بیت کو اپنا دوست سمجھتا ہوں لیکن ہارون کے نزدیک اُن سے اپنی دشمنی کا اظہار کرتا ہوں، تا کہ اس کا تقرب حاصل کروں۔

جس زمانے ہارون حج کے لیے چلا تو میں، امین اور قاسم بھی اس کے ہمراہ تھے۔

جب ہم مدینہ وارد ہوئے تو لوگوں نے ملنا چاہا۔ مدینہ کے لوگ آتے رہے اور ہارون کو ملتے رہے۔ آخری آدمی جس نے ہارون سے ملاقات کی وہ موسیٰ بن جعفرؑ تھے۔

جس وقت وہ ہارون کے قریب آئے تو ہارون دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھوں کو ان کی گردن میں ڈال دیا اور ان سے معانقہ کیا اور کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ کیسے ہیں؟ آپؑ کے اہل وعیال اور آپؑ کے والد کے اہل وعیال کیسے ہیں؟ اور وہ کیا کر رہے ہیں؟ آپؑ سب کے کیا احوال ہیں؟ ہارون مسلسل آپؑ سے احوال پرسی کرتا رہا اور آپؑ خیر ہے، خیر ہے، کہتے رہے۔

جس وقت موسیٰؑ بن جعفر اُٹھے تو ہارون نے بھی اُٹھنا چاہا لیکن انھوں نے ہارون کو قسم دی کہ وہ بیٹھا رہے اور اپنی جگہ سے نہ اُٹھے پھر ہارون نے اُن سے معانقہ کیا اور سلام کیا اور وداع کیا۔

مامون کہتا ہے: میں اپنے والد پر اس کی دوسری اولاد سے زیادہ جرأت رکھتا تھا۔ جس وقت امام ابوالحسنؑ چلے گئے تو میں نے اپنے والد سے کہا: یاامیرالمومنینؑ! آپ نے جس قدر اس مرد سے سلوک کیا میں نے آج تک آپ کو کسی سے بھی اس طرح کرتے نہیں دیکھا، چاہے کوئی مہاجرین میں سے تھا یا انصار میں سے یا پھر بنوہاشم میں سے، فرمایئے یہ کون تھے؟

ہارون نے کہا: یہ انبیاءؑ کے علم کے وارث امام موسیٰؑ بن جعفرؑ تھے۔ اگر حقیقی علم ودانش کی ضرورت ہے تو وہ ان کے پاس ہے۔

مامون کہتے ہیں: جب میں نے اپنے باپ سے یہ سنا تو میرے دل میں امامؑ کی محبت جاگزیں ہوگئی۔ (عیون اخبار الرضاؑ: ۱/۹۳)

اے ابوالحسنؑ! تمھارے اہل وعیال کتنے ہیں؟

الوراق والمکتب ، والهمدانی ، وابن تاتانة ، وأحمد

بن علي بن إبراهيم ، وما جيلويه، وابن المتوكل رضي الله عنهم
جميعاً، عن علي ، عن أبيه ، عن عثمان بن عيسى،
عن سفيان بن نزار قال:

كنت يوماً على رأس المأمون، فقال: أتدرون من
علّمني التشيّع؟

فقال القوم جميعاً: لا والله ما نعلم.

قال: علّمنيه الرشيد.

قيل له: وكيف ذلك؟ والرشيد كان يقتل أهل هذا
البيت؟

قال: كان يقتلهم على الملك ، لأنّ الملك عقيم،
ولقد حججت معه سنة، فلمّا صار إلى المدينة تقدم
إلى حجابه وقال: لا يدخلن على رجل من أهل
المدينة ومكّة من أبناء المهاجرين والأنصار وبني
هاشم وسائر بطون قريش إلاّ نسب نفسه.

فكان الرجل إذا دخل عليه قال: أنا فلان بن فلان
حتّى ينتهي إلى جدّه من هاشمي أو قرشي أو مهاجري
أو أنصاري، فيصله من المائة بخمسة آلاف درهم وما
دونها إلى مائتي دينار، على قدر شرفه ، وهجرة آبائه.

فأنا ذات يوم واقف إذ دخل الفضل بن الربيع فقال:
يا أمير المؤمنين! على الباب رجل زعم أنّه موسى
بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن

أبي طالب عليه السلام.

فأقبل علينا ونحن قيام على رأسه ، والأمين والمؤتمن وسائر القواد، فقال: احفظوا على أنفسكم.

ثمّ قال لآذنه: ائذن له، ولا ينزل إلاّ على بساطي. فأنا كذلك إذ دخل شيخ مسخد قد أنهكته العبادة، كأنّه شن بال ، قد كلم السجود وجهه وأنفه.

فلمّا رأى الرشيد بنفسه عن حمار كان راكبه فصاح الرشيد : لا والله إلاّ على بساطي.

فمنعه الحجاب من الترجل ، ونظرنا إليه بأجمعنا بالاجلال والاعظام، فما زال يسير على حماره حتّى سار إلى البساط، والحجاب والقواد محدقون به، فنزل، فقام إليه الرشيد واستقبله إلى آخر البساط وقبّل وجهه ، وعينيه وأخذ بيده حتّى صيره في صدر المجلس، وأجلسه معه فيه، وجعل يحدّثه ويقبّل بوجهه عليه ، ويسأله عن أحواله.

ثمّ قال: يا أبا الحسن! ما عليك من العيال؟

فقال: يزيدون على الخمسمائة.

قال: أولاد كلّهم؟

قال: لا ، أكثرهم موالي وحشم، فأما الولد فلي نيف وثلاثون الذاكران منهم كذا، والنسوان منهم كذا.

قال: فلم لا تزوّج النسوان من بني عمومتهن وأكفائهن؟

قال: اليد تقصر عن ذلك.

قال: فما حال الضيعة؟

قال: تعطي في وقت وتمنع في آخر.

قال: فهل عليك دين؟

قال: نعم.

قال: كم؟

قال: نحو من عشرة آلاف دينار.

فقال الرشيد: يابن عم! أنا أعطيك من المال ما تزوج به الذكران والنسوان وتعمر الضياع.

فقال له: وصلتك رحم يابن عم! وشكر الله لك هذه النية الجميلة والرحم ماسة، والقرابة واشجة، والنسب واحد، والعباس عم النبي صلى الله عليه وآله وسلم وصنو أبيه، وعم علي بن أبي طالب عليه السلام وصنو أبيه وما أبعدك الله من أن تفعل ذلك وقد بسط يدك، وأكرم عنصرك، وأعلى محتدك.

فقال: أفعل ذلك يا أبا الحسن! وكرامة.

فقال: يا أمير المؤمنين (!) إنّ الله عزّوجلّ قد فرض على ولاة عهده، أن ينعشوا فقراء الأمة، ويقضوا عن الغارمين، ويؤدوا عن المثقل، ويكسوا العاري ويحسنوا إلى العاني، وأنت أولى من يفعل ذلك.

فقال: أفعل يا أبا الحسن!

ثمّ قام، فقام الرشيد لقيامه، وقبّل عينيه ووجهه، ثمّ أقبل علي وعلى الأمين والمؤتمن فقال: ياعبدالله! ويامحمد! ويإبراهيم! بين يدى عمّكم وسيّدكم، خذوا بركابه، وسووا عليه ثيابه، وشيعوه إلى منزله. فأقبل أبو الحسن موسى بن جعفر سراً بيني وبينه فبشّرني بالخلافة وقال لي: إذا ملكت هذا الأمر فأحسن إلى ولدى.

ثمّ انصرفنا، وكنت أجرأ ولد أبي عليه، فلمّا خلا المجلس قلت: يا أمير المؤمنين! من هذا الرجل الّذى قد عظمته وأجللته، وقمت من مجلسك إليه فاستقبلته، وأقعدته فى صدر المجلس، وجلست دونه، ثمّ أمرتنا بأخذ الركاب له؟

قال: هذا إمام الناس، وحجّة الله على خلقه، وخليفته على عباده.

فقلت: ياأمير المؤمنين! أو ليست هذه الصفات كلّها لك وفيك؟!

فقال: أنا إمام الجماعة فى الظاهر بالغلبة والقهر، وموسى بن جعفر إمام حق. والله يابني! إنّه لاحق بمقام رسول الله ﷺ منّي، ومن الخلق جميعاً، ووالله لو نازعتني هذا الأمر لأخذت الّذى فيه عيناك، فإنّ الملك عقيم.

فلمّا أراد الرحيل من المدينة إلى مكّة أمر بصرّة

سوداء فيها مائتا دينار ، ثمّ أقبل على الفضل بن الربيع فقال له: اذهب بهذه إلى موسى بن جعفر وقل له: يقول لك أمير المؤمنين : نحن في ضيقة وسيأتيك برّنا بعد هذا الوقت(!)

فقمت في صدره فقلت: يا أمير المؤمنين! تعطي أبناء المهاجرين والأنصار وسائر قريش، وبني هاشم، ومن لا يعرف حسبه ونسبه خمسة آلاف دينار إلى ما دونها وتعطي موسى بن جعفر وقد أعظمته وأجللته مائتي دينار؟! أخس عطية أعطيتها أحداً من الناس؟

فقال: اسكت لا أم لك! فإنّي لو أعطيت هذا ما ضمنته له، ما كنت آمنه أن يضرب وجهي غداً بمائة ألف سيف من شيعته ومواليه، وفقر هذا وأهل بيته أسلم لي ولكم من بسط أيديهم وأعينهم.

فلما نظر إلى ذلك مخارق المغني دخله في ذلك غيظ، فقام إلى الرشيد فقال: يا أمير المؤمنين! قد دخلت المدينة وأكثر أهلها يطلبون منّي شيئًا ، وإن خرجت ولم أقسم فيهم شيئًا لم يتبين لهم تفضّل أمير المؤمنين علي، ومنزلتي عنده.

فأمر له بعشرة آلاف دينار.

فقال له: يا أمير المؤمنين! هذا لأهل المدينة، وعلي دين أحتجاج أن أقضيه.

فأمر له بعشرة آلاف دينار أخرى.

فقال له: يا أمير المؤمنين! بناتي أريد أن أزوجهن وأنا محتاج إلى جهازهن.

فأمر له بعشرة آلاف دينار أخرى.

فقال له: يا أمير المؤمنين! لابدّ من غلّة تعطينيها ترد علي وعلى عيالي وبناتي وأزواجهن القوت.

فأمر له بأقطاع ما يبلغ غلته في السنة عشرة آلاف دينار، وأمر أن يعجل ذلك له من ساعته.

ثمّ قام مخارق من فوره وقصد موسى بن جعفر عليه السلام وقال له: قد وقفت على ما عاملك به هذا الملعون، وما أمر لك به، وقد احتلت عليه لك، وأخذت منه صلات ثلاثين ألف دينار، وأقطاعاً تغل في السنة عشرة آلاف دينار، ولا والله ياسيدي! ما أحتاج إلى شيء من ذلك، وما أخذته إلا لك، وأن أشهد لك بهذه الأقطاع، وقد حملت المال إليك.

فقال: بارك الله لك في مالك، وأحسن جزاك ما كنت لآخذ منه درهماً واحداً ولا من هذه الأقطاع شيئاً، وقد قبلت صلتك وبرك، فانصرف راشداً، ولا تراجعني في ذلك.

فقبّل يده وانصرف. (عیون اخبار الرضاؑ: ۱/۸۸، بحار الانوار: ۴۸/۱۳۰-۱۳۱)

الاحتجاج : روی أنّ المأمون قال لقومه: أتدرون من علمنی التشیع...... إلی قوله: أسلم لی ولکم من بسط أیدیهم و إغنائهم. (الاحتجاج: ص۳۱۳)

قال العلّامة المجلسی رحمہ اللہ :

بیان: قال الفیروز آبادی ﴿الملك عقیم﴾ ای لا ینفع فیه نسب لأنّه یقتل فی طلبه الأب والأخ والعم والولد. (القاموس:۴/۱۵۲)

وقال الجواهری: أصبح فلان مسخداً إذا أصبح مصفراً ثقیلاً مورماً. (الصحاح:۱/۴۸۲)

قوله علیہ السلام : ﴿وصلتك رحم﴾ أی صارت الرحم سبباً لصلتك لنا، أو دعاء له بأن تصله الرحم وتعینه وتجزیه بما رعی لها، والأخیر أظهر.

والواشجة: المشتبكة.

والمحتد: الأصل.

ونعشه أی رفعه.

والعانی: الأسیر. (بحارالانوار:۴۸/۱۳۰-۱۳۷)

سفیان بن نزار کہتے ہیں: ایک دن میں مامون کی خدمت میں حاضر تھا کہ اُس نے کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ علم تشیع مَیں نے کس سے سیکھا ہے؟

حاضرین نے کہا: نہیں بخدا! ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے۔

اُس نے کہا: میں نے علم تشیع اپنے والد ہارون سے سیکھا ہے۔

حاضرین نے کہا: وہ کیسے؟ اُس نے تو ان لوگوں کو قتل کرا دیا جو اس خاندان

سے محبت رکھتے تھے؟

مامون نے کہا: جی ہاں! اُس نے اپنی سلطنت کی حفاظت کے لیے انھیں قتل کیا، کیوں کہ سلطنت سے کسی چیز کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ جس سال مَیں اُن کے ساتھ حج پر گیا اور ہم جونہی مدینہ پہنچے تو اُس نے اپنے دربانوں سے کہا: جو شخص مکہ اور مدینہ میں چاہے وہ مہاجرین میں سے ہو یا انصار میں سے ہو، جب ملاقات کے لیے آئے تو اپنا تعارف خود کرائے۔ اس طرح لوگ ملاقات کے لیے آتے رہے اور اپنے تعارف میں کہتے رہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں حتیٰ کہ اپنے دادا تک کا نام لیتے اور یہ بھی کہتے کہ وہ بنوہاشم سے ہے۔ یا قریش سے ہے یا مہاجرین سے ہے یا انصار سے ہے۔ ہارون ان میں سے ہر ایک کو ان کے مقام و شرافت اور نسب وحسب اور ان کے آباء واجداد کی ہجرت کی نسبت سے پچاس ہزار درہم اور دوسو دینار اعزازیہ دیتا رہا۔

ایک دن مَیں ہارون کے نزدیک بیٹھا تھا کہ فضل بن ربیع حاضر ہوا اور اُس نے کہا: اے امیرالمومنین! دروازے پر کوئی شخص آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

میں، امین، موتمن اور باقی تمام سپاہ دار اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ ہارون نے ہماری طرف رُخ کیا اور کہا: ہوشیار ہو جاؤ!

پھر دربان سے کہا: انھیں اجازت دو کہ وہ اندر آجائیں لیکن خیال رکھنا انھیں اپنی سواری پر سوار رہنے دینا، ہاں جب میرے اس فرش کے قریب آئیں تو انھیں اترنے کے لیے کہنا۔

میں اسی صورت میں کھڑا تھا کہ میری نگاہیں ایک نحیف و نزار شخص پر پڑیں۔ عبادت نے جس کے جسم کو نہایت کمزور کر دیا تھا۔ گویا کہ اُس کی جلد کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا۔ سجود کی کثرت نے ان کی پیشانی اور ناک مبارک پر اپنے آثار چھوڑ رکھے تھے۔

جونہی ان کی نظر ہارون پر پڑی۔ انھوں نے اپنی سواری سے اُترنا چاہا، ہارون چیخ اُٹھا اور کہا: یہاں نہیں اُترنا، چلے آیئے اور میرے سامنے میرے فرش پر اُتریئے۔

دربانوں نے آپؑ کو سواری سے نہ اُترنے دیا۔ ہم سب اس وقت آپؑ کی عظمت وجلال کا نظارہ کررہے تھے۔ آپؑ اس طرح اپنی سواری پر سوار شاہی فرش پر پہنچے اور اپنی سواری سے نیچے آئے۔ اُس وقت دربان اور فوجی آفیسر انھیں اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ ہارون اپنے تخت سے نیچے آیا اور آپؑ کا استقبال کیا اور آپؑ کی صورت اور آنکھوں کے بوسے لیے۔ آپؑ کے ہاتھوں کو پکڑا اور صدر مجلس میں لے آیا اور آپؑ کے ساتھ جا بیٹھا اور گفتگو کا آغاز کیا اور اپنی توجہ کا انھیں مرکز ٹھہرایا اور آپؑ سے احوال پُرسی کی۔

ہارون: اے ابوالحسنؑ! اہل وعیال کتنے ہیں؟

امامؑ: میرے اہل وعیال پانچ سو سے کچھ زیادہ ہیں۔

ہارون: یہ سب کے سب آپؑ کی اولاد ہیں۔

امامؑ: نہیں، ان میں سے اکثر غلام وکنیزیں ہیں۔

ہارون: آپؑ نے اپنی خواتین کی شادیاں اپنے چچا کے بیٹوں کے ساتھ کیوں نہیں کیں؟

امامؑ: اس کام میں تنگ دستی رکاوٹ کا سبب بنی رہی۔

ہارون: زرعی زمینوں کا کیا حال ہے؟

امامؑ: کبھی اُن سے کچھ حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں۔

ہارون: آپؑ مقروض بھی ہیں؟

امامؑ: جی ہاں!

ہارون: قرض کس قدر ہے؟

امامؑ: تقریباً دس ہزار دینار۔

ہارون: اے میرے چچا کے بیٹے! میں آپؑ کو اس قدر رقم دیتا ہوں تاکہ آپؑ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی شادیاں کریں اور اپنی زمینوں کو آباد کریں۔

امامؑ: اے چچا کے بیٹے! آپ نے رشتہ و قرابت کی قدر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھاری اس پسندیدہ نیت پر تمھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم ایک دوسرے سے قربت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے باہمی رشتے رکھتے ہیں۔ ہمارا تمھارا نسب بھی ایک ہے۔ جناب عباس رسولؐ اللہ کے چچا تھے۔

آپ بھی اسی نسب و حسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو نعمات عطا کر رکھی ہیں۔ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرنا آپ سے بعید نہیں ہے۔

ہارون: اے ابوالحسنؑ! میں ایسا ضرور کروں گا۔

امامؑ: اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ اُمت کے ضرورت مندوں کی ضروریات کو پورا کریں اور جو مقروض ہیں، ان کے قرض ادا کریں۔ ان کا بوجھ ہلکا کریں اور جو پریشان حال ہیں، ان کی پریشانیاں دُور کریں اور آپ ان تمام اُمور کو احسن انداز میں کر سکتے ہیں۔

ہارون: میں ایسا ضرور کروں گا۔

پھر امام علیہ السلام اپنی جگہ سے اُٹھے تو ہارون بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے آپ کی آنکھوں اور چہرے کے بوسے لیے۔ پھر میری طرف امین اور موتمن کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے عبداللہ، اے محمد، اے ابراہیم! آپ کے چچا بزرگوار آپ کے سامنے ہیں، یہ آپ کے سردار آپ کے سامنے ہیں۔ ان کے پابہ رکاب رہیے، ان پر ان کا لباس درست کیجیے اور اُن کی منزل تک ان کے ساتھ رہیے۔

مامون کہتا ہے: راستہ چلتے ہوئے امامؑ نے میری طرف رُخ کیا اور خفیہ

طریقے سے مجھے خلافت کا مژدہ سنایا اور فرمایا: جب حکومت تمھیں مل جائے تو میری اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

جب ہم واپس آئے کیوں کہ میں اپنے والد پر ان کی باقی اولاد سے زیادہ جرأت رکھتا تھا۔ جونہی ہم اکیلے ہوتے تو میں نے کہا: اے امیرالمومنین! یہ شخص کون تھے کہ آپ نے ان کا اس قدر احترام واکرام کیا، اپنے تخت سے نیچے چلے آئے، دوڑ کر ان کا استقبال کیا اور صدر مجلس میں انھیں جگہ دی اور اُن سے ذرا نچلی جگہ بیٹھے۔ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ان کی رکابوں کو تھامیں؟

ہارون: یہ امام اُمت ہیں اور اللہ کی مخلوق پر اُس کی حجت ہیں اور اُس کے بندوں پر اُس کے خلیفہ ہیں۔

مامون: کیا یہ تمام خواص وصفات آپ کے لیے نہیں ہیں؟

ہارون: جی ہاں! میں ازراہ جبر لوگوں کا رہبر و امام ہوں لیکن حقیقی امام و رہبر موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ بخدا وہ رسول کے مقام کے مجھ سے اور تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔ بخدا! اگر تم بھی میرے ساتھ خلافت وحکومت کے لیے جھگڑا کرو تو میں تمھاری گردن تمھارے جسم سے جدا کر دوں، کیوں کہ سلطنت چیز ہی ایسی ہے۔ جس کے سامنے رشتوں، ناطوں اور اولاد کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

جس وقت ہارون نے مدینہ سے مکہ کی طرف جانے کی تیاری کی تو اُس نے حکم دیا۔ اُس کے حکم پر ایک سیاہ رنگ کی تھیلی لائی گئی، جس میں دو سو دینار تھے۔ اُس نے فضل بن ربیع سے کہا کہ یہ تھیلی امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس لے جاؤ اور انھیں کہو کہ امیرالمومنین کہہ رہے ہیں کہ ہمارے مالی حالات کچھ بہتر نہیں ہیں۔ فی الحال یہ قبول کرلو، عنقریب مزید بھیج دوں گا۔

مامون کہتا ہے: میں اُٹھا اور کہا: اے امیرالمومنین! آپ نے مہاجرین وانصار،

قریش اور دوسرے بنو ہاشم کہ جن کا نسب آپ جانتے ہی نہ تھے ان کو پانچ پانچ ہزار دینار تک دے دیئے لیکن امام موسیٰ بن جعفرؑ جن کا آپ نے اس قدر احترام واکرام کیا تھا اس کے لیے صرف دو سو دینار، اتنی کم رقم تو آپ نے کسی کو بھی نہیں دی۔

ہارون نے مجھ سے کہا: تیری ماں نہ رہے! خاموش جو وعدہ میں نے ان سے کیا ہے اگر پورا کردوں تو میرے نیچے سے زمین کھینچ لی جائے اور کل اُس کے پیروکاروں کی ایک لاکھ تلواریں میرے سر پر چمکیں گی۔ ان کی تنگ دستی و ناداری میں تیرے لیے بھی سلامتی ہے اور میرے لیے بھی سلامتی ہے۔

جس وقت مخارق گلوکار نے یہ منظر دیکھا تو اس کے غیض وغضب کی انتہا نہ رہی۔ وہ ہارون کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا: اے امیر المومنین! جب سے میں مدینہ آیا تو مدینہ کے اکثر لوگوں نے مجھ سے اپنی مدد کی درخواست کی ہے۔ اگر اس حال میں ان کی مالی معاونت کیے بغیر یہاں سے چلا جاؤں تو لوگ کیا خیال کریں گے کہ امیر المومنین کی مجھ پر کیا عنایات ہیں اور آپ کے حضور میرا مقام ومنزلت کیا ہے؟

ہارون نے حکم دیا کہ اُسے دس ہزار دینار دیئے جائیں۔ پھر اُس نے کہا: ٹھیک ہے یہ رقم تو میں اہلِ مدینہ میں تقسیم کروں گا لیکن میں اس وقت مقروض ہوں اور اپنا قرض ادا کرنا چاہتا ہوں۔

ہارون نے اُس کے قرض کی ادائیگی کے لیے اُسے دس ہزار دینار دیئے۔

پھر اُس نے کہا: اے امیر المومنین! میں اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرنا چاہتا ہوں، ان کے لیے میں نے جہیز تیار کرنا ہے۔

ہارون نے پھر دس ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔

پھر اُس نے کہا: مجھے اناج وغلہ کی سخت ضرورت ہے تاکہ اس اناج وغلہ سے غذا کا انتظام کرسکوں۔ ہارون نے حکم دیا کہ اُسے اس قدر کھیت اور باغ دے دیئے

جائیں جن کی سالانہ آمدنی دس ہزار کے برابر ہو۔ اور اُس نے حکم دیا کہ باغ اور کھیت اس کی تحویل میں فوراً دے دیئے جائیں اور اُسی وقت عمل ہوا اور یہ سب کچھ اس کی تحویل میں دے دیا گیا۔

مخارق وہاں سے فوراً اُٹھا اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور حاضر ہوا اور عرض کیا: اے میرے آقا! مجھے معلوم ہے، اس ملعون نے آپؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور آپؑ کی طرف کیا بھیجا۔ میں نے آپ کی خاطر یہ سب کچھ کیا۔ میں نے ۳۰ ہزار دینار اور مزرعہ جس کا محصول سالانہ دس ہزار دینار کے برابر آتا ہے، ہارون سے وصول کر لیے ہیں۔ بخدا! ان تمام اشیاء میں سے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ آپؑ کے لیے اُس سے وصول کیا ہے اور ان کی سند پر میں نے آپؑ کے لیے دستخط کیے اور یہ سارا مال آپؑ کے لیے لایا ہوں۔

یہ سن کر حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تعالیٰ تیرے مال میں برکت عطا کرے اور تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ اس مال میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا اور نہ یہ کھیت اور مزرعہ لوں گا۔ میں تیری اس محبت وشفقت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ عزت وسلامتی کے ساتھ چلے جاؤ اور اس مقصد کے لیے میرے پاس دوبارہ نہ آنا۔

مخارق نے امام علیہ السلام کے ہاتھوں کو چوما اور واپس چلا آیا۔

کہا گیا ہے کہ اس روایت کا اوّلین حصّہ "الاحتجاج" میں بھی آیا ہے۔

علامہ مجلسی اس روایت کی توضیح میں فرماتے ہیں:

فیروز آبادی نے "الملک العقیم" کی شرح میں لکھا ہے کہ سلطنت کے سامنے کسی رشتہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ سلطنت سے نہ نسب فائدہ اُٹھاتا ہے اور نہ کوئی خونی رشتہ، اس کی طلب میں سامنے جو بھی آیا وہ قتل ہوا چاہے وہ باپ تھا یا بھائی، چچا تھا یا بیٹا۔ (عیون اخبار الرضاؑ: ۱/ ۸۸، بحار الانوار: ۴۸/ ۱۳۰-۱۳۷، الاحتجاج: ص ۲۱۳،

القاموس:۳/۱۵۲، الصحاح:۱/۳۸۲، بحارالانوار:۴۸/۱۳۰-۱۳۷)

اے ابوالحسنؑ! کون سی چیز آپؑ سے از راہ ظلم لی گئی ہے؟

علي بن محمد بن عبدالله، عن بعض أصحابنا - أظنه السياري - عن علي بن أسباط قال:

لمّا ورد أبو الحسن موسى عليه السلام على المهدي رآه يرد المظالم فقال: ياأمير المؤمنين(!!) ما بال مظلمتنا لا ترد؟

فقال له: وما ذاك يا أبا الحسن؟

قال: إنّ الله تبارك وتعالى لمّا فتح على نبيه صلى الله عليه وآله فدك وما والاها لم يوجف عليه بخيل ولا ركاب، فأنزل الله على نبيه صلى الله عليه وآله ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ﴾ فلم يدر رسول الله صلى الله عليه وآله من هم، فراجع في ذلك جبرئيل، وراجع جبرئيل ربّه، فأوحى الله إليه أن ادفع فدك إلى فاطمة عليها السلام،

فدعاها رسول الله صلى الله عليه وآله فقال لها: يافاطمة! إنّ الله أمرني أن أدفع إليك فدك.

فقالت: قد قبلت يارسول الله! من الله ومنك.

فلم يزل وكلاؤها فيها حياة رسول الله صلى الله عليه وآله فلمّا ولّي أبوبكر أخرج عنها وكلاءها فأتته فسألته أن يردها عليها فقال لها: ايتيني بأسود أو أحمر يشهد لك بذلك.

فجاءت بأمير المؤمنين عليه السلام وأمّ أيمن ، فشهدا لها، فكتب لها بترك التعرّض، فخرجت والكتاب معها.

فلقيها عمر فقال: ما هذا معك يابنت محمّد؟

قالت: كتاب كتب لي ابن أبي قحافة.

قال: أرينيه!

فأبت ، فانتزعه من يدها ونظر فيه ، ثمّ تفل فيه ومحاه وخرقه، فقال لها: هذا لم يوجف عليه أبوك بخيل ولا ركب، فضعي الجبال في رقابنا.

فقال له المهدي: ياأبا الحسن! حدّها إلي.

فقال: حدّ منها جبل أحد ، وحدّ منها عريش مصر، وحدّ منها سيف البحر، وحدّ منها دومة الجندل.

فقال له: كلّ هذا؟

قال: نعم يا أمير المؤمنين (!!) هذا كلّه ، إنّ كله ممّا لم يوجف أهله على رسول الله صلى الله عليه وآله بخيل ولا ركب.

فقال: كثير وأنظر فيه.

قال العلّامة المجلسي رحمه الله :

بيان: قوله: «فضعي الجبال» في بعض النسخ بالحاء المهملة.

ويحتمل أن يكون حينئذ كناية عن الترافع إلى الحكام بأن يكون لعنه الله قال ذلك تعجيزاً لها

وتحقيراً لشأنها، أو المعنى أنك إذا أعطيت ذلك
وضعت الحبال على رقابنا بالعبودية،
أو أنك إذا حكمت على ما لم يوجف عليها بخيل
بأنها منك فاحكمي على رقابنا أيضاً بالملكية.
وفي بعض النسخ بالجيم ، أي إن قدرت على وضع
الجبال على رقابنا جزاءً بما صنعنا فافعلي.
ويحتمل أن يكون على هذا كناية عن ثقل الآثام
والأوزار.

علی بن اسباط کہتے ہیں: جس وقت حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ مہدی عباسی کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ لوگوں کی داد و فریاد سن رہا ہے۔ ازراہِ ظلم لوگوں نے جن لوگوں سے مال لیا تھا، وہ حق داروں کو واپس کر رہا ہے۔ اس دوران امام علیہ السلام نے فرمایا: جو جاگیر ہم سے ازراہ ظلم چھینی گئی تھی، کیا وہ ہمیں نہیں ملے گی۔

مہدی عباسی نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ سے کون سا مال ازراہِ ستم چھینا گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فدک اور اُس کے اطراف پر بغیر جنگ کے فتح عطا فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی: ''اپنے اقربا کو حق عطا کرو''۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے تھے کہ وہ قریبی کون ہیں؟ آپؐ نے جبرئیلؑ کی طرف رجوع کیا اور جبرئیلؑ نے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ خداوند تعالیٰ نے وحی فرمائی: ''فدک اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دے دو''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنے ہاں بلایا اور فرمایا: اے فاطمہؑ! اللہ تعالیٰ

نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فدک آپؑ کے حوالے کروں۔

آپؑ نے فرمایا: اے اللہ کے رسولؐ! میں قبول کرتی ہوں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور آپ کی طرف سے ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات تک جاگیر فدک پر حضرت فاطمہؑ کے مقرر شدہ افراد موجود رہے۔ جب حضرت ابوبکر کے پاس حکومت آئی تو اُس نے حضرت زہراؑ کے مقرر شدہ لوگوں کو بے دخل کر دیا تھا۔ جب دختر رسولؐ اللہ کو پتا چلا تھا تو آپؑ حضرت ابوبکر کے پاس آئی تھیں اور فدک کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے کہا تھا: میرے پاس کوئی اسود یا احمر لے آؤ، جو تمھارے لیے گواہی دیں۔

حضرت فاطمہؑ حضرت امام علیؑ اور جناب اُم ایمنؓ کو بطور گواہ لائیں۔ حضرت ابوبکر نے اُن کے لیے ایک سند لکھ دی تھی، تاکہ اس معاملے میں ان سے کوئی جھگڑا نہ کر سکے۔ جب دختر رسولؐ وہاں سے روانہ ہوئیں تو وہ سند آپؑ کے پاس تھی۔ راستے میں حضرت عمر نے آپؑ سے پوچھا: اے دختر رسولؐ اللہ! آپؑ کے پاس یہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ سند ہے جو حضرت ابوبکر نے میرے لیے تحریر کی ہے۔

اُس نے کہا: مجھے دکھایئے۔

حضرت فاطمہؑ نے وہ سند ان کو نہ دی۔ اُس نے شہزادیٔ رسولؐ کے ہاتھ سے وہ چھین لی، اُسے پڑھا پھر اُس کے اُوپر لعاب دہن ڈالا اور اُس تحریر کو ہاتھ سے مٹا دیا۔

حضرت عمر نے کہا: تیرے باپ نے یہ جاگیر فدک گھوڑوں اور اُونٹوں کو دوڑا کر حاصل نہ کی تھی اور تو ہماری گردنوں میں رسی ڈالنا چاہتی ہے۔

اس دوران مہدی عباسی نے امام کاظم علیہ السلام سے کہا: فدک کی حدود بیان کرو۔

امام: ـــــ اُس کی ایک حد کوہِ اُحد ہے۔

—— اُس کی دوسری حد عریش مصر ہے۔

—— اُس کی تیسری حد سیف البحر ہے۔

—— اُس کی چوتھی حد دومۃ الجندل ہے۔

مہدی عباسی: یہ سب حدودِ فدک ہیں؟

امامؑ: جی ہاں! یہ سب فدک کی حدود ہیں۔ یہ وہ زمینیں اور علاقے ہیں کہ جن کو رسولؐ اللہ نے گھوڑوں اور اُونٹوں کے ساتھ نہیں روندا۔

مہدی: یہ مقدار بہت زیادہ ہے میں اس بارے میں غور کروں گا۔

علامہ مجلسی اس روایت کی توضیح میں فرماتے ہیں: لفظ "جبال" بعض نسخوں میں حرف "حا" کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ اگر فدک آپؑ کو واپس کردیں تو تم ہماری گردنوں میں غلامی کی رسی ڈال دوگی اور ہمیں اپنا غلام بنالوگی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر آج تو اس زمین کی حاکم بن گئی اور یہ زمین تیری ملکیت ہوگئی پھر کل تو ہماری غلامی کا حکم جاری کردے گی۔

بعض نسخوں میں حرف "جیم" آیا ہے۔ اگر تجھ میں طاقت ہے کہ تو پہاڑوں کو اُٹھا اور ہماری گردنوں پر ڈال دے جو کچھ تو کرسکتی ہے کرلے!

اس کلام سے گناہوں کی سنگینی اور بوجھ کے کنایہ کا احتمال بھی ہوتا ہے۔

(الکافی:۱/۵۴۳)

سوالوں کی بارش

عدّة من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن إسماعيل بن مهران ، عن محمد بن منصور ، عن علي بن سويد قال:

كتبت إلى أبي الحسن موسى عليه السلام وهو في الحبس

كتاباً أسأله عن حاله وعن مسائل كثيرة.

فاحتبس الجواب علي، ثمّ أجابني بجواب هذه نسخته:

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه العلي العظيم الّذي بعظمته ونوره أبصر قلوب المؤمنين، وبعظمته ونوره عاداه الجاهلون، وبعظمته ونوره ابتغى من في السماوات ومن في الأرض إليه الوسيلة، بالأعمال المختلفة والأديان المتضادة.

فمصيب ومخطئ، وضالّ ومهتد، وسميع وأصم، وبصير وأعمى حيران، فالحمد للّٰه الّذي عرف ووصف دينه محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

أمّا بعد، فإنّك امرؤ أنزلك اللّٰه من آل محمد بمنزلة خاصّة، وحفظ مودّة ما استرعاك من دينه، وما ألهمك من رشدك، وبصرك من أمر دينك وبتفضيلك ايّاهم وبردك الأمور إليهم.

كتبت تسألني عن أمور كنت منها في تقية ومن كتمانها في سعة، فلمّا انقضى سلطان الجبابرة، وجاء سلطان ذي السلطان العظيم، بفراق الدنيا المذمومة إلى أهلها، العتاة على خالقهم، رأيت أن أفسر لك ما سألتني عنه مخافة أن يدخل الحيرة على ضعفاء شيعتنا من قبل جهالتهم، فاتق اللّٰه جل ذكره وخص بذلك الأمر أهله، واحذر أن تكون سبب بلية

الأوصياء ، أو حارشاً عليهم بإفشاء ما استودعتك وإظهار ما استكتمتك، ولن تفعل إن شاء الله.

إنّ اوّل ما أنهي إليك أني أنعي إليك نفسي في ليالي هذه، غير جازع ولا نادم ، ولا شاكّ فيما هو كائن، ممّا قد قضى الله عزّوجلّ وحتم.

فاستمسك بعروة الدين آل محمد ، والعروة الوثقى الوصي بعد الوصي والمسالمة والرضا بما قالوا ولا تلتمس دين من ليس من شيعتك، ولا تحبن دينهم، فإنّهم الخائنون الّذين خانوا الله ورسوله وخانوا أماناتهم.

وتدري ما خانوا أماناتهم؟ ائتمنوا على كتاب الله فحرّفوه وبدّلوه، ودلوا على ولاة الأمر منهم فانصرفوا عنهم، فأذاقهم الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون.

وسألت عن رجلين اغتصبا رجلًا مالاً كان ينفقه على الفقراء والمساكين وأبناء السبيل وفي سبيل الله، فلمّا اغتصباه ذلك لم يرضيا حيث غصباه حتّى حملاه إيّاه كرهاً فوق رقبته إلى منزلهما،

فلمّا أحرزاه توليا إنفاقه أيبلغان بذلك كفراً؟

فلعمري لقد نافقا قبل ذلك وردّا على الله عزّوجلّ كلامه وهزءا برسوله ﷺ وهما الكافران عليهما

لعنة الله والملائكة والناس أجمعين.

والله ، ما دخل قلب أحد منهما شئ من الايمان منذ خروجهما من حالتيهما ، وما ازدادا ، إلّا شكاً كانا خداعين مرتابين منافقين حتّى توفتهما ملائكة العذاب إلي محل الخزى في دار المقام.

وسألت عمّن حضر ذلك الرجل وهو يغصب ماله ويوضع علي رقبته ، منهم عارف ومنكر ، فأولئك أهل الردة الأولي ومن هذه الأمة ، فعليهم لعنة الله والملائكة والناس أجمعين.

وسألت عن مبلغ علمنا ،

وهو علي ثلاثة وجوه : ماض وغابر وحادث.

فأما الماضي فمفسّر،

وأما الغابر فمكتوب،

وأما الحادث فقذف في القلوب ونقر في الأسماع وهو أفضل علمنا

ولا نبي بعد نبينا محمد صلى الله عليه وآله وسلم.

وسألت عن أمّهات أولادهم،

فهن عواهر إلي يوم القيامة نكاح بغير ولي وطلاق لغير عدة،

وأما من دخل في دعوتنا فقد هدم إيمانه ضلاله ويقينه شكه.

وسألت عن الزكاة فيهم ،

فما كان من الزكوات ، فأنتم أحق به لأنّا قد أحللنا ذلك لكم من كان منكم وأين كان.

وسألت عن الضعفاء

فالضعيف من لم ترفع إليه حجّة ، ولم يعرف الاختلاف، فإذا عرف الاختلاف فليس بضعيف.

وسألت عن الشهادات لهم،

فأقم الشهادة لله عزّوجلّ ولو على نفسك أو الوالدين والأقربين فيما بينك وبينهم، فإن خفت على أخيك ضيماً فلا.

وادع إلى شرائط الله عزّ ذكره بمعرفتنا من رجوت إجابته، ولا تحضر حصن زنا ووال آل محمّد ولا تقل لما بلغك عنّا ونسب إلينا هذا باطل ، وان كنت تعرف منّا خلافه، فإنّك لا تدري لما قلناه وعلى أيّ وجه وصفناه.

آمن بما أخبرك ولا تفش ما استكتمناك من خبرك.

إنّ من واجب حق أخيك أن لا تكتمه شيئًا تنفعه به لأمر دنياه وآخرته، ولا تحقد عليه وإن أساء، وأجب دعوته إذا دعاك، ولا تخل بينه وبين عدوه من الناس، وإن كان أقرب إليه منك، وعده في مرضه ، ليس من أخلاق المؤمنين الغش، ولا الأذى، ولا الخيانة، ولا

الكبر، ولا الخناء، ولا الفحش ولا الأمر به.

فإذا رأيت المشوه الأعرابي في جحفل جرار ، فانتظر فرجك ولشيعتك المؤمنين ، فإذا انكسفت الشمس، فارفع بصرك إلى السماء وانظر ما فعل الله عزّوجلّ بالمجرمين.

فقد فسّرت لك جملًا جملًا ، وصلّى الله على محمد وآله الأخيار.

علی بن سوید کہتے ہیں کہ جن دنوں حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ زندان میں تھے۔ میں نے آپؑ کی طرف احوال پرسی کا خط لکھا اور اس میں بہت سے سوالات بھی لکھے۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپؑ کی طرف سے مجھے جواب نامہ موصول ہوا اور وہ کچھ اس طرح تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''تمام تعریفیں خدائے بزرگ و برتر کے لیے ہیں جس نے اپنی عظمت اور نور سے اہلِ ایمان کے قلوب کو منور فرمایا۔

اُس کی عظمت اور نور کا صرف ان لوگوں نے انکار کیا جو جاہل ہیں۔ اس کی عظمت اور نور کے توسل سے زمین اور آسمان کے اندر ہر متنفس نے اُسی سے بھیک مانگی۔ اپنے مختلف انداز سے اور مختلف طریقوں سے مانگا۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں، جنھوں نے صحیح راستوں کو اپنایا اور کچھ ایسے ہیں، جنھوں نے خطا کھائی۔ کچھ گمراہ ہوئے اور کچھ نے منزلِ ہدایت پائی۔ کچھ ان میں سے وہ تھے، جنھوں نے ہر پیغام کو سنا، جانچا اور پرکھا، اُسے دل میں

جگہ دی۔ اور کچھ ایسے ہیں جو بہرے ہیں جنھوں نے سرے سے پیغام کے سننے سے ہی انکار کر دیا۔ کچھ ایسے ہیں جنھوں نے اپنی آنکھوں کو کھلا چھوڑا اور حق و حقیقت کو اپنایا۔ کچھ ایسے ہیں، جنھوں نے اپنی آنکھوں کو بند رکھا اور وہ حیرانیوں و سرگردانیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارے پھر رہے ہیں۔

تمام حمد وثنا اُس ذات کے لیے ہے کہ جس نے رسول اللہؐ کے دین کی تعریف وتوصیف کی۔

اما بعد! یہ حقیقت ہے کہ آپ وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آلِ محمدؐ میں ایک خاص منزلت و شرف بخشا ہے اور تیرے قلب و جگر میں اپنے دین کو مرکوز کیا ہے۔ رُشد و ہدایت کا تجھ پر الہام کیا ہے۔ اُس نے تجھ پر خصوصی نظر فرمائی ہے اور تجھے اُمورِ دین میں صاحبِ نظر و فکر بنایا ہے کہ تو نے آئمہ حق کو اپنایا ہے اور ان کے فرامین پر عمل کیا ہے"۔

آپ نے اپنے خط میں کچھ مسائل لکھے ہیں اور یہ وہ اُمور ہیں کہ میں نے ان اُمور میں حالات کے پیشِ نظر خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ جونہی ان جابر سلاطین کی تحت نگرانی سے باہر ہوا اور حقیقی سلطان کی حفاظت میں آیا اور اس دنیائے مذموم کو اُس پر مرمٹنے والوں کے ہاں چھوڑ چھاڑ دیا اور یہ وہ ہیں جو اپنے خالق کے سامنے سرکشی پر اُترے ہوئے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ جو سوالات آپ نے پوچھے ہیں، ان کی تشریح کر دوں تاکہ ہمارے کمزور ایمان شیعوں کی حیرانی و پریشانی ختم ہو جائے، جو وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے لیے پھرتے ہیں۔ ہمیشہ تقویٰ کو اختیار کرنا اور امامت کو اس کے ساتھ خاص کرنا جو اس کے اہل ہیں اور اس چیز سے پرہیز کرنا جو اوصیاء کی گرفتاری کا

سبب بنے اور یہ امانت جو میں نے تمھارے حوالے کی ہے کسی کے سامنے اظہار نہ کرنا تاکہ پریشانی کا سبب نہ بنے۔ ان رازوں کی ہمیشہ حفاظت کرنا اور اس میں خیانت نہ کرنا، یعنی کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا ان شاء اللہ تو ایسا نہیں کرے گا"۔

خبر شہادت

پہلی بات جو میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان آنے والی راتوں میں مجھے شہید کر دیا جائے گا۔ میں اپنی شہادت پر نہ تو حیران ہوں اور نہ پریشان اور جو کچھ پیش ہونے والا ہے اُس پر نہ مجھے کسی قسم کی پشیمانی ہے۔ خداوند تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور وہ حتمی ہے۔

آل محمدؐ کے دین کو ہمیشہ اپنائے رکھنا اور وصایت کی محکم دستاویز سے تمسک رکھنا کیوں کہ ایک وصی کے بعد دوسرے وصی نے آنا ہے اور ان کے فرمودات پر عمل کرنا ہے اور انھیں ہمیشہ تسلیم کرنا ہے اور وہ جو کچھ کہیں اس پر راضی رہنا اور اس دین کے علاوہ کسی اور دین کو نہ اپنانا۔ مخالفین کے دین سے دوستی نہ رکھنا، کیوں کہ وہ خیانت کار ہیں۔ انھوں نے خدا اور اُس کے رسولؐ سے خیانت کی ہے اور جو امانت اُن کے سپرد کی گئی تھی، اُنھوں نے اس میں خیانت کی۔

کیا تمھیں معلوم ہے کہ انھوں نے امانت میں کس صورت میں خیانت کی؟ کتاب اللہ ان کے حوالے کی گئی تھی۔ انھوں نے اس میں تحریف کی اور اس کے معانی کو بدل ڈالا اور اس کی آیات کو اپنے حکمرانوں کی حکومت کے اثبات پر بطور دلیل پیش کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اعمال کی وجہ سے بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا۔

دو آدمی

آپؑ نے ان دو آدمیوں کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا تھے اور کیسے تھے؟

جنھوں نے ایک اور آدمی کا مال و متاع غصب کر لیا تھا حالاں کہ وہ آدمی اس مال سے فقراء و مساکین، ضرورت مندوں اور مسافروں کی مدد کرتا تھا۔ وہ یہ مال و متاع غصب کرنے کے بعد بھی اس غصب پر راضی نہ ہوئے بلکہ اس مال کو اُس کے کاندھوں پر رکھا کہ وہ ان کے گھر تک پہنچائے۔ جب انھوں نے وہ مال جھپا لیا تو اپنی مرضی سے خرچ کرنے لگے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے کہ وہ کافر ہیں یا کچھ اور ہیں؟

مجھے اپنی جان کی قسم! وہ منافق تھے۔ انھوں نے اللہ کے کلام کو رد کر دیا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاء کرتے تھے، وہ کافر تھے۔ اللہ اور اُس کے ملائکہ کی ان پر لعنت ہو۔

بخدا! یہ وہ ہیں جب سے وہ بت پرستی سے دُور ہوئے، ان کے دل میں ایمان ذرہ برابر بھی داخل نہ ہوا۔ ان کے قلوب میں سوائے شک و ریب کے کسی اور چیز کا اضافہ نہ ہوا۔ وہ دھوکے باز اور منافق تھے۔ آخر کار ملائکہ عذاب نے انھیں ابدی ذلت و رسوائی کے مقام پر پہنچا دیا۔

آپؑ نے ان آدمیوں کے بارے میں سوال کیا جو اس واقعہ میں حاضر تھے کہ ان کے سامنے اُس کا مال لوٹا اور غصب کیا اور پھر اس کی گردن پر رکھ دیا۔ ان حاضرین میں سے کچھ لوگ عارف تھے اور کچھ منکر تھے، یعنی کچھ اس حقیقت سے واقف تھے اور اُنھوں نے کوئی دفاع نہ کیا اور کچھ لوگ اس حقیقت کے انکاری تھے۔ اُنھوں نے لوٹنے والوں کا ساتھ دیا؟

پس یہ دونوں قسم کے لوگ اس اُمت کے اوّلین مرتدین ہیں۔ پس ان پر اللہ اور اُس کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

مبلغ علم

آپ نے ہمارے مبلغ علم کے بارے میں سوال کیا اس کی تین اقسام ہیں:

① ...... اُمور گذشتہ کے بارے میں

② ...... اُمور آئندہ کے بارے میں

③ ...... اُمور حالیہ کے بارے میں

① علم اُمور گذشتہ:

جہاں تک اُمور گذشتہ کے علم کی بات ہے اُن کی ہمارے لیے تفسیر و تشریح کر دی گئی ہے۔

② علم اُمور استقبالیہ:

انھیں ہمارے لیے تحریر کر دیا گیا ہے۔

③ علم اُمور حالیہ:

زمانہ حال کا علم ہمارے قلوب میں ڈالا جاتا ہے یا ہمیں سنا دیا جاتا ہے۔ یہ علم ہمارا سب سے بہترین علم ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سلاطینِ جور کے احکام

آپ نے سلاطینِ جور کی اولاد، ان کی کنیزوں اور ان کے ازدواج و طلاق کے احکام پوچھے ہیں؟ جو کنیزیں انھوں نے خریدیں اور اپنے پاس رکھیں یا رکھیں گے وہ قیامت تک زانیہ محسوب ہوں گی (کیوں کہ انھیں امامؑ کی اجازت کے بغیر قیدی بنایا گیا ہے)۔

جہاں تک ان کے ازدواج کی بات ہے تو ان کا ازدواج شرعی ولی کے بغیر ہوا اور ان کی طلاق غیر عدت میں ہوئی۔ جس شخص نے ہماری دعوت کو قبول کیا تو اُس کے ایمان سے ضلالت و گمراہی کا قلع قمع کر دیا اور انھیں منزلِ یقین مل گئی۔ ایسے لوگوں نے اپنے دین کو شک و تردید سے محفوظ کر لیا۔

مالِ زکوٰۃ

آپ نے مالِ زکوٰۃ کے بارے میں سوال کیا ہے۔ مالِ زکوٰۃ آپ اپنے اوپر صَرف کر سکتے ہیں کیوں کہ ہم نے یہ مال آپ پر حلال کر رکھا ہے۔ تم میں سے ہر ایک آدمی اور وہ جہاں کہیں بھی ہے خرچ کر سکتا ہے۔

مستضعف

مستضعف وہ ہے جس تک کوئی دلیل و حجت نہیں پہنچی اور وہ اختلاف کو نہیں جانتا۔ اگر کوئی اختلاف کو جانتا ہے تو وہ مستضعف نہیں ہے۔

شہادت

آپ نے مخالفین کے لیے گواہی کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے تو ان کے لیے گواہی دے سکتا ہے۔ اگرچہ وہ گواہی خود تمھارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ علاوہ ازیں آپ لوگ اپنے والدین اور اقارب کے خلاف بھی گواہی دے سکتے ہیں۔

جی ہاں! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ تمھاری گواہی سے کسی دینی بھائی پر ظلم ہوگا تو گواہی نہ دو۔ اور جہاں تمھیں اُمید ہے کہ تمھاری بات سنی جائے گی تو اللہ کی مقرر شدہ شرائط کے حدود میں ہماری تعلیمات کو بیان کرو۔ ریاکاری و خودنمائی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔ آلِ محمدؐ سے دوستی رکھو۔

اگر کوئی ہماری بات تم تک پہنچے تو وہ بیان مت کر کیوں کہ یہ باطل ہے۔ اگرچہ تو ہماری طرف سے اُس کی مخالفت پر مطلع بھی ہو۔ کیوں کہ تو نہیں جانتا کہ ہم نے ایسا کس لیے کہا تھا اور اس کی کس طرح تشریح کی تھی۔ جس چیز پر ہم تمھیں مطلع کریں اس پر یقین رکھ اور جس بات کے مخفی رکھنے کا حکم صادر کریں اس کو مخفی رکھنا اور اس راز کو فاش نہ کرنا۔

برادرانِ ایمانی کے حقوق

ایک دینی بھائی تم پر یہ حق رکھتا ہے دین و دنیا اور آخرت سے جو کام مربوط ہیں جس میں اس کا فائدہ ہو اس کو مت چھپانا۔ اس سے کینہ نہ رکھنا اگرچہ وہ آپ سے اچھا سلوک نہ کرے۔ جب وہ تمھیں دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کر۔ اس کو دشمنوں کے حوالے مت کر۔ اگرچہ وہ تجھ سے زیادہ اُس کے قریب ہو۔ جب وہ مریض ہو تو اس کی عیادت کر۔

ملاوٹ

دھوکہ، اذیت دینا، خیانت کرنا، غرور و تکبر اور گالیاں دینا اہلِ ایمان کی شان نہیں ہے۔ جب تو کسی زمانے میں ایک بدصورت بدو کو لشکر کثیر کی قیادت کرتے دیکھے تو امامِ زمانؑ کے ظہور کا انتظار کر، اور اہلِ ایمان کو بھی کہہ کہ وہ بھی انتظار کریں۔

جب سورج گرہن ہو تو آسمان کی طرف نظر کر اور دیکھ خداوند تعالیٰ مجرمین کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔ میں نے تیرے تمام سوالوں کے جوابات واضح انداز میں دے دیے ہیں۔ خداوند تعالیٰ حضرت محمد ﷺ اور ان کی آلِ اطہارؑ پر درود وسلام بھیجے۔

(الکافی: ۱۲۴/۸، بجفاوت)

فصل پنجم

معجزات امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

maablib.org

اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ ابھی حبشیوں کے ساتھ ان کی زبان میں گفتگو کر رہے تھے

روی عن ابن أبی حمزة قال:

كنت عند أبی الحسن موسٰی علیہ السلام اذ دخل عیه ثلاثون مملوكاً من الحبشة اشتروا له، فتكلّم غلام منهم فكان جميلًا بكلام.

فأجابه موسٰی علیہ السلام بلغته ، فتعجّب الغلام وتعجّبوا جميعًا وظنّوا أنّه لا يفهم كلامهم.

فقال له موسٰی : إنّي لأدفع إليك مالًا فادفع إلى كلّ منهم ثلاثين درهماً.

فخرجوا وبعضهم يقول لبعض : إنّه أفصح منّا بلغاتنا ، وهذه نعمة من الله علينا.

قال علي بن أبي حمزة : فلمّا خرجوا قلت: يابن رسول الله! رأيتك تكلّم هؤلاء الحبشيين بلغاتهم؟!

قال: نعم.

قال: وأمرت ذلك الغلام من بينهم بشيء دونهم؟

قال: نعم ، امرته أن يستوصي بأصحابه خيراً و أن يعطي كلّ واحد منهم في كلّ شهر ثلاثين درهماً ، لأنّه لما تكلّم كان أعلمهم ، فإنّه من أبناء ملوكهم، فجعلته عليهم وأوصيته بما يحتاجون إليه ، وهو مع

هذا غلام صدق.

ثمّ قال: لعلّك عجبت من كلامي ايّاهم بالحبشة؟

قلت: إي والله!

قال: لا تعجب فما خفي عليك من أمري أعجب وأعجب، وما الّذي سمعته منّي إلّا كطائر أخذ بمنقاره من البحر قطرة ، أفترى هذا الّذي يأخذه بمنقاره ينقص من البحر؟! والامام بمنزلة البحر لا ينفد ما عنده وعجائبه أكثر من عجائب البحر.

جناب حضرت علی بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں تھا۔ تیس حبشی غلام جن کو خریدا گیا تھا، وارد ہوئے۔ ان میں سے ایک غلام بہت زیادہ حسین وجمیل تھا۔ اُس نے اپنی مادری زبان میں بات کی۔ امام کاظم علیہ السلام نے اُسے اُس کی زبان ولہجہ میں جواب دیا۔ اُس غلام نے اور دوسرے غلاموں نے تعجب کیا۔ انھوں نے سمجھا شاید امامؑ ان کی زبان سے واقف نہیں ہیں۔

حضرت امام کاظم علیہ السلام نے اُسے کہا کہ میں کچھ رقم تیرے حوالے کرتا ہوں تو اس رقم میں سے ان میں سے ہر ایک کو تیس تیس درہم دے دے۔

پس جب وہ امام علیہ السلام کی مجلس سے باہر آئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہمارا مالک ہماری زبانیں ہم سے بھی بہتر جانتا ہے۔ یہ بھی ایک نعمت ہے جو خداوند تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے۔

علی بن حمزہؓ کہتے ہیں: جب وہ غلام بارگاہِ امامت سے نکلے تو میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میں نے ان حبشی غلاموں کو دیکھا وہ اپنی حبشی زبان میں بات کر رہے تھے۔

امامؑ: جی ہاں وہ اپنی زبان میں بات کر رہے تھے۔

علی: آپؑ نے اُس غلام کو امتیاز بخشا کہ رقم اس کے حوالے فرمائی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

امامؑ: جی ہاں، اس لیے میں نے ایسا کیا ہے کہ میں نے اُسے کہا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرے اور ہر ماہ ان میں سے ہر ایک کو تیس تیس درہم دے کیوں کہ اُس نے جب مجھ سے بات کی تو میں نے دیکھا وہ سب سے زیادہ عقل مند ہے اور وہ بادشاہ کا بیٹا ہے۔ میں نے اُسے ان کا رئیس مقرر کیا ہے اور میں نے اُنھیں کہہ دیا ہے کہ جس چیز کی اُنھیں ضرورت ہو وہ اس سے لے لیا کریں۔

پھر امامؑ نے فرمایا: میں تیری طرف دیکھ رہا تھا تو اس وقت حیرانی کے عالم میں تھا۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں! بخدا ایسا ہی تھا۔

آپؑ نے فرمایا: حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو اُمور تجھ پر مخفی ہیں، وہ اس سے بھی زیادہ حیران کن ہیں۔ جو کچھ تو نے مجھ سے سنا ہے۔ یہ اس طرح ہے، جس طرح ایک پرندہ سمندر کے پانی سے اپنی چونچ بھرتا ہے۔ کیا جب کوئی پرندہ سمندر سے قطرۂ آب لیتا ہے تو سمندر کا پانی کم ہو جاتا ہے؟ امام بھی ایک بے کراں سمندر کی مانند ہے، جو کچھ اس کے پاس ہے وہ ختم ہونے والا نہیں ہے اور اُس کے عجائبات سمندر کے عجائبات سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ (الخرائج والجرائح: ص ۳۰۱)

مَیں نے آج تک ایسا کلام نہیں سنا!

قال بدر مولی الرضاؑ:

إنّ اسحاق بن عمّار دخل علی موسٰی بن جعفرؑ فجلس عنده إذا استأذن رجل خراسانی فکلّمه بکلام لم یسمع مثله قطّ، کأنّه کلام الطیر.

قال اسحاق: فأجابه موسىٰ علیہ السلام بمثله وبلغته إلى أن قضى وطره من مسألته فخرج من عنده فقلت: ما سمعت بمثل هذا الكلام؟

قال: هذا كلام قوم من أهل الصين مثله.

ثمّ قال: أتعجب من كلامي بلغته؟

قلت: هو موضع التعجّب

قال علیہ السلام : أخبرك بما هو أعجب منه ، إنّ الامام يعلم منطق الطير ومنطق كلّ ذي روح خلقه الله، وما يخفى على الامام شيء.

حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام "بدر" کہتے ہیں کہ ایک دن اسحاق بن عمار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچے۔ وہ ابھی امامؑ کے حضور بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران ایک خراسانی مرد مجلس میں وارد ہوا۔ اُس نے ایسی زبان میں گفتگو کی کہ آج تک میں نے نہ سنی تھی۔ وہ کلام پرندوں کی بولیوں کی مثل تھا۔

اسحاق کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے اس کے ساتھ اُس کی زبان میں گفتگو فرمائی۔ جب ان کی گفتگو ختم ہوئی اور اُس کی حاجت پوری ہوئی تو وہ واپس چلا گیا۔ میں نے امامؑ کے حضور عرض کیا: میں نے آج تک ایسی زبان نہیں سنی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! یہ ملک چین میں رہنے والے کچھ لوگ یہ زبان بولتے ہیں جو تم نے ابھی سنی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تو حیران ہو رہا ہے کہ میں یہ زبان بھی بول سکتا ہوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں! ہے ہی یہ مقامِ تعجب۔

آپؑ نے فرمایا: میں اس سے بھی کہیں زیادہ تعجب انگیز اُمور تیرے سامنے رکھ

سکتا ہوں کیوں کہ امامؑ پرندوں کی زبان بھی جانتا ہے اور اس کے علاوہ ہر متنفس کی زبان بھی جانتا ہے کہ جس کو خداوند تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ امامؑ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔(المصدر:ص۲۰۱)

اس زمانے کا امام کون ہے؟

عن محمد بن فلان الواقفي ، قال – في حديث –

قال: جعلت فداك ، فمَن هو اليوم؟

قال: إن أخبرتك تقبل؟

قال: بلى جعلت فداك.

فقال: أنا هو.

قال: جعلت فداك ، فشيء أستدلّ به.

قال : اذهب إلى تلك الشجرة – وأشار إلى أم غيلان–

فقل لها: يقول لك موسى بن جعفر : أقبلي!

قال: فأتيتها.

قال: فرأيتها والله تجب الأرض جبوباً حتى وقفت بين يديه ، ثمّ أشار إليها فرجعت.

قال: فأقرّ به، ثمّ لزم السكوت، فكان لا يراه أحد يتكلّم بعد ذلك. وكان من قبل ذلك يرى الرؤيا الحسنة وترى له ، ثمّ انقطعت عنه الرؤياء ، فرأى ليلة أبا عبدالله عليه السلام فيما يرى النائم فشكى إليه انقطاع الرؤيا.

فقال : لا تغتمّ ، فإنّ المؤمن إذا رسخ في الايمان رفع عنه الرؤيا.

محمد بن فلان واقفی سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام کے حضور کہا گیا: قربان جاؤں اس زمانے کا امام کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں بتا دوں کہ امام کون ہیں تو تو میری بات کو قبول کرے گا؟

اُس نے کہا: قربان جاؤں، جی ہاں قبول کرلوں گا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ امام میں ہوں۔

اُس نے کہا: قربان جاؤں کوئی دلیل پیش کیجیے، جس سے میں استدلال کروں۔

آپؑ نے فرمایا: اُس درخت کے قریب جاؤ۔ (آپؑ نے کیکر کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا) اور اُس سے کہو موسیٰ بن جعفرؑ کہتے ہیں: ادھر آؤ۔

وہ آدمی کہتا ہے کہ میں اس درخت کے قریب گیا اور امامؑ کا پیغام پہنچایا۔

وہ کہتا ہے کہ بخدا! اس درخت نے زمین کو چیرنا شروع کیا اور اس صورت میں امامؑ کے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا۔ اس وقت امامؑ نے اشارہ فرمایا۔ پھر وہ اپنی جگہ کی طرف پلٹ گیا۔

اُس نے یہ معجزہ دیکھ کر امامؑ کی امامت کا اقرار کیا۔ پھر اُس نے اپنے اُوپر سکوت کو لازم کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے اُسے کلام کرتے ہوئے نہ دیکھا حالاں کہ وہ آدمی اس واقعہ سے قبل خوب صورت خواب دیکھا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد خوابوں کا سلسلہ اس پر منقطع ہوگیا۔ اُس نے ایک رات خواب میں حضرت امام صادق علیہ السلام کو دیکھا اور اپنے خوابوں کے انقطاع کی بات کی۔

آپؑ نے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت مومن کا ایمان محکم ہوتا ہے تو اس پر خوابوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

کچھ مال کیوں واپس کردیا ہے؟

إلى داؤد بن رزين قال:

جئت إلى الكاظم علیہ السلام بمال فأخذ بعضه وترك بعضه.

قلت: لم تركته؟

فقال: انّ صاحب هذا الأمر يطلبه منك.

فطلبه الرضا علیہ السلام بعد أبيه، فدفعته إليه.

داؤد بن رزین کہتے ہیں: میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے کچھ مال آپؑ کے حضور پیش کیا۔ آپؑ نے کچھ مال لے لیا اور کچھ واپس کردیا۔

میں نے عرض کیا: یہ مال کیوں واپس کردیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس امر کے صاحب عنقریب یہ مال تم سے طلب کریں گے۔

داؤد بن رزین کہتے ہیں کہ حضرت امام کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے وہ مال طلب کیا اور میں نے آپؑ کے حضور پیش کردیا۔

(الصراط المستقیم:۲/۱۶۲)

کیا آپؑ غریب ہیں؟

دخل موسى بن جعفر علیہ السلام بعض قرى الشام متنكراً هارباً، فوقع في غار وفيه راهب يعظ في كلّ سنة يوماً. فلمّا رآه الراهب دخل منه هيبة فقال: ياهذا! أنت غريب؟

قال: نعم.

قال: منّا أو علينا؟

قال: لست منكم.

قال: أنت من الأمة المرحومة؟

قال: نعم.

قال: أفمن علمائهم أنت من جهالهم؟

قال: لست من جهالهم.

فقال: كيف طوبى أصلها في دار عيسى - وعندكم في دار محمد - وأغصانها في كلّ دار؟

فقال علیه السلام: الشمس قد وصل ضوؤها إلى كلّ مكان وكلّ موضع، وهي في السماء.

قال وفي الجنّة لا ينفد طعامها و إن أكلوا منه ولا ينقص منه شيء؟

قال: السراج في الدنيا يقتبس منه ولا ينقص منه شيء.

قال: وفي الجنّة ظل ممدود؟

فقال: الوقت الّذي قبل طلوع الشمس كلها ظل ممدود قوله: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ﴾.
(سورة فرقان: ۴۵)

قال: ما يؤكل ويشرب في الجنّة لا يكون بولاً ولا غائطاً؟

قال: الجنين في بطن أمه.

قال: أهل الجنّة لهم خدم يأتونهم بما أرادوا بلا أمر؟

فقال: إذا احتاج الانسان إلى شيء عرفت أعضاؤه ذلك ويفعلون بمراده من غير أمر.

قال: مفاتيح الجنة من ذهب أو فضة؟

قال: مفتاح الجنة لسان العبد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾.

قال: صدقت، وأسلم والجماعة معه.

ایک دفعہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام شام کے کسی گاؤں میں ایک اجنبی کی صورت میں داخل ہوئے۔ ان دنوں آپؑ حکومتِ وقت کے خوف سے اپنے وطن کو ترک کیے ہوئے تھے۔ اس بستی کے قریب ایک غار تھی، اس میں ایک راہب رہتا تھا۔ راہب سال کے ایک دن اپنے پیروکاروں کو وعظ و نصیحت کرتا تھا۔ اتفاق کی بات جب امامؑ اس کی محفل میں وارد ہوئے تو اس کے وعظ کا دن تھا۔ جونہی راہب کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو امامؑ کی ہیبت نے اُسے لرزہ براندام کر دیا اور آپؑ سے پوچھا: آپؑ مسافر ہیں؟

امامؑ: جی ہاں! میں مسافر ہوں۔

راہب: ہماری ملّت سے ہو یا غیر ہو؟

امامؑ: میں تمھاری ملّت کا فرد نہیں ہوں۔

راہب: آپؑ اُمتِ محمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

امامؑ: جی ہاں۔

راہب: آپؑ عالم ہیں یا جاہل؟

امامؑ: میں جاہل نہیں ہوں۔

راہب: ہمارا عقیدہ ہے کہ بہشت میں شجرِ طوبیٰ کی جڑیں حضرت عیسیٰؑ کے گھر میں ہیں اور آپؑ کا عقیدہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہیں اور اُس کی شاخیں ہر گھر میں ہیں، اس کی تشریح کریں۔

امامؑ: شجرِ طوبیٰ سورج کی مانند ہے کہ وہ آسمان میں ہے اور اس کی کرنیں ہر جگہ ہر مقام میں ہیں۔

راہب: جنت میں تمام اہلِ بہشت اس کی غذائیں اور میوے کھائیں گے۔ ان کے کھانے سے ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ ایسا کس طرح ممکن ہے؟

امامؑ: اس دنیا میں چراغ کو دیکھ لیں۔ اُس سے جتنے چراغ روشن کر لیں اس کے نور میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

راہب: جنت میں پھیلے ہوئے سائے ہوں گے۔ اس کی مثال دیں۔

امامؑ: سورج کے طلوع سے قبل یہ تمام پھیلا ہوا سایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے سایہ کو کس طرح پھیلایا؟''

راہب: اہلِ بہشت، بہشت میں کیا کھائیں گے کہ وہ بول و براز سے پاک ہوں گے۔ اس کی مثال اس دنیا میں کیا ہے؟

امامؑ: بچہ شکمِ مادر میں غذا لیتا ہے لیکن بول و براز نہیں کرتا۔

راہب: اہلِ بہشت کے لیے نوکر چاکر ہوں گے اور وہ ان کے احکام صادر کرنے کے بغیر ان کے امور سرانجام دیں گے۔ اس کی تشریح فرمائیں۔

امامؑ: جس وقت انسان ضرورت مند ہوتا ہے تو اس کے اپنے اعضاء اس کی ضرورت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کی ضرورت کے مطابق عمل کرتے ہیں حالاں کہ انسان انھیں حکم نہیں دیتا وہ خود بخود اس کا کام کر دیتے ہیں۔

راہب: جنت کی چابیاں سونے کی ہوں گی یا چاندی کی؟

امامؑ: جنت کی چابی خود انسان کی اپنی زبان ہے۔ جب وہ کہتا ہے: لا الٰہ الا اللہ، یہی کلمہ جنت کی چابی ہے۔

راہب نے کہا: آپ نے جو کچھ بیان کیا وہ سب حقیقت ہے، وہ فوراً مسلمان ہوگیا اور اُس کے تمام ساتھی بھی مسلمان ہوگئے۔ (المناقب: ۳/ ۴۲۷، بحارالانوار: ۴۸/ ۱۰۵)

ایک آدمی نے اپنے کاروبار کے نقصان کی شکایت کی

العدّة عن سهل ، عن يحيى بن المبارك ، عن إبراهيم بن صالح، عن رجل من الجعفريين قال:
كان بالمدينة عندنا رجل يكنى أبا القمقام وكان محارفاً، فأتى أبا الحسن علیہ السلام فشكى إليه حرفته، وأخبره أنّه لا يتوجّه في حاجة له فتقضى له.
فقال له أبو الحسن علیہ السلام : قل في آخر دعائك من صلاة الفجر: «سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ وَاَسْاَلُهُ مِنْ فَضْلِهِ». عشر مرّات.
قال: أبو القمقام: فلزمت ذٰلك فواللّٰه، ما لبثت إلّا قليلًا حتّى ورد علي قوم من البادية، فأخبروني أنّ رجلًا من قومي مات، ولم يعرف له وارث غيري ، فانطلقت فقبضت ميراثه، وأنا مستغن.

ابراہیم بن صالح نے ایک جعفری مرد سے روایت کی۔ مدینہ میں ایک 'ابوالقمقام' نامی شخص رہتا تھا۔ وہ ایک کاروباری آدمی تھا۔ ایک دن وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اُس نے شکایت کی کہ اس کا کاروبار نقصان کی طرف جارہا ہے۔ لوگ اس کے پاس مال لینے کے لیے نہیں آتے۔ امامؑ نے اُسے فرمایا کہ بعداز نماز صبح دس مرتبہ ان کلمات کو پڑھو:

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ وَاَسْاَلُهُ مِنْ فَضْلِهِ

ابوالقمقام کہتا ہے: میں نے اس دعا کو پڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی کچھ زیادہ مدت

نہ ہوئی تھی کہ گاؤں سے کچھ لوگ میرے پاس آئے اور مجھے اطلاع دی کہ تمہارا فلاں رشتہ دار فوت ہوگیا ہے۔ تمہارے سوا اُس کا کوئی اور وارث نہیں ہے۔ میں اس گاؤں میں گیا اور اس کی میراث کو اپنے قبضہ میں لیا اور دولت مند بن گیا۔ (الکافی:۵/۳۱۵)

گناہ کی نسبت کس کی طرف دی جائے؟

قال أبوحنيفة: رأيت موسٰى بن جعفر علیہ السلام وهو صغير السن في دهليز أبيه فقلت: أين يحدث الغريب منكم إذا أراد ذٰلك؟

فنظر إلي ثمّ قال: يتوارى خلف الجدار ويتوقى أعين الجار، ويتجنّب شطوط الأنهار، ومسقط الثمار، وأفنية الدور، والطرق النافذة، والمساجد، ولا يستقبل القبلة، ولا يستدبرها، ويرفع ويضع بعد ذٰلك حيث شاء.

قال: فلمّا سمعت هذا القول منه، نبل في عيني، وعظم في قلبي، فقلت له: جعلت فداك، ممّن المعصية؟

فنظر إليّ ثمّ قال: اجلس حتّى أخبرك، فجلست.

فقال: إنّ المعصية لابدّ أن تكون من العبد،

أو من ربّه،

أو منهما جميعًا.

فإن كانت من الله تعالٰى فهو أعدل وأنصف من أن يظلم عبده ويأخذه بما لم يفعله.

وإن كانت منهما فهو شريكه ، والقوی أولى بانصاف عبده الضعيف.

وإن كانت من العبد وحده فعليه وقع الأمر ، وإليه توجّه النهي ، وله حق الثواب والعقاب ، ووجبت الجنّة والنار.

فقلت: ﴿ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾ الآية (آل عمران:۳۴)

ایک روایت میں آیا ہے۔ جناب ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اپنے گھر کی دہلیز پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہ اس وقت چھوٹے سے بچے تھے۔

میں نے ان سے سوال کیا: اگر ایک مسافر کو رفع حاجت کرنی ہو تو وہ کیا کرے؟

آپؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: دیوار کے پیچھے چلا جائے۔ اُس جگہ پر جا کہ جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ نہروں کے کناروں سے، پھل دار درختوں سے، لوگوں کے گھروں کے اطراف سے، گزرگاہوں سے، مساجد کے اطراف سے بچے۔ نہ قبلہ کی طرف رُخ ہو نہ پشت۔ ان شرائط کے بعد جہاں چاہے رفع حاجت کر سکتا ہے۔

ابوحنیفہ کہتا ہے: جب میں نے آپؑ سے اپنے سوال کا جواب سنا تو میری آنکھوں میں آپؑ کی عظمت و جلالت نے گھر کر لیا۔ میں نے عرض کیا: قربان جاؤں گناہ کی نسبت کس کی طرف جائے گی؟

اُنھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: بیٹھو تاکہ میں تیرے اس مسئلے کی وضاحت کروں۔

آپؑ نے فرمایا: معصیت یا تو بندے سے ممکن ہے یا پھر خدا سے، یا پھر دونوں سے۔ اگر کہا جائے کہ اللہ سے ممکن ہے وہ ذات تو عادل تر اور منصف تر ہے کہ وہ اُس

بندے کو سزا دے کہ جس نے وہ فعل کیا ہی نہ ہو۔

اگر کہیں کہ دونوں نے مل کر کام کیا ہے تو پھر خدا کو اس کے کام میں شریک ماننا پڑے گا۔ اور یہ بات قوی ہے اور شائستہ تر ہے کہ اپنے کمزور بندے سے انصاف کرے۔

اگر یہ تسلیم کریں کہ کام کا فاعل بندہ ہے تو پھر اس کی طرف گناہ کی نسبت جائے گی۔ پس اسی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے امر و نہی کی ہے۔ اسی بنا پر بندہ ہی ثواب اور عتاب کا استحقاق رکھتا ہے اور اس پر جنت یا جہنم کا وجوب بنتا ہے۔

پس میں نے یہ سن کر کہا: وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں۔

(المصدر: ۳/۳۲۹، بحار الانوار: ۴۸/۱۰۶-۱۰۷)

میرے سردار! آپ مظلوم، مغصوب اور ستم دیدہ ہیں

الحسين بن محمد عن المعلى عن انوشاء عن محمد بن علي عن خالد الجوان قال:

دخلت على أبي الحسن عليه السلام وهو في عرصة داره وهو يومئذ بالرميلة، فلمّا نظرت إليه قلت: بأبي أنت وأمي ياسيدي مظلوم مغصوب مضطهد، في نفسي.

ثمّ دنوت منه فقبّلت بين عينيه وجلست بين يديه، فالتفت إليّ فقال: ياخالد! نحن أعلم بهذا الأمر فلا تتصوّر هذا في نفسك.

قال: قلت: جعلت فداك، والله ما أردت بهذا شيئاً.

قال: فقال: نحن أعلم بهذا الأمر من غيرنا، لو أردنا ازف نيّنا وإنّ لهؤلاء القوم مدّة وغاية لابدّ من

الانتهاء إليها.

قال: فقلت: لا أعود وأصير في نفسي شيئاً أبداً.

قال: فقال: لا تعد أبداً.

خالد جواز کا بیان ہے: ایک دن میں حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا۔ آپؑ اس روز ''رمیلہ'' میں ساکن تھے۔ جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں۔ اے میرے آقا! آپؑ مظلوم و مغصوب اور ستم دیدہ ہیں۔ اس وقت میں ان کے قریب گیا اور آپؑ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور ان کے حضور بیٹھ گیا۔ انھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

اے خالد! میں اس موضوع سے زیادہ آگاہ ہوں۔ یہ باتیں اپنے آپ سے مت کر۔

میں نے عرض کیا: میں قربان جاؤں بخدا! میرا یہ مقصد نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہم اس موضوع سے دوسروں سے زیادہ آگاہ ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو سب کچھ ہماری طرف لوٹ کر آسکتا ہے لیکن اس گروہ نے ایک مدت تک اس صورت میں رہنا ہے۔ آخر ایک دن ان کی مدت نے پورا ہونا ہے۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا: آئندہ ایسا نہیں کروں گا اور اس کا اپنے دل میں خیال تک بھی نہیں لاؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا: ایسا مت کرنا۔ (بصائر الدرجات: ۳۵، بحارالانوار: ۱۳۹/۲۶)

خداوند تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے گھر، بیوی، فرزند اور خادم عطا کرے

محمد بن عيسى، عن حمّاد بن عيسى قال:

دخلت على أبي الحسن موسى بن جعفر عليه السلام بالبصرة

فقلت له: جعلت فداك، ادع الله تعالى أن يرزقني

داراً، وزوجة ، وولداً ، وخدماً، والحج في كلّ سنة.

قال : فرفع يده ثمّ قال:

اَللّٰهم صلّ على محمد وآل محمد وارزق حمّاد بن عيسى داراً وزوجة وولداً وخادماً والحج خمسين سنة.

قال حمّاد : فلمّا اشترط خمسين سنة علمت أنّي لا أحج أكثر من خمسين سنة.

قال حمّاد : وقد حججت ثمانية وأربعين سنة، وهذه داري قد رزقته، وهذه زوجتي وراء الستر تسمع كلامي ، وهذا ابني ، وهذه خادمي وقد رزقت كلّ ذلك.

فحجّ بعد هذا الكلام حجّتين تمام الخمسين ، ثمّ خرج بعد الخمسين حاجاً فزامل أبا العباس النوفلي، فلمّا صار في موضع الاحرام دخل يغتسل فجاء الوادي، فحمله فغرق ، فمات رحمنا الله وإيّاه قبل أن يحجّ زيادة على الخمسين وقبره بسيالة.

حماد بن عیسیٰ کہتے ہیں: ایک دن بصرہ میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا۔ میں نے آپ سے حضور عرض کیا: قربان جاؤں، خداوند تعالیٰ سے دعا فرمائیں وہ مجھے گھر، زوجہ، فرزند اور خدمت گار عطا کرے اور خداوند توفیق عطا فرمائے کہ ہر سال حج بھی کروں۔

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور فرمایا: خدایا! محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج اور حماد بن عیسیٰ کو گھر، زوجہ، فرزند اور خادم عطا فرما اور پچاس سال حج بھی

عنایت فرما۔

حماد کہتے ہیں کہ جب حضرت امام کاظم علیہ السلام نے پچاس سال حج کی دعا فرمائی تو میں نے سمجھ لیا کہ میں پچاس سال سے زیادہ حج نہیں کر سکوں گا۔

حماد کہتے ہیں: میں ۴۸ حج کر چکا ہوں۔ یہ میرا اپنا گھر ہے۔ امامؑ کی دعا میرے حق میں قبول ہوئی۔ پردہ کے پیچھے میری زوجہ میری گفتگو سن رہی ہے۔ یہ میرا بیٹا ہے اور یہ میری کنیز ہے۔ اُس بزرگوار نے میرے حق میں جو جو دعا فرمائی تھی وہ فوراً قبول ہوئی۔ اس گفتگو کے بعد حماد نے دو اور حج کیے تو اس اعتبار سے پچاس حج مکمل ہو گئے۔ پچاس حج مکمل کرنے کے بعد اگلے سال جب حماد حج کے لیے نکلا تو ابوالعباس نوفلی بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ جب وہ احرام کی جگہ پر پہنچے کہ غسل کریں اور احرام باندھیں تو وہاں ایک پہاڑی درہ تھا۔ اچانک وہاں سے سیلاب شروع ہوا اور پھر وہ پانی میں غرق ہو گئے اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور پچاس سے زیادہ حج نہ کر سکے اور مقام "سیالہ" میں دفن ہو گئے (سیالہ ملک حجاز کے ایک علاقے کا نام ہے)۔

(قرب الاسناد: ص ۱۷۴)

اے فرزندِ رسولؐ اللہ! اُس نے کیا کیا تھا؟

عن سليمان بن عبد الله قال:

كنت عند أبي الحسن موسى عليه السلام قاعداً فأتي بامرأة قد صار وجهها قفاها، فوضع يده اليمنى في جبينها ويده اليسرى من خلف ذلك، ثمّ عصر وجهها عن اليمين، ثمّ قال: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾. فرجع وجهها فقال: احذري أن تفعلين كما فعلت.

قالوا: یابن رسول الله! وما فعلت؟

فقال: ذٰلك مستور إلّا أن تتكلم به.

فسألوها ، فقالت : كانت لي ضرّة فقمت أصلّي فظننت أنّ زوجي معها ، فالتفت إليها، فرأيتها قاعدة وليس هو معها ، فرجع وجهها على ما كان.

سلیمان بن عبداللہ کہتے ہیں: میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عورت لائی گئی کہ جس کا چہرہ اس کی پشت کی طرف پھر گیا تھا۔ امامؑ نے اپنا ایک ہاتھ اُس کی پیشانی پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کے سر کے پیچھے رکھا اور اس وقت یہ آیت تلاوت فرمائی (إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ) (ترجمہ: "جب تک لوگ خود آپ اپنی نفسی حالت میں تغیر نہ ڈالیں، خدا ہرگز تغیر نہیں ڈالا کرتا"۔ سورۂ رعد: ۱۱) تو اس کا چہرہ واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

امامؑ نے فرمایا: آئندہ ایسا مت کرنا۔

لوگوں نے کہا: اے فرزند رسولؐ اللہ! اس نے کیا کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: مخفی امر ہے خود بیان کرے گی۔

لوگوں نے اس عورت سے پوچھا تو اُس نے کہا: میری ایک سوکن ہے۔ جونہی میں نماز کے لیے کھڑی ہوئی اور نماز میں مصروف ہوئی۔ مجھے خیال آیا کہ میرا شوہر اُس کے ساتھ ہے تو میں نے ان کی طرف اپنی گردن پھیری تاکہ ان کا تماشا دیکھوں۔ جب میں نے دیکھا تو وہ عورت اکیلی بیٹھی تھی۔ میرا شوہر اس کے پاس نہیں تھا۔ میری گردن وہیں رہ گئی اور اپنی جگہ پر واپس نہ آئی۔ (تفسیر العیاشی: ۲/ ۲۰۵)

میں آپؑ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپؑ کو میرے حال سے کس نے آگاہ کیا؟

خالد السمّان في خبر أنّه دعا الرشيد رجلا يقال له:

علی بن صالح الطالقانی وقال له: أنت الّذی تقول:
إنّ السحاب حملتك من بلد الصين إلى طالقان؟
فقال: نعم.
قال: فحدّثنا كيف كان؟
قال: كسر مركبي في لجج فبقيت ثلاثة أيّام على لوح تضربني الأمواج، فألقتني الأمواج إلى البرّ، فإذا أنا بأنهار وأشجار، فنمت تحت ظل شجرة، فبينا أنا نائم إذ سمعت صوتاً هائلا، فانتبهت فزعاً مذعوراً، فإذا أنا بدابتين يقتتلان على هيئة الفرس، لا أحسن ان أصفهم، فلمّا بصرابي دخلتا في البحر.
فبينما أنا كذلك إذ رأيت طائراً عظيم الخلق، فوقع قريباً منّي بقرب كهف في جبل، فقمت مستتراً في الشجر حتّى دنوت منه لأتأمله.
فلمّا رآني طار وجعلت أقفو أثره. فلمّا قمت بقرب الكهف سمعت تسبيحاً وتهليلًا وتكبيراً وتلاوة القرآن، ودنوت من الكهف فناداني مناد من الكهف ادخل ياعلي بن صالح الطالقاني! رحمك الله!
فدخلت وسلّمت، فإذا رجل فخم ضخم غليظ الكراديس عظيم الجثّة أنزع أعين.
فردّ على السلام وقال: ياعلي بن صالح الطالقاني! أنت من معدن الكنوز لقد أقمت ممتحناً بالجوع

والعطش والخوف، لولا أنّ الله رحمك في هذا اليوم فأنجاك وسقاك شراباً طيباً، ولقد علمت الساعة الّتي ركبت فيها، وكم أقمت في البحر، وحين كسر بك المركب، وكم لثبت تضربك الأمواج، وما هممت به من طرح نفسك في البحر لتموت اختياراً للموت، لعظيم ما نزل بك، والساعة الّتي نجوت فيها، ورؤيتك لما رأيت من الصورتين الحسنتين، واتباعك للطائر الّذي رأيته واقعاً.

فلمّا رآك صعد طائراً إلى السماء، فهلم فاقعد رحمك الله. فلمّا سمعت كلامه قلت: سألتك بالله من أعلمك بحالي؟

فقال: عالم الغيب والشهادة، والّذي يراك حين تقوم وتقلبك في الساجدين.

ثمّ قال: أنت جائع فتكلّم بكلام تملمت به شفتاه.

فإذا بمائدة عليها منديل، فكشفه وقال: هلم إلى ما رزقك الله فكل.

فأكلت طعاماً ما رأيت أطيب منه. ثمّ سقاني ماءً ما رأيت ألذّ منه ولا أعذب. ثمّ صلّى ركعتين ثمّ قال: يا علي! أتحبّ الرجوع إلى بلدك؟

فقلت: ومن لي بذلك؟!

فقال: وكرامة لأوليائنا أن نفعل بهم ذلك.

ثمّ دعا بدعوات ورفع يده إلى السماء وقال: الساعة الساعة.

فإذا سحاب قد أظلت باب الكهف قطعاً قطعاً، وكلّما وافت سحابة قالت: سلام عليك ياولي الله وحجّته!

فيقول: وعليك السلام ورحمة الله وبركاته أيّتها السحابة السامعة المطيعة!

ثمّ يقول لها: أين تريدين؟

فتقول: أرض كذا.

فيقول: ألرحمة؟ أو سخط؟

فتقول: لرحمة أو سخط وتمضي، حتّى جاءت سحابة حسنة مضيئة.

فقالت: السلام عليك ياولي الله وحجّته!

قال: وعليك السلام أيّتها السحابة السامعة المطيعة! أين تريدين؟

فقالت: أرض طالقان.

فقال: لرحمة أو سخط؟

فقالت: لرحمة.

فقال لها: احملي ما حملت مودعاً في الله.

فقالت: سمعاً وطاعة.

قال لها: فاستقري باذن الله على وجه الأرض فاستقرّت.

فأخذ بعض عضدي فأجلسني عليها. فعند ذلك قلت

له: سألتك بالله العظيم وبحق محمد خاتم النبيين وعلي سيّد الوصيين والأئمة الطاهرين من أنت؟ فقد أعطيت والله أمراً عظيماً.

فقال: ويحك ياعلي بن صالح! إنّ الله لا يخلي أرضه من حجّة طرفة عين، إمّا باطن و إمّا ظاهر، أنا حجّة الله الظاهرة، وحجّته الباطنة، أنا حجّة الله يوم الوقت المعلوم، وأنا المؤدي الناطق عن الرسول أنا في وقتي هذا، موسى بن جعفر.

فذكرت إمامته وإمامة آبائه وأمر السحاب بالطيران، فطارت، فوالله ما وجدت ألماً ولا فزعت فما كان بأسرع من طرفة العين حتّى ألقتني بالطالقان في شارعي الّذي فيه أهلي وعقاري سالماً في عافية.

فقتله الرشيد وقال: لا يسمع بهذا أحد.

خالد سمان نے بیان کیا ہے: ایک دن ہارون رشید نے علی بن صالح طالقانی کو اپنے ہاں بلایا اور اُسے کہا: تیرے بارے میں سننے میں آیا ہے کہ بادل نے تجھے چین سے اٹھایا اور طالقان لے آیا۔ کیا یہ سچ ہے؟

اُس نے کہا: جی ہاں! یہ سچ ہے۔

ہارون نے کہا: وہ کس طرح؟ اپنا حال بیان کرو۔

اُس نے کہا: ہم دریا میں کشتی پر سوار تھے اور کشتی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی کہ اچانک طوفان آ گیا اور دریا کی طوفانی موجوں نے کشتی کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ ہم تین شبانہ روز کشتی کے تختے پر سوار ہو کر دریا میں چلتے رہے۔ دریا کی زوردار

موجیں کبھی ہمیں اُدھر لے جاتیں اور کبھی اِدھر۔ آخرکار ایک موج نے مجھے اُٹھایا اور خشکی پر دے مارا۔ میں نے دیکھا ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے، ہریالی ہی ہریالی ہے۔ ہر طرف درخت ہی درخت ہیں۔ نہریں بہہ رہی ہیں۔ میں اس خوبصورت منظر کا نظارہ کر رہا تھا کہ درخت کے سائے تلے مجھے نیند آ گئی۔ میں نے حالتِ خواب میں خوفناک آوازیں سنیں تو میں ہڑبڑا کر اُٹھا تو دیکھا: دو جانور ہیں جو گھوڑے کے ہم شکل ہیں، آپس میں لڑ رہے تھے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کی حالت بیان کر سکوں۔ جب انھوں نے میری طرف دیکھا تو وہ دریا میں کود گئے۔ میں نے اُسی جگہ ایک عظیم الجثہ پرندے کو دیکھا جو پہاڑ کی غار کے قریب بیٹھا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس پرندہ کو قریب سے دیکھوں تو میں ایک درخت کے قریب گیا اور اس کی اُوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ لیکن پرندے نے مجھے دیکھ لیا اور اُڑتا بنا۔ لیکن میں اُس کے پیچھے دوڑا جس وقت غار کے قریب پہنچا تو میں نے تسبیح و تہلیل اور تلاوتِ قرآن کی آواز سنی۔ میں اس غار کے قریب گیا۔ غار کے اندر سے میرے نام کی آواز آئی: اے علی بن صالح طالقانی! غار کے اندر چلا آ، خداوند تعالیٰ تجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

میں غار کے اندر داخل ہوا۔ میں نے انھیں سلام کیا تو میرے سامنے ایک باوقار اور پُرہیبت و پُرجلالت شخصیت موجود تھی۔ وہ خوبصورت قد و قامت اور بدن کے مالک تھے۔ ان کے سر کے اگلے حصے پر بال نہیں تھے۔ ان کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

اے علی بن صالح طالقانی! باوجود بے شمار خزانوں کے بھوک، پیاس اور خوف سے تجھے آزمایا گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے تجھ پر رحم فرمایا ہے اور تجھے نجات دی ہے اور تجھے پسندیدہ پانی سے سیراب فرمایا۔ مجھے معلوم ہے کہ تو کتنا عرصہ کشتی پر سوار رہا ہے اور کس جگہ تمھاری کشتی ٹوٹی اور تو کتنے دن تختہ پر سوار رہا اور کتنے عرصے تک دریا

کی طوفانی موجوں کے تھپیڑوں کی زد میں رہا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو نے ارادہ کرلیا تھا کہ دریا میں کود کر مر جاؤں اور اس مصیبت سے نجات حاصل کروں۔ میں اُس وقت سے بھی واقف ہوں جس وقت تجھے نجات ملی تھی اور تو نے خوش منظر حیوانوں کا نظارہ کیا تھا۔ تو نے پرندے کا پیچھا بھی کیا تھا۔ جب وہ اُڑا تھا۔ آیئے یہاں بیٹھیے اللہ تیرے حال پر رحم فرمائے۔

جب میں نے ان کی گفتار سنی تو حیرانی کے عالم میں اُن سے پوچھا: آپ کو اللہ کی قسم! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ کو میرے ان تمام حالات کی خبر کس نے دی ہے؟

انھوں نے فرمایا: جو غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے اُس نے سب کچھ بتایا ہے اور وہ وہ ہے جب تو اظہار بندگی کرتا ہے تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔

پھر انھوں نے کہا: تمھیں سخت بھوک لگی ہے۔ انھوں نے کچھ پڑھا، ان کے لب ہل رہے تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ خوراک کا طشت نازل ہوا جس پر رومال پڑا ہوا تھا۔ آپ نے وہ سرپوش ہٹایا اور فرمایا: اِدھر آؤ، اللہ نے جو تجھے رزق عطا کیا ہے اُسے تناول کرو۔

پس میں نے کھانا کھایا۔ میں نے زندگی بھر ایسا لذیذ ولطیف کھانا نہیں کھایا۔ پھر انھوں نے مجھے پانی پلایا اور ایسا شیریں اور لذیذ پانی میں نے کبھی نہیں پیا تھا۔ پھر انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: اے علیؑ! کیا اپنے وطن کو جانا چاہتے ہو۔

میں نے عرض کیا: کس کے لیے ممکن ہے کہ وہ مجھے اپنے وطن پہنچائے۔

آپؑ نے فرمایا: ہمارے دوست احترام و اکرام رکھتے ہیں، ان کے لیے ہم یہ کام کرسکتے ہیں۔ آپؑ نے دعا مانگی اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور فرمایا: ابھی اور ابھی!

اچانک غار کے کنارے پر بادلوں کے ٹکڑوں نے آنا شروع کیا۔ جب کوئی بادل آتا تو انھیں سلام کرتا اور کہتا: اے اللہ کے ولی! اے حجتِ خدا!

وہ ان کے سلام کا جواب دیتے اور کہتے: اے سننے والے اور اطاعت کرنے والے بادلو! تم پر میرا سلام ہو۔ پھر آپؑ اُن کو کہتے: کہاں کا ارادہ ہے؟

وہ جواب دیتے: فلاں سرزمین کی طرف جارہے ہیں۔

آپؑ فرماتے: رحمت کے بادل ہو یا زحمت کے؟

وہ کہتے: رحمت کے یا زحمت کے اور پھر وہ چلے جاتے۔ آخرکار ایک خوبصورت اور روشن بادل آیا۔ اُس نے آپؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے اُس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے اطاعت کرنے والے اور سننے والے بادل! کہاں کا ارادہ ہے؟

اُس نے کہا: ارضِ طالقان کی طرف جارہا ہوں۔

آپؑ نے پوچھا: رحمت کے لیے یا زحمت کے لیے؟

اُس نے کہا: نہیں رحمت کے لیے۔

آپؑ نے کہا: یہ میری امانت ہے انھیں اپنے اُوپر سوار کر اور انھیں اپنے وطن میں اُتارنا۔

اُس نے کہا: حکم کی تعمیل ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا: پس اللہ کے حکم سے انہے اُس کی سرزمین کی طرف لے جاؤ۔

آپؑ نے میرا بازو پکڑا اور اس بادل پر بٹھایا تو اس وقت میں نے ان سے کہا: میں آپؑ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ جو خاتم النبیین ہیں اور امام علیؑ جو سید الاوصیاء ہیں اور آئمہ طاہرینؑ کا واسطہ دیتا ہوں آپؑ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اتنی بڑی عزت وعظمت عطا کر رکھی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے علی بن صالح! تجھ پر افسوس ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنی زمین

کو ایک لحہ کے لیے بھی اپنی حجت کے بغیر نہیں رہنے دیتا۔ کبھی اُسے ظاہر آ رکھتا ہے اور کبھی پردۂ غیب میں بھیج دیتا ہے۔ میں اُس کی حجت باطنی بھی ہوں اور ظاہری بھی ہوں۔ اور وقت معلوم میں مَیں اللہ کی حجت ہوں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ سب کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کہہ رہا ہوں، میں ہی موسیٰ بن جعفرؑ ہوں۔

پس اُس وقت میں آپؑ کی اور آپؑ کے آباء کی امامت کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس وقت آپؑ نے بادل کو حکم دیا کہ وہ اُڑے۔ پس اَبر اُڑنے لگا۔ بخدا! نہ میں خوفزدہ ہوا اور نہ حیران و پریشان۔ چشم زدن میں بادل نے مجھے طالقان میں اپنے گھر کی گلی میں اُتار دیا۔ جہاں میرے اہل و عیال رہتے تھے اور وہ سب عافیت اور خیریت کے ساتھ تھے۔ اس وقت ہارون نے اُس کے قتل کا حکم دیا تا کہ اس کی زبانی یہ حدیث کوئی اور نہ سن لے۔ (المناقب: ۳/۴۱۸)

آپؑ نے مجھے موت کی خبر سنا دی ہے

عن البطايني، عن أخطل الكاهلي، عن عبدالله بن يحيى الكاهلي قال: حججت فدخلت على أبي الحسن عليه السلام فقال لي: اعمل خيراً في سنتك هذه، فإنّ أجلك قد دنا.

قال: فبكيت.

فقال لي: فما يبكيك؟

قلت: جعلت فداك، نعيت إلى نفسي!

قال: أبشر، فإنّك من شيعتنا، وأنت إلى خير.

قال: قال أخطل: فما لبث عبدالله بعد ذلك إلاّ يسيراً حتّى مات.

اخطل کاہلی نے عبداللہ بن یحییٰ کاہلی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ کا بیان ہے: جس سال میں نے حج کیا تو اس سفرِ حج میں میں حضرت امام کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھے فرمایا: اس سال جتنا ممکن ہو، اچھے اچھے کام کرنا کیوں کہ تیری موت قریب ہے۔

وہ کہتا ہے: میں نے رونا شروع کیا۔

امامؑ نے فرمایا: کیوں رو رہا ہے؟

میں نے عرض کیا: آپؑ نے مجھے موت کی خبر دی ہے اس لیے رو رہا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تمھیں مبارک ہو تم ہمارے شیعہ ہو اور خیر پر ہو۔

راوی کہتا ہے کہ اخطل نے کہا: تھوڑی مدت کے بعد عبداللہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور اسی طرح ہوا جس طرح امامؑ نے فرمایا تھا۔ (رجال الکشی: ص۲۸۰، بحارالانوار: ۴۸/۳۷-۴۱)

آپؑ کے پاس کتاب اللہ کا کتنا علم ہے؟

ابن هاشم عن الحسن بن إبراهيم عن يونس عن هشام بن الحكم في حديث بريهة حين سأل موسى بن جعفر علیہ السلام بريهة: كيف علمك بكتاب الله؟

قال: أنا به عالم.

قال: فكيف ثقتك بتأويله؟

قال: ما أوثقني بعلمي فيه.

قال: فابتدأ موسى علیہ السلام في قراءة الانجيل.

فقال بريهة: والمسيح، لقد كان يقرأها هكذا وما قرأ هذه القراءة إلا المسيح.

ثمّ قال: إيّاك كنت أطلب منذ خمسين سنة.

قال هشام: فدخل بريهة والمرأة على أبي عبدالله علیہ السلام وحكى هشام الكلام الّذي جرى بين موسى علیہ السلام وبين بريهة، فقال بريهة: جعلت فداك أين لكم التوراة والانجيل وكتب الأنبياء؟

فقال: هي عندنا وراثة من عندهم نقرأها كما قرأوها ونقولها كما قالوها، والله لا يجعل حجّة في أرضه يسأل عن شيء فيقول: لا أدري.

فلزم بريهة أبا عبدالله علیہ السلام حتّى مات.

ہشام بن حکم حدیث بریھہ کے ضمن میں کہتے ہیں: بریھہ نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: آپ کتاب اللہ کا کتنا علم رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں اُس کا عالم ہوں۔

اُس نے کہا: اس کی تاویل پر آپؑ کو کس قدر اعتماد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس قدر میرے علم نے مجھے اس میں وثوق عطا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے: امامؑ نے انجیل میں سے پڑھنا شروع کر دیا۔ بریھہ کا بیان ہے کہ انھوں نے انجیل اس طرح پڑھی ہے کہ سوائے عیسائی عالم کے اس طرح کوئی اور نہیں پڑھ سکتا۔

پھر اُس نے کہا: میں آپؑ کو پچاس سال سے تلاش کر رہا ہوں۔

ہشام کا کہنا ہے کہ بریھہ اور ایک عورت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ ہشام نے بریھہ اور امام صادق علیہ السلام کے درمیان جو کچھ گزرا امام کاظم علیہ السلام کے حضور بیان کیا۔

ہشام کہتا ہے، بریہہ نے کہا: قربان جاؤں آپؑ نے تورات، انجیل اور انبیاءؑ کی کتب کہاں سے پڑھی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بطور میراث ہمارے پاس ان کے علوم موجود ہیں۔ ہم اُسی طرح انھیں پڑھتے ہیں، جس طرح صاحبانِ کتاب پڑھتے ہیں اور ہم اُسی طرح کہتے ہیں جس طرح وہ کہتے ہیں۔ بخدا! اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت کو زمین پر قرار نہیں دیا مگر جب اُس پر سوال ہوتا ہے تو فوراً اس کا جواب دیتے ہیں اور وہ یہ کبھی نہیں کہتے کہ ہم یہ سوال نہیں جانتے۔

بریہہ نے اس واقعہ کے بعد امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں ساری زندگی گزار دی تھی۔ (بصائر الدرجات: ص ۳۷، بحارالانوار: ۲۶/۱۸۳-۱۸۴)

کیا آپؑ پرندوں کی زبان جانتے ہیں؟

عبدالله بن محمد عن محمد بن ابراهيم عن عمر عن بشير عن علي بن أبي حمزة قال:

دخل رجل من موالي أبي الحسن عليه السلام فقال: جعلت فداك، أحبّ أن تتغدى عندي؟

فقام أبو الحسن عليه السلام حتّى مضى معه، فدخل البيت، فإذا في البيت سرير فقعد على السرير وتحت السرير زوج حمام فهدر الذكر على الانثى، وذهب الرجل ليحمل الطعام، فرجع وأبو الحسن عليه السلام يضحك.

فقال: أضحك الله سنّك! بم ضحكت؟

فقال: إنّ هذا الحمام هدر على هذه الحمامة.

فقال لها: ياسكني وعرسي! والله ما على وجه الأرض

أحد أحبّ إلي منك ما خلا هذا القاعد على السرير.

قال: قلت: جعلت فداك، وتفهم كلام الطير؟

فقال: نعم، علمنا، منطق الطير وأوتينا من كلّ شيءٍ.

علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ حضرت امام کاظم علیہ السلام کے ایک عقیدت مند آپؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: قربان جاؤں میں چاہتا ہوں آج آپؑ ناشتہ میرے گھر پر کریں۔

امام علیہ السلام اپنی جگہ سے اُٹھے اور اُس کے ساتھ اُس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؑ ایک تخت پر تشریف فرما ہوئے اور اس تخت کے نیچے کبوتروں کا جوڑا تھا۔ نر کبوتر نے اپنی مادہ سے علاقہ کا اظہار کیا۔ اس وقت وہ صاحبِ خانہ کھانا لینے کے لیے اندر چلا گیا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو امامؑ کے لبوں پر مسکراہٹ کے آثار تھے۔

اُس نے کہا: خداوند تعالیٰ ان خوبصورت لبوں پر ہمیشہ مسکراہٹ بکھیرے رکھے، مسکراہٹ کی وجہ کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: اس نر کبوتر نے اپنی مادہ کبوتر سے محبت کرنے کی بات کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اے میرا آرام وسکون! اے میری زوجہ! بخدا! روئے زمین پر میں تجھ سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کرتا مگر وہ شخص جو اس تخت کے اُوپر ہے اُس سے میں تجھ سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں کیا آپؑ پرندوں کی زبان جانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! ہمیں پرندوں کی زبان بھی سکھائی گئی ہے بلکہ ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ (بحارالانوار: ۴۸/۵۶)

آپؑ کے برادران اور خاندان والے آپؑ کی سرزنش کرتے ہیں

ومن ذلك ما رويناه باسناده إلى أبي جعفر محمد بن

جرير الطبري بإسناده إلى أبي الحسن موسىٰ علیہ السلام قال:
اشتكى محمّد بن جعفر حتى خيف عليه الموت، فكنّا مجتمعين عنده و دخل أبوالحسن علیہ السلام فقعد ناحية وإسحاق عمّه عند رأسه يبكي، فقعد قليلًا ثمّ قام.
فتبعته وقلت: جعلت فداك، يلومك إخوتك وأهلك يقولون: دخلت على أخيك وهو في الموت، ثمّ خرجت.
فقال: يبرأ أخي، أرأيت هذا المجالس سيموت، ثمّ يبكي عليه هذا.
فبرأ محمد واشتكى إسحاق، فمات وبكى عليه محمد.

محمد بن جریر طبری نے یہ روایت کچھ اس طرح نقل کی ہے: جب محمد بن جعفر شدید بیمار ہوئے ہمیں ان کی موت کا خوف لاحق ہوگیا۔ ہم سب ان کے پاس اکٹھے تھے۔ اس دوران امام کاظم علیہ السلام ان کے قریب آئے اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ اُن کے چچا اسحاق ان کے بالین سر رو رہے تھے۔ آنحضرت تھوڑا سا بیٹھے اور پھر واپس چلے گئے۔

میں آپؑ کے پیچھے گیا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کا خاندان آپؑ پر ناراض ہے اور آپؑ کے بارے میں باتیں بنا رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ دیکھئے قریب المرگ بھائی کے قریب آئے اور جھانک کر چلتے بنے؟

آپؑ نے فرمایا: میرا بھائی صحت یاب ہو جائے گا اور جو شخص ان کے بالین سر ہے وہ جلد مر جائے گا اور یہ بیمار اُس پر گریہ کرے گا۔

جس طرح امامؑ نے فرمایا تھا وہی ہوا، محمد صحت یاب ہوگیا اور اسحاق بیمار ہوا اور دنیا سے چلا گیا اور لوگوں نے دیکھا محمد ان کی میت پر رو رہا تھا اور وہی ہوا جو امامؑ نے فرمایا تھا۔ (فرج الہموم: ص ۲۳۱)

آپؑ کو اس ستم گر کے پاس لے جا رہے ہیں اس میں آپؑ کے لیے اچھائی دکھائی نہیں دیتی

أحمد بن محمد عن أبی قتادة عن أبی خالد الزبالی قال:

قدم أبو الحسن موسٰی علیہ السلام (زبالة) ومعه جماعة من أصحاب المهدی بعثهم المهدی فی اشخاصه إلیه وأمرنی بشراء حوائج له ونظر إلی وأنا مغموم وقال: یا أبا خالد! ما لی أراك مغموماً؟

قلت: جعلت فداك، هو ذا تصیر إلی هذه الطاغیة ولا آمنة علیك!

فقال: یا أبا خالد! لیس علی منه بأس إذا كان سنة كذا وكذا وشهر كذا وكذا فانتظر فی أوّل المیل، فإنّی أوافیك إن شاء الله تعالٰی.

قال: فما كان لی همة إلاّ إحصاء الشهور والأیام، فغدوت إلی المیل فی الیوم الّذی وعدنی فلم أزل أنتظره إلی أن كادت الشمس أن تغیب فلم أر أحداً. فشككت فوقع فی قلبی أمر عظیم، فنظرت قرب المیل فإذا سواد قد رفع فانتظرته فوافانی أبوالحسن علیہ السلام أمام القطار علی بغلة له، فقال: أیها یا أبا خالد!

قلت: لبیك جعلت فداك.

قال: لا تشكن، ودّ الله الشیطان، إنك شككت.

قلت: قد کان ذٰلک واللّٰہ جعلت فداک.

قال: فسررت بتخلیصہ ، فقلت: الحمد للّٰہ الّذی خلصک من الطاغیۃ.

فقال: واللّٰہ، یا أبا خالد! إنّ لھم إلی عودۃ لا أتخلّص منھم.

ابوخالد زبالی کا بیان ہے: ایک دفعہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام زبالہ تشریف لائے۔ آپؑ کے ساتھ مہدی عباسی کے سپاہی تھے۔ جن کو آپؑ پر نگران مقرر کیا گیا تھا اور وہ آپؑ کو مہدی عباسی کے پاس لے جا رہے تھے۔

آنحضرتؑ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لیے ضروری اشیاء خرید کروں۔ جب آنحضرتؑ کی مجھ پر نگاہ پڑی تو مجھے افسردہ اور غمگین پایا تو فرمایا: اے ابوخالد! کیوں حیران و پریشان ہو؟

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں یہ لوگ آپؑ کو ظالم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ آپؑ کو نقصان پہنچائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوخالد! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے وہ مجھے آزار نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں! فلاں سال اور فلاں ماہ اور فلاں دن آغاز شب میں میرا انتظار کرنا ان شاء اللہ میں تم سے ملاقات کروں گا۔

ابوخالد کہتا ہے کہ جس تاریخ، سال، ماہ اور دن کی امامؑ نے خبر دی تھی۔ ہم اُسی حساب سے ایام شمار کرتے رہے۔ آخر وہ دن آ ہی گیا۔ میں راستے پر آ کھڑا ہوا۔ آخر سورج نے غروب کیا۔ میرے دل میں شک گزرا جس نے مجھے حیران و پریشان کر دیا کہ امامؑ نے جو فرمایا تھا ان کا فرمان پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ ابھی میں اسی کشمکش و پیچ میں گرفتار تھا کہ اچانک کچھ فاصلے پر میں نے آدمی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ جونہی وہ میرے قریب ہوا تو دیکھا تو وہ میرے امام موسیٰ بن جعفرؑ تھے اور وہ سب سے

آگے اپنی سواری پر سوار تھے۔ انھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے ابوخالد! کیا حال ہے؟

میں نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں میں حاضر ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ہمارے فرامین پر شک نہ کیا کرو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مُردود قرار دیا ہے تو وہ شکوک وشبہات میں گرفتار ہو گیا تھا۔

میں نے عرض کیا: کچھ ایسا ہی تھا۔ میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

ابوخالد کا بیان ہے کہ مجھے آپؑ کی رہائی کی بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ میں نے عرض کیا: الحمدللہ! اُس ذات نے آپؑ کو اس ظالم سے نجات دی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! اے ابوخالد! یہ لوگ مجھے دوبارہ اس کے پاس لے جائیں گے۔ پھر مجھے ان کے ہاتھوں رہائی نہیں ملے گی۔ (قرب الاسناد: ص ۱۴۰، الکافی: ۱/۴۷۷)

اس شیر کا قصہ کیا تھا؟

روی علی بن أبی حمزة البطائنی قال:

خرج أبو الحسن موسٰی علیہ السلام فی بعض الأیام من المدینة إلی ضیعة له خارجة عنه، فصحبته وکان علیہ السلام راکباً بغلة وأنا علی حمار لی، فلمّا صرنا فی بعض الطریق اعترضنا أسد، فأحجمت عنه خوفاً وأقدم أبوالحسن علیہ السلام غیر مکترث به، فرأیت الأسد یتذلل لأبی الحسن علیہ السلام ویهمهم.

فوقف له أبو الحسن علیہ السلام کالمصغی إلی همهمته ووضع الأسد یده علی کفل بغلته وقد همتنی نفسی من

ذٰلك وخفت خوفاً عظيماً.

ثمّ تنحّى الأسد إلى جانب الطريق وحول أبو الحسن موسٰى عليه السلام وجهه إلى القبلة وجعل يدعو ويحرّك شفتيه بما لم أفهمه.

ثمّ أو ما بيده إلى الأسد أن امض.

فهمهم الأسد همهمة طويلة وأبو الحسن عليه السلام يقول: آمين آمين.

وانصرف الأسد حتّى غاب عنّا ومضى أبوالحسن عليه السلام لوجهه.

فلمّا بعدنا عن الموضع قلت له: جعلت فداك، ما شأن هذا الأسد فقد خفته والله عليك وعجبت من شأنه معك؟

فقال لي أبوالحسن عليه السلام : إنّه خرج يشكو إلى عسر الولادة على لبوته ، وسألني أن أسأل الله تعالٰى أن يفرّج عنها، ففعلت ذٰلك فألقى في روعي أنّها تلد له ذكراً فخبرته بذٰلك.

فقال لي: امض في حفظ الله فلا سلّط الله عليك ولا على ذرّيّتك ولا على أحد من شيعتك شيئًا من السباع.

فقلت: آمين.

علی بن ابوحمزہ بطائنی کا بیان ہے: ایک دن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے مزرعہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، جو مدینہ سے باہر کچھ فاصلے پر تھا اور میں بھی آپؑ کے ہمراہ تھا۔ آپؑ اپنی سواری پر سوار تھے اور میں بھی اپنی سواری پر سوار تھا۔

ابھی ہم نے کچھ تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تھا کہ ہمارے راستے پر شیر آ کر کھڑا ہو گیا۔ خوف کی وجہ سے میں پیچھے کی طرف چلا گیا لیکن آنحضرتؑ بغیر کسی خوف کے اپنے راستے پر چلتے رہے۔ جونہی امامؑ شیر کے قریب ہوئے تو شیر نے آپؑ کے سامنے جھکنا شروع کر دیا اور دھاڑنا شروع کر دیا اور اپنے پنجے امامؑ کی سواری پر رکھ دیے۔ اس منظر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور میرے خوف کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ پھر میں نے دیکھا شیر ایک طرف چلا گیا اور امامؑ قبلہ رُخ ہوئے اور دعا مانگنا شروع کیا۔ ان کے لب ہل رہے تھے۔ آپؑ کچھ فرما رہے تھے جس کو میں نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ پھر آپؑ نے شیر کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ چلا جائے۔ پھر شیر نے زوردار طریقے سے دھاڑنا شروع کیا اور امامؑ نے فرمایا: آمین، آمین!

اس واقعہ کے بعد شیر چلا گیا اور میری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ امامؑ اپنے راستے پر چلے جا رہے تھے۔ میں نے بھی ان کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ جب میں ان کے قریب ہوا تو عرض کیا: قربان جاؤں اس شیر کا قصہ کیا تھا۔ بخدا آپؑ کے معاملے میں میں اس شیر سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا تھا۔ لیکن آپؑ نے اُس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس سے زیادہ حیران کن ہے۔

امامؑ نے فرمایا: شیر میرے پاس یہ شکایت لے کر آیا تھا کہ اس کے ہاں بچے پیدا نہیں ہوتے اور مجھ سے کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں اور اُس کی یہ حاجت پوری ہوئی۔ پس میں نے دعا کی اور میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس کی مادہ اب اس کے لیے نر بچہ پیدا کرے گی۔ میں نے اُسے اس بات کی خبر دی تو اُس نے مجھے کہا: اب آپؑ تشریف لے جائیے اللہ تعالیٰ آپؑ کی حفاظت کرے، آپؑ پر اور آپؑ کی ذریت اور آپؑ کے پیروکاروں پر کسی درندے کو مسلط نہ کرے۔ میں نے امین کہا۔ (کشف الغمہ: ۲/ ۲۲۷)

اس جگہ تو ایک لکڑی تک بھی پیدا نہیں ہوتی!

أبو خالد الزبالي قال:

نزل أبو الحسن عليه السلام منزلنا في يوم شديد البرد في سنة مجدبة ونحن لا نقدر على عود نستوقد به،

فقال: يا أبا خالد! ائتنا بحطب نستوقد به.

قلت: والله، ما أعرف في هذا الموضع عوداً واحداً.

فقال: كلّا يا أبا خالد! ترى هذا الفجّ خذ فيه، فإنّك تلقى أعرابياً معه حملان حطباً، فاشترهما منه ولا تماكسه.

فركبت حماري وانطلقت نحو الفجّ الّذي وصف لي، فإذا أعرابي معه حملان حطباً، فاشتريتهما منه وأتيته بهما فاستوقد وامنه يومهم ذلك، وأتيته بطرف ما عندنا فطعم منه.

ثمّ قال: يا أبا خالد! انظر خاف الغلمان ونعالهم فأصلحها حتّى نقدم عليك في شهر كذا وكذا.

قال أبوخالد: فكتبت تاريخ ذلك اليوم، فركبت حماري يوم الموعود حتّي جئت إلى لزق ميل ونزلت فيه! فإذا أنا براكب مقبل نحو القطار، فقصدت إليه فإذا هو يهتف بي ويقول: يا أبا خالد!

قلت: لبيك جعلت فداك!

قال: أتراك وفيناك بما وعدناك؟

ثمّ قال: یا أبا خالد! ما فعلت بالقبتین اللتین کنّا نزلنا فیهما.

فقلت: جعلت فداك، قد هیأ تهما لك وانطلقت معه حتّی نزل فی القبتین اللتین کان نزل فیهما.

ثمّ قال: ما حال خفاف الغلمان ونعالهم.

قلت قد أصلحناها فأتیته بهما.

فقال: یا أبا خالد! سلنی حاجتك.

فقلت: جعلت فداك، أخبرك بما فیه کنت زیدی المذهب حتّی قدمت علی وسألتنی الحطب وذکرت مجیئك فی یوم کذا، فعلمت أنّك الامام الّذی فرض الله طاعته.

فقال: یا أبا خالد! مَن مات لا یعرف إمامه مات میتة جاهلیة، وحوسب بما عمل فی الاسلام.

ابوخالد زبالی کا بیان ہے: سردی کا موسم تھا۔ ایک سخت سرد دن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے۔ خشک سالی کا ہر طرف راج تھا۔ ہمارے پاس کوئی ایندھن وغیرہ بھی نہ تھا کہ اُس سے سردی سے حفاظت کا انتظام کریں۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: اے ابوخالد! لکڑیوں کا انتظام کر، تا کہ انھیں جلائیں۔

میں نے عرض کیا: بخدا! اس مقام پر تو ایک لکڑی بھی پیدا نہیں ہوتی۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں اے ابوخالد! ایسی بات نہیں ہے۔ سامنے اُس وادی میں چلے جاؤ تم ایک عربی مرد کو دیکھو گے کہ اُس کے پاس ایندھن کے دو بار ہوں گے۔ وہ خرید لینا اور اُس سے زیادہ جھگڑا نہ کرنا۔

ابوخالد کہتا ہے کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہوا اور اُس وادی کا رُخ کیا جس

کے بارے میں آپؑ نے فرمایا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اچانک میں نے اعرابی کو دیکھا کہ جس کے پاس دو بار لکڑیوں کے تھے۔ میں نے اُس سے لکڑیاں خرید لیں اور انھیں اپنے گھر لے آیا اور اُس دن ہم نے وہ لکڑیاں جلائیں۔ ہمارے پاس غذا کا انتظام تھا۔ وہ غذا ہم نے اپنے امامؑ کے سامنے رکھی اور آپؑ نے تناول فرمائی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے ابو خالد! ان غلاموں کے جوتوں کی مرمّت کرو۔ ہم فلاں ماہ فلاں دن واپس آئیں گے۔

ابو خالد کہتے ہیں: مجھے وہ تاریخ اچھی طرح سے یاد تھی۔ میں اس تاریخ کے مطابق اپنے گدھے پر سوار ہوا اور آپؑ کے راستے پر جا کھڑا ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ آپؑ اپنی سواری پر سوار چلے آ رہے ہیں اور میں ان کی طرف بڑھا تو آپؑ نے آواز لگائی اے ابو خالد!

میں نے عرض کیا: جی ہاں، میں ابو خالد ہوں۔ آپؑ پر قربان جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے دیکھا میں نے وعدہ وفائی کس صورت میں کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دو خیمے جن میں ہم نے آرام کیا تھا وہ موجود ہیں؟

میں نے جواب دیا: قربان جاؤں میں نے وہ آپؑ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔

آپؑ ان خیموں میں تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا: ان غلاموں کے جوتوں کا کیا بنا؟

میں نے عرض کیا: میں نے ان کی مرمّت کر دی ہے اور انھیں آپؑ کے پاس لے آیا۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابو خالد، تمہاری کوئی حاجت ہو تو بیان کرو، میں پوری کروں گا۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں میں اپنی حقیقت بتاؤں کہ میں زیدی مذہب

رکھتا تھا۔ جس دن آپؑ تشریف لائے تھے اور ابنِ حسن طلب فرمایا تھا اور پھر فرمایا تھا: فلاں روز واپس آئیں گے۔ میں نے اسی روز سمجھ لیا تھا کہ امامؑ آپؑ ہی ہیں اور اللہ نے آپؑ کی اطاعت واجب کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوخالد! ہر شخص جو اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت کے بغیر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور اُس نے جو اعمال کیے ان کا حساب ہوگا۔ (المناقب: ۳/۲۹۴)

مَیں آپؑ سے مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں

حدثث محمد بن شرف قال:

كنت مع أبي الحسن عليه السلام أمشي بالمدينة فقال لي:

ألست ابن شرف؟

قلت: بلى، فأردت أن أسأله عن مسألة.

فابتدأني من غير أن أسأله فقال: نحن على قارعة الطريق وليس هذا موضع مسألة.

محمد بن شرف کہتے ہیں: میں حضرت امام کاظم علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ کی طرف آ رہا تھا۔ آپؑ نے مجھ سے پوچھا: کیا تو شرف کا بیٹا نہیں ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں میں شرف کا بیٹا ہوں۔ میں نے ارادہ کیا کہ آپؑ سے مسئلہ پوچھوں۔ میرے اظہار سے پہلے آپؑ نے فرما دیا: اب ہم راستے میں ہیں۔ یہ مسئلہ پوچھنے کی جگہ نہیں ہے۔ (المصدر: ۳/۱۷۶)

مفضل کا حال اچھا نہیں ہے دعا فرمایئے

وعنه قال:

قلت لأبي الحسنؑ : إنّ أصحابنا قدموا من الكوفة فذكروا أنّ المفضّل شديد الوجع فادع الله له!

فقالؑ : قد استراح.

وكان هذا الكلام بعد موته بثلاثة أيام.

راوی کہتا ہے کہ میں نے امامؑ کے حضور عرض کیا: ہمارے کچھ دوست کوفہ سے آئے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ مفضل کا حال اچھا نہیں ہے اس کے لیے دعا فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اب مفضل استراحت میں ہے۔ یہ کلام مفضل کی موت کے تین دن بعد ہوا۔ (المصدر: ۴/۳۳۵)

آپؑ نے کون سی دعا پڑھی ہے کہ ہارون رشید کے شر سے محفوظ رہے؟

دعاء فاضل مروي عن مولانا موسى بن جعفر الكاظمؑ من كتاب «كنوز النجاح» للطبرسي، وهو دعاء كفاية البلاء وفيه قصة طويلة قال.

لمّا دخل على الرشيد وقد كان همّ به سوء فلمّا رآه وثب إليه وعانقه ووصله وغلفه بيده وخلع عليه.

فلمّا تولّى ، قال الفضل بن الربيع: ياأميرالمؤمنين! اردت أن تضربه وتعاقبه فخلعت عليه وأجزته؟

قال: يافضل! إنّي أبلغت عنه شيئًا عظيماً، فرأيته عندالله مكيناً ، إنّك مضيت لتجيئني به، فرأيت أقواماً قد أحدقوا بداري بأيديهم حراب قد أغرزوها في أصل الدار يقولون: «إن أذيت ابن رسول الله

خسفنا بك، و إن أحسنت إليه انصرفنا عنك ﴾.

قال الفضل فتبعته علیہ السلام وقلت له: ما الّذى قلت حتّى كفيت شرّ الرشيد؟

فقال: دعاء جدّى على بن أبى طالب علیہ السلام كان إذا دعا به ما برز إلى عسكر إلاّ هربه ولا إلى فارس إلاّ قهره وهو دعاء كفاية البلاء.

قلت: وما هو؟

قال علیہ السلام:

اللّهم بك أساور وبك أجادل، وبك أصول ، وبك أنتصر، وبك أموت ، وبك أحيا أسلمت نفسي إليك وفوّضت أمرى إليك ، لا حول ولا قوّة إلاّ باللّه العلى العظيم.

اللّهم إنّك خلقتني ورزقتني وسترتني وسترتني من بين العباد بلطفك، وخولتني إذا هربت رددتني ، واذا عثرت أقلتني، و إذا مرضت شفيتني ، وإذا دعوتك أجبتني ، سيّدى! ارض عني فقد أرضيتني.

اللّهم بك أساور وبك أجدال، وبك أصول، وبك أنتصر،وبك أموت، وبك أحيا أسلمت نفسي إليك، وفوّضت أمرى إليك، لاحول ولا قوّة إلاّ باللّه العلى العظيم. !

اللّهمّ إنّك خلقتني ورزقتني وسرتني وسترتني من

بين العباد بلطفك، وخولتني إذيا هربت ردتني،
وإذا عثرت أقلتني ، و إذًا مرضت شفيتني ، و إذا
دعوتك أجبتني، سيدي ارض عني فقد أرضيتني.

کتاب "کنوز النجاح" میں علامہ طبرسی نے لکھا ہے: اس دعا کا نام "کفایت البلاء" ہے۔ یہ ایک لمبا قصہ ہے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ہارون نے امام کاظم علیہ السلام کے شہید کرنے کا عزمِ صمیم کر لیا تھا۔ اُس نے آپؑ کو اپنے ہاں بلایا۔ جونہی امامؑ اس کے دربار میں پہنچے تو ہارون اپنی جگہ سے اُٹھا اور انھیں گلے لگایا، آپؑ کا استقبال کیا، خوش آمدید کہا اور آپؑ کو خلعت پیش کی۔

جس وقت آپؑ واپس تشریف لے گئے۔ فضل بن ربیع نے ہارون سے کہا: آپ نے تو ان کے قتل کا ارادہ کیا ہوا تھا یہ کیا ہوا کہ تو نے انھیں خلعت پیش کی ہے اور اس قدر ان کا اکرام و احترام کیا۔

ہارون نے کہا: اے فضل! میں نے ان کی آمد پر ایک امرِ عظیم دیکھا۔ میں نے اللہ کے ہاں ان کی عظمت کا نظارہ کیا ہے۔ جس وقت تو انھیں میرے پاس حاضر کرنے کے لیے گیا تھا تو میں نے اچانک ایک گروہ کو اپنے گھر کے اطراف میں دیکھا، جنھوں نے میرے گھر کو اپنے محاصرے میں لے لیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں حربہ تھا اور وہ سب اپنے اپنے حربے میرے گھر کی بنیادوں میں گاڑ چکے تھے اور انھوں نے مجھے کہا: اگر تو نے فرزندِ رسولؐ اللہ کو کوئی تکلیف پہنچائی تو تمھیں تیرے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیں گے۔ اگر تو نے اچھائی کی تو ہم واپس چلے جائیں گے۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے: ہارون رشید کی بات سن کر میں امام علیہ السلام کے پیچھے چل پڑا اور راستے میں انھیں آن لیا اور ان سے سوال کیا: آپؑ نے کون سی دعا پڑھی ہے کہ ہارون کے شر سے محفوظ رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے وہ دعا پڑھی ہے جو دعا میرے دادا امام علیؑ بن ابی طالبؑ کی دُعا ہے۔ جب آپؑ اس دعا کو پڑھتے تو جس لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلتے تو وہ آپؑ کے سامنے نہ ٹھہر سکتا۔ اور جب آپؑ کا کسی شہسوار سے مقابلہ ہوتا تو وہ آپؑ کے ہاتھوں مغلوب ہو جاتا اس دعا سے بلائیں دُور ہوتی ہیں اور پریشانیاں ختم ہوتی ہیں۔

فضل کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کے حضور عرض کیا: وہ دعا کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دعا یہ ہے:

اللّٰهم بك أساور، وبك أجدال، وبك أصول، وبك أنتصر، وبك أموت، وبك أحيا أسلمت نفسي إليك، وفوّضت أمري إليك، لاحول ولا قوّة إلّا باللّٰه العلي العظيم.

اللّٰهمّ إنّك خلقتني ورزقتني وسررتني وسترتني من بين العباد بلطفك، وخولتني إذيا هربت رددتني، وإذا عثرت أقلتني ، و إذَا مرضت شفيتني ، و إذَا دعوتك أجبتني، سيّدي! ارض عني فقد أرضيتني.

(المجتنیٰ: ص۳۲)

—❁—

فصل ششم

آخر الزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام

maablib.org

آئمہؑ میں امام غیب کون ہیں؟

الهمداني ، عن علي ، عن أبيه ، عن محمد بن زياد الأزدي قال: سألت سيدي موسى بن جعفرعليه السلام عن قول الله عزّوجلّ: ﴿وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً﴾ (سورۂ لقمان: ۲۰)

فقال: النعمة الظاهرة الامام الظاهر والباطنة الامام الغائب.

فقلت له: ويكون في الأئمة من يغيب؟

قال: نعم، يغيب عن أبصار الناس شخصه ولا يغيب عن قلوب المؤمنين ذكره، وهو الثاني عشر منّا يسهل الله له كلّ عسير، ويذلل له كلّ صعب، ويظهر له كنوز الأرض ويقرب له كلّ بعيد، ويبير به كلّ جبار عنيد، ويهلك على يده كلّ شيطان مريد. ذاك ابن سيدة الاماء الّذي يخفى على الناس ولادته، ولا يحلّ لهم تسميته حتى يظهره الله عزّوجلّ فيملأ به الأرض قسطاً وعدلاً كما ملئت جوراً وظلماً.

محمد بن زیاد ازدی کہتے ہیں: میں نے اپنے آقا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل کر دی گئی ہیں''۔

آپؑ نے فرمایا: اس ظاہری نعمت سے مراد ظاہری امام ہے اور باطنی نعمت سے مراد امام غیب ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ آئمہ کرام میں سے کوئی امام پردۂ غیب میں موجود ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ وہ ہیں جو لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہوں گے لیکن اہلِ ایمان کے قلوب کا مرکز ہوں گے۔ وہ بارہویں امامؑ ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہر مشکل اُن پر آسان فرما دے گا۔ زمین کے معادن اور خزانے ان پر ظاہر کردیے جائیں گے۔ جو چیز دُور ہوگی وہ ان کے قریب کردی جائے گی۔ ہر سرکش و طاغوت ان کے قدموں میں روندا جائے گا۔ سرکش شیاطین اس کے ذریعے نیست و نابود ہوجائیں گے۔ وہ کائنات کی کنیزوں کی سردار کنیز کی گود میں جنم لیں گے۔ ان کی ولادت کو مخفی رکھا جائے گا۔ تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ان کا نام زبان پر جاری کرو۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہے گا ان کو ظاہر کرے گا اور ان کے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھرپور تھی۔ (بحارالانوار: ۵۱/ ۱۵۰-۱۵۱، عن اکمال الدین)

وأسند أحمد بن زياد سؤال محمد بن زياد الكاظم عليه السلام عن قوله تعالى: ﴿وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾. (سورہ لقمان:۲۰)

فقال: الظاهرة الامام الظاهر، والباطنة الامام الغائب.

قلت: وفي الأئمة من يغيب؟

قال: نعم هو الثاني عشر يبير الله به كلّ جبار عنيد ويهلك علي يده كل شيطان مريد.

• یہ حدیث مندرجہ بالا حدیث کا خلاصہ ہے۔ (الصراط المستقیم: ۲/ ۲۲۹)

اس امر کا صاحب کون ہے؟

الهمداني، عن علي بن إبراهيم، عن محمد بن خالد،

عن علي بن حسان ، عن داؤد بن كثير قال:
سألت أبا الحسن موسىٰ علیہ السلام عن صاحب هذا الأمر.
قال: هو الطريد الوحيد الغريب الغائب عن أهله
الموتور بأبيه.

داؤد بن کثیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: اس امر کا صاحب کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ وہ ہے جو لوگوں سے دُور بہت دُور ہے۔ وہ فرد فرید ہے، مسافر ہے، اپنے وطن وخاندان سے دُور ہے۔ ان کے والد کو قتل کر دیا گیا ہے۔ انھوں نے اپنے والد کے خون کا بدلہ نہیں لیا۔ (بحارالانوار: ۱۵۱/۵۱)

اس آیت کی تاویل کیا ہے؟

أبي ، عن سعد ، عن ابن عيسىٰ ، عن البجلي، عن
معاوية بن وهب وأبي قتادة علي بن محمد، عن علي
بن جعفر، عن أخيه موسىٰ بن جعفر علیہ السلام قال:
قلت له: ما تأويل قول الله عزوجل: ﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ
إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَآءٍ مَّعِينٍ﴾
(سورۂ ملک: ۳۰)

فقال: إذا فقدتم إمامكم فلم تروه فماذا تصنعون.

جناب علی بن جعفر کہتے ہیں: میں نے اپنے برادر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے: "کہہ دیجیے بتلاؤ کہ اگر تمھارا یہ پانی زمین میں جذب ہو جائے تو کون ہے جو تمھارے لیے آبِ رواں لے آئے؟"

آپؑ نے فرمایا: اس سے یہ مراد ہے کہ جب تم اپنے امامؑ کو کھو بیٹھو اور انھیں

نہ دیکھ سکو تو پھر تم کیا کرو گے؟ (غیبۃ الطوسی: ص۱۱۰-۱۱۱، بحارالانوار: ۱۰۰/۳۶)

وہ شخص جس نے حق کے لیے قیام کرنا ہے وہ آپؑ ہیں؟

عن صالح بن السندی، عن یونس بن عبدالرحمٰن قال: دخلت علی موسٰی بن جعفر علیہ السلام فقلت له: یابن رسول اللّٰه! أنت القائم بالحق؟ فقال: أنا القائم بالحق، ولکن القائم الذی یطهر الأرض من أعداء اللّٰه ویملأها عدلاً کما ملئت جوراً هو الخامس من ولدی، له غیبة یطول أمدها خوفاً علی نفسه، یرتدّ فیها أقوام ویثبت فیها آخرون.

ثمّ قال علیہ السلام: طوبی لشیعتنا المتمسکین بحبّنا فی غیبة قائمنا، الثابتین عی موالاتنا والبراءة من أعدائنا، أولئك منّا ونحن منهم، قد رضوا بنا أئمّة ورضینا بهم شیعة، وطوبی لهم، هم واللّٰه معنا فی درجتنا یوم القیامة.

یونس بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: ایک دن میں امام کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ان کے حضور عرض کیا: جس شخصیت نے حق کے لیے قیام کرنا ہے وہ آپؑ ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے حق کے لیے قیام کیا ہوا ہے اور وہ قائم کہ جس نے زمین کو اللہ کے دشمنوں سے پاک کرنا ہے اور عدل وانصاف کا قیام کرنا ہے وہ میرے پانچویں فرزند ہیں۔ وہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے پردۂ غیب میں چلے جائیں گے۔ ان کی غیبت کا زمانہ طولانی ہوگا۔ جس کی وجہ سے اکثر لوگ دین کو چھوڑ دیں گے اور کچھ لوگ ثابت قدم رہیں گے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ہمارے وہ شیعہ جو زمانہ غیبت میں ہمارے قائمؑ سے محبت رکھیں گے اور ان سے تمسک رکھیں گے اور وہ ہماری پیروی میں ثابت قدم رہیں گے اور ہمارے دشمنوں سے بیزار رہیں گے وہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان میں سے ہیں۔ وہ ہماری امامت پر راضی ہیں اور ہم ان کی اس پیروی واطاعت پر راضی ہیں۔ انھی لوگوں کے لیے خوشخبری ہے۔ بخدا! قیامت کے دن جہاں ہم ہوں گے وہاں وہ ہوں گے۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ آپؑ کے بارے میں جو کہا گیا ہے وہ سامنے نہیں آتا؟

أبي ، عن الحميري بإسناده يرفعه إلى علي بن يقطين قال:

قلت لأبي الحسن موسى عليه السلام : ما بال ما روي فيكم من الملاحم ليس كما روي، وما روي في أعاديكم قد صح؟

فقال عليه السلام : إنّ الّذي خرج في أعدائنا كان من الحق فكان كما قيل ، وأنتم عللتم بالأماني ، فخرج إليكم كما خرج.

علی بن یقطین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: اس کی وجہ کیا ہے آپؑ کے بارے میں جو پیشین گوئی کی گئی ہے وہ سامنے نہیں آتی اور جو پیشین گوئیاں آپؑ کے دشمنوں کے بارے میں کی گئی ہیں وہ سامنے آ رہی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ ہمارے دشمنوں کے بارے میں کہا گیا ہے وہ ایک طرح سے حق ہے۔ اس لیے وہ واقع کے مطابق سامنے آجاتا ہے لیکن تم لوگ اپنی آرزوؤں کے جلد پورا ہونے میں سرگرم ہو۔ اس لیے وقائع خارجی تمھاری آرزوؤں کے مطابق سامنے نہیں آتے۔ (بحارالانوار: ۵۲/۱۱۱)

اے میرے سردار! سفیانی کی آمد حتمی ہے؟

محمد بن همام، عن الفزاری، عن الحسن بن علی بن يسار، عن الخليل بن راشد، عن البطائني قال: رافقت أبا الحسن موسى بن جعفر علیہ السلام من مكّة إلى المدينة، فقال يوماً لي: لو أنّ أهل السماوات والأرض خرجوا على بني العبّاس لسقيت الأرض دماء هم حتّى يخرج السفياني.

قلت له: يا سيّدي أمره من المحتوم؟

قال: من المحتوم.

ثمّ أطرق، ثمّ رفع رأسه وقال: ملك بني العبّاس مكر وخداع يذهب حتّى لم يبق منه شيء ويتجدد حتّى يقال: ما مرّ به شيء.

بطائنی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک کا سفر کیا۔ ایک دن دورانِ سفر آپؑ نے فرمایا: اگر اہلِ آسمان و زمین سب مل کر عباسیوں کے خلاف قیام کریں اور زمین ان کے خون سے سیراب ہو جائے، جب تک سفیانی کا خروج نہیں ہوگا یہ سب بے فائدہ رہے گا۔

میں نے عرض کیا: سفیانی کی آمد حتمی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! حتمی ہے۔

پھر آپؑ نے اپنا سر مبارک جھکایا اور پھر سر کو بلند کر کے فرمایا: عباسیوں کی حکومت سراپا دھوکہ اور فریب ہے۔ یہ حکومت ایک دن نیست و نابود ہو جائے گی۔ اس کے آثار بھی مٹ جائیں گے۔ پھر از سرِ نو حکومت کی تجدید ہوگی۔ ایسا معلوم ہوگا کہ

اس حکومت کو کچھ ہوا ہی نہیں۔ (بحار الانوار: ۵۲/۲۵۰)

میرے والد صاحب الامر کے دیدار کی آرزو میں آخر فوت ہو گئے!

علي بن أحمد عن عبيدالله بن موسى عن موسى بن محمد عن أحمد بن أبي أحمد عن ابراهيم بن هليل قال:
قلت لأبي الحسن علیہ السلام : جعلت فداك، مات أبي على هذا الأمر وقد بلغت من السنين ما قد ترى أموت ولا تخبرني بشيء.
فقال: يا أبا إسحاق! أنت تعجل؟
فقلت: إي والله أعجل ، وما لي لا أعجل وقد بلغت من السن ما ترى.
فقال: أما والله ، يا أبا إسحاق! ما يكون ذلك حتى تميّزوا وتمحصّوا وحتى لا يبقى منكم إلّا الأقلّ ، ثمّ صعر كفه.

ابراہیم بن ہلیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، میرے والد صاحب امر کے دیدار کے انتظار میں آخر مر گئے لیکن انھیں ان کا دیدار نصیب نہ ہوا۔ اب آپؑ مجھے بھی دیکھ رہے ہیں کہ اب میں کس عمر میں ہوں، کیا آپؑ کو یہ بات پسند ہے کہ میں بھی مر جاؤں اور مجھے اس بارے میں کوئی خبر بھی نہ ہو؟

آپؑ نے فرمایا: اے ابو اسحاق! تمھیں بہت جلدی ہے؟

میں نے عرض کیا: میں جلدی نہ کروں تو پھر کیا کروں کہ اب اس سن و سال کی منزل پر پہنچ چکا ہوں، جو آپؑ کے سامنے ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! اے ابواسحاق! آپؑ نے اپنی ہتھیلی کو جمع کیا اور اُسے چھوٹا کر دیا اور فرمایا: یہ امر اُس وقت تک سامنے نہیں آ سکتا، جب تک نیک و بد کے درمیان فرق قائم نہ ہو جائے اور سب کی آزمائش ہو جائے۔ تم میں سے تھوڑے سے لوگ اس عقیدہ پر قائم رہیں گے۔ (غیبۃ للنعمانی: ص ۱۲، بحارالانوار: ۵۲/۱۱۳)

کرۂ ارضی کے لوگوں کی کثیر تعداد پر کس طرح حکمرانی کریں گے؟

عن ابن بکیر قال:

سألت أبا الحسن علیہ السلام عن قوله: ﴿وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡهًا﴾. (آل عمران: ۸۳)

قال: أنزلت في القائم علیہ السلام إذا خرج باليهود والنصارى والصابئين والزنادقة وأهل الردة والكفار في شرق الأرض وغربها فعرض عليهم الاسلام، فمن أسلم طوعاً أمره بالصلاة والزكاة وما يؤمر به المسلم، ويجب لله عليه ومن لم يسلم ضرب عنقه حتى لا يبقى في المشارق والمغارب أحد إلّا وحّد الله.

قلت له: جعلت فداك، إنّ الخلق أكثر من ذلك؟

فقال: إنّ الله إذا أراد أمراً قلل الكثير وكثّر القليل.

ابن بکیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کے موجودات نے چار و ناچار اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کیے ہیں''۔

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت حضرت قائمؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ آپؑ تمام کرۂ ارضی میں رہنے والے چاہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں یا صائبین و زندیق، مرتدین

ہیں یا کافر، سب کے خلاف قیام فرمائیں گے۔ ان پر اسلام پیش کریں گے جس نے اطاعت کر لی تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دیں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیں گے، اور اسلام کے تمام اوامر کی ادائیگی کا حکم دیں گے اور یہ تمام اُمور اللہ کی طرف سے ان پر واجب کریں گے اور جو اسلام قبول نہ کرے گا، اُسے قتل کر دیں گے، یہاں تک کہ کرۂ ارضی میں سوائے موحدین کے اور کوئی نہ رہے گا۔

میں نے عرض کیا: اُس وقت لوگوں کی کثرت ہوگی وہ اپنے اوامر کس طرح ان پر جاری کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو قلیل کثیر ہو جاتا ہے اور کثیر قلیل ہو جاتا ہے۔ (المصدر: ۵۲/۳۴۰)

چار آسمانی حرف کس پر نازل ہوئے اور ان کی تفسیر کون کرے گا؟

علي بن إبراهيم وأحمد بن مهران جميعاً عن محمد بن عليّ عن الحسن بن راشد يعقوب بن جعفر قال: كنت عند أبي إبراهيم عليه السلام وأتاه رجل من أهل نجران اليمن من الرهبان، ومعه راهبة فاستأذن لهما الفضل بن سوار فقال له: إذا كان غداً فأت بهما عند بئر ﴿أم خير﴾.

قال: فوافينا من الغد، فوجدنا القوم قد وافوا. فأمر بخصفة بواري، ثم جلس وجلسوا، فبدأت الراهبة بالمسائل، فسألت عن مسائل كثيرة كلّ ذلك يجيبها.

وسألها أبو إبراهيم عليه السلام عن أشياء لم يكن عندها فيه

شیئ ، ثمّ أسلمت ثمّ أقبل الراهب يسأله فكان يجيبه في كلّ ما يسأله.

فقال الراهب: قد كنت قويًا على ديني وما خلفت أحداً من النصارىٰ في الأرض يبلغ مبلغي في العلم، ولقد سمعت برجل في الهند إذا شاء حجّ إلى بيت المقدس في يوم وليلة ، ثمّ يرجع إلى منزله بأرض الهند، فسألت عنه بأيّ أرض هو؟

فقيل لي: إنّه في سبذان، وسألت الّذي أخبرني.

فقال : هو علم الاسم الّذي ظفر به آصف، صاحب سليمان عليه السلام لمّا أتي بعرش سبأ وهو الّذي ذكره الله لكم في كتابكم ولنا معشر الأديان في كتبنا.

فقال له أبو ابراهيم عليه السلام : فكم للّه من اسم لا يردّ؟!

فقال الراهب: الأسماء كثيرة، فأمّا المحتوم منها الّذي لا يرد سائله فسبعة.

فقال له أبو الحسن عليه السلام : فأخبرني عمّا تحفظ منها؟

قال الراهب: لا والله الّذي أنزل التوراة على موسى وجعل عيسى عبرة للعالمين وفتنة لشكر أولي الألباب وجعل محمداً بركة ورحمة ، وجعل عليًا عليه السلام عبرة وبصيرة، وجعل الأوصياء من نسله ونسل محمد صلى الله عليه وآله وسلم ما أدري ولو دريت ما احتجت فيه إلى كلامك ولا جئتك ولا سألتك؟

فقال له أبو إبراهيم عليه السلام: عد إلى حديث الهندي.

فقال له الراهب: سمعت بهذه الأسماء ولا أدري ما بطانتها ولا شرائحها ولا أدري ماهي؟ ولا كيف هي ولا بدعائها.

فانطلقت حتّى قدمت سبذان الهند، فسألت عن الرجل.

فقيل لي: إنّه بنى ديراً في جبل، فصار لا يخرج ولا يرى إلّا في كلّ سنة مرتين، وزعمت الهند أنّ الله فجر له عيناً في ديره، وزعمت الهند أنّه يزرع له من غير زرع يلقيه ويحرث له من غير حرث يعمله.

فانتهيت إلى بابه فأقمت ثلاثاً لا أدق الباب ولا أعالج الباب، فلمّا كان اليوم الرابع فتح الله الباب وجاءت بقرة عليها حطب تجرّ ضرعها يكاد يخرج ما في ضرعها من اللبن.

فدفعت الباب فانفتح فتبعتها ودخلت فوجدت الرجل قائماً ينظر إلى السماء فيبكي وينظر إلى الأرض فيبكي، وينظر إلى الجبال فيبكي.

فقلت: سبحان الله! ما أقلّ ضربك في دهرنا هذا.

فقال لي: والله ما أنا إلّا حسنة من حسنات رجل خلفته وراء ظهرك.

فقلت له: أخبرت أنّ عندك اسماً من أسماء الله تبلغ

به في كلّ يوم وليلة بيت المقدس وترجع إلى بيتك.

فقال لي: وهل تعرف بيت المقدس؟

قلت: لا أعرف إلاّ بيت المقدس الذي بالشام.

قال: ليس بيت المقدس، ولكنّه البيت المقدس وهو بيت آل محمد علیہم السلام.

فقلت له: أما ما سمعت به إلى يومي هذا فهو بيت المقدس.

فقال لي: تلك محاريب الأنبياء، وإنّما كان يقال لها حظيرة المحاريب حتّى جاءت الفترة الّتي بين محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعيسى علیہ السلام وقرب البلاء من أهل الشرك وحلت النقمات في دور الشياطين، فحولوا وبدّلوا ونقلوا تلك الأسماء وهو قول الله تبارك وتعالى البطن لآل محمد والظهر مثل ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾. (سورۂ نجم: ۲۳)

فقلت له: إنّي قد ضربت إليك من بلد بعيد تعرضت إليك بحاراً وغموماً وهموماً وخوفاً وأصبحت وأمسيت مؤيساً ألا أكون ظفرت بحاجتي.

فقال لي: ما أرى أمّك حملت بك إلاّ وقد حضرها ملك كريم، ولا أعلم أنّ أباك حين أراد الوقوع بأمّك إلاّ وقد اغتسل وجاءها على طهر، ولا أزعم إلاّ أنّه قد

كان درس السفر الرابع من سهره ذلك، فختم له بخير، ارجع من حيث جئت فانطلق حتّى تنزل مدينة محمد صلى الله عليه وآله وسلم التي يقال لها: «طيبة» وقد كان اسمها في الجاهلية يثرب ، ثمّ اعمد إلى موضع منها يقال له: البقيع، ثمّ سل عن دار يقال لها: «دار مروان»، فأنزلها وأقم ثلاثاً.

ثُمّ سل عن الشيخ الأسود الّذي يكون على بابها يعمل البواري وهي في بلادهم اسمها «الخصف»، فألطف بالشيخ وقل له: بعثني إليك نزيلك الّذي كان ينزل في الزاوية في البيت الّذي فيه الخشيبات الأربع، ثُمّ سله عن فلان بن فلان الفلاني وسله أين ناديه، وسله أيّ ساعة يمرّ فيها فليريكاه، أو يصفه لك فتعرفه بالصفة وسأصفه لك.

قلت: فإذا لقيته فأصنع ماذا؟

قال: سله عمّا كان وعمّا هو كائن وسله عن معالم دين من مضي ومن بقي.

فقال له أبو إبراهيم عليه السلام: قد نصحك صاحبك الّذي لقيت.

فقال الراهب: ما اسمه جعلت فداك؟

قال: هو متمم بن فيروز وهو من أبناء الفرس، وهو ممّن آمن بالله وحده لا شريك له وعبده وبالاخلاص

والایقان وفرّ من قومه لما خافهم فوهب له ربّه حكماً وهداه لسبيل الرشاد وجعله من المتّقين وعرف بينه وبين عباده المخلصين وما من سنة إلاّ وهو يزور فيها مكّة حاجًا ويعتمر في رأس كلّ شهر مرّة ويجئ من موضعه من الهند إلى مكّة فضلًا من الله وعوناً ، وكذلك يجزى الله الشاكرين.

ثُمّ سأله الراهب عن مسائل كثيرة كلّ ذٰلك يجيبه فيها ، وسأل الراهب عن أشياء لم يكن عند الراهب فيها شيء، فأخبره بها.

ثمّ إنّ الراهب قال: أخبرني عن ثمانية أحرف نزلت فتبين في الأرض منها أربعة وبقى في الهواء منها أربعة على من نزلت تلك الأربعة الّتي في الهواء ومن يفسّرها؟

قال: ذاك قائمنا ينزله الله عليه فيفسّره وينزل عليه مالم ينزل على الصدّيقين والرسل والمهتدين؟

ثمّ قال الراهب: فأخبرني عن الاثنين من تلك الأربعة الأحرف الّتي في الأرض ما هي؟

قال: أخبرك بالأربعة كلّها ، اما أوّلهن ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه وحده لاشريك له باقياً﴾؟ والثانية: ﴿محمد رسول الله صلى الله عليه وآله مخلصاً﴾.

والثالثة: نحن أهل البيت.

والرابعة: شيعتنا منّا ، ونحن من رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
ورسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من الله بسبب.
فقال له الراهب: أشهد أن لا إله إلا الله وأنّ محمداً
رسول الله وأنّ ماجاء به من عندالله حق، وأنكم
صفوة الله من خلقه، وأنّ شيعتكم المطهرون
المستبدلون ولهم عاقبة الله والحمدلله ربّ العالمين.
فدعا أبو إبراهيم علیه السلام بجبّة خزّ وقميص قوهيّ
وطيلسان وخفّ وقلنسوة، فأعطاه إيّاها وصلّى الظهر
وقال له: اختتن.
فقال: قد اختتنت في سابعي.

یعقوب بن جعفر کہتے ہیں: میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ عالیہ میں موجود تھا کہ ملک یمن کے علاقہ نجران کے راہب اور راہبہ آپؑ کے حضور حاضر ہوئے۔ فضل بن سوار نے ان کے لیے اذن دخول کی درخواست کی۔

آپؑ نے فرمایا: انھیں کل "اُم خیر" نامی کنوئیں پر لے آنا۔

فضل کہتے ہیں: میں مقرر روز کے مطابق وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا: بہت سے دوسرے لوگ بھی آئے ہوئے ہیں۔ امامؑ نے حکم دیا کہ کھجور کے پتوں کی چٹائیاں بچھائی جائیں۔ جب وہ بچھ گئیں تو آپؑ بیٹھ گئے اور لوگ بھی بیٹھ گئے۔

اس مجلس کے آغاز میں راہبہ نے آپؑ سے بہت سے سوالات پوچھے اور امامؑ نے اُس کے تمام سوالوں کے جواب دیے۔ بعدازیں امامؑ نے اُس پر کچھ سوال کیے، لیکن وہ کسی سوال کا جواب نہ دے سکی۔ وہ آپؑ کی امامت سے متاثر ہو کر مسلمان ہوگئی۔

پھر راہب نے اپنے سوالات کا آغاز کیا اور امامؑ نے اس کے تمام سوالوں

کے جواب دیجیے۔ اُس راہب نے کہا: دنیائے عیسائیت میں علم و دانش میں میرے مقابلے کا کوئی فرد نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک آدمی ہے جب چاہتا ہے چاہے وہ دن ہو یا رات وہ بیت المقدس کے حج کے لیے آتا ہے اور پھر اپنا حج کر کے واپس ہندوستان اپنی جگہ پلٹ جاتا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کس جگہ کا رہنے والا ہے؟ لوگوں نے کہا: ''سبذان'' نامی جگہ کا رہنے والا ہے۔

میں آپؑ سے پوچھتا ہوں میں اُس کے بارے میں کس سے پوچھوں کہ وہ کیا ہے اور کون ہے؟

پس اُس نے کہا: وہ اس ''اسم'' کا مالک ہے جو اسم آصف بن برخیا کے پاس تھا اور وہ اسم آصف کو حضرت سلیمانؑ کی صحبت میں ملا تھا کہ اُس نے ملک سبا سے تختِ بلقیس منگوا لیا تھا۔ اُسی داستان کو اللہ نے آپؑ کی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور ہم دین داروں کی کتب میں بھی اُس کا ذکر کیا ہے۔

حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کتنے نام ہیں کہ جن کے وسیلے سے جو دعا مانگی جائے وہ رد نہیں ہوتی؟

راہب نے کہا: وہ اسماء تو بہت زیادہ ہیں اور ان میں سے جو حتمی ہیں اور جن کے توسل سے دعا رد نہیں ہوتی وہ سات اسم ہیں۔

امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سے جو اسماء آپؑ کو یاد ہیں وہ بیان کرو؟

راہب نے کہا: نہیں اُس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی اور جنابِ عیسیٰؑ کو کائنات کے لیے عبرت اور صاحبانِ عقل کے لیے آزمائش بنایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی برکت و رحمت بنایا اور حضرت علی علیہ السلام کو سرمایۂ عبرت اور بصیرت بنایا اور اوصیاء کو ان کی نسل میں قرار دیا۔ میں نہیں جانتا۔ اگر جانتا ہوتا تو پھر آپؑ کی گفتگو سے مجھے ضرورت نہ رہتی اور آپؑ کے پاس نہ آتا اور آپؑ سے نہ پوچھتا۔

حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: دوبارہ ہندی مرد کی داستان سنا۔

راہب نے کہا: میں نے ان اسماء کو تو سن رکھا ہے لیکن ان کی تفسیر و حقیقت سے واقف نہیں ہوں، میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں اور کس طرح ہیں اور ان کے ذریعے دعا کس طرح کی جاتی ہے؟

آخرکار میں اُس کی طرف چل پڑا اور ہندوستان میں مقام "سبذان" پر پہنچا تو وہاں میں نے کسی سے اُس کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے کہا: پہاڑ کے اندر گرجا ہے اور وہ پورا سال گرجے کے اندر رہتا ہے، صرف دو بار باہر آتا ہے۔

ہندوستان کے لوگوں کا اس کے بارے میں عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اُس کے گرجا میں چشمہ جاری کر دیا ہے اور لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بغیر ہل چلائے اور بیج ڈالنے کے وہاں اُس کے لیے کھیتی تیار ہو جاتی ہے۔

آخرکار میں اس کے گھر میں جا پہنچا۔ میں وہاں تین دن رہا۔ میں نے اس کے دروازے کو کھٹکھٹایا اور نہ اس کے دروازے پر آواز لگائی۔ چوتھے دن اللہ تعالیٰ نے دروازہ کے کھولنے کا سبب فرمایا کہ ایک گائے آئی کہ جس کے اُوپر لکڑیوں کا بار تھا اور اُس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ قریب تھا کہ دودھ پستانوں سے جاری ہو جائے۔ اُس نے دروازے کو دھکا دیا، دروازہ کھل گیا اور میں بھی اس کے پیچھے گھر میں داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا جو آسمان کی طرف دیکھتا تو رو دیتا۔ پھر زمین کی طرف دیکھتا تو رو دیتا۔ پھر پہاڑوں کی طرف دیکھتا تو رو دیتا۔

اس کی اس حالت سے مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا: سبحان اللہ! تجھ جیسے تو اس کائنات میں بہت ہی کم ہیں۔

اُس نے کہا: جی ہاں! بخدا میری حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو صرف اُس شخص کی نیکیوں میں سے صرف ایک نیکی ہوں جس کو اپنے پیچھے چھوڑ چکا ہوں۔

میں نے کہا: مجھے آپ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کہ جس کے ذریعے تو ایک رات اور دن کے اندر بیت المقدس جاتا ہے اور پھر وہاں سے اپنے گھر واپس لوٹ آتا ہے؟

اُس نے کہا: جس بیت المقدس کی طرف میں جاتا ہوں تو اُسے جانتا ہے؟

میں نے کہا: میں صرف اُس بیت المقدس کو جانتا ہوں جو ملک شام میں ہے۔

اُس نے کہا: میری مراد وہ بیت المقدس نہیں ہے بلکہ وہ گھر مقدس ہے جس کو آلِ محمد کا گھر کہتے ہیں۔

میں نے کہا: آج تک جو میں نے سن رکھا ہے وہ وہی بیت المقدس ہے جو شام میں ہے۔

اُس نے کہا: آلِ محمد کا گھر انبیاءؑ کے محراب کا مقام ہے۔ اُسے "حظیرۃ المحاریب" (محرابوں کی جگہ) کا نام دیا گیا ہے۔ آخر زمانہ فترت آیا یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درمیانی زمانہ، تو مشرکین کی طرف سے آزمائشیں پیدا ہوئیں۔ شیاطین کے گھروں میں سختیاں در آئیں تو انھوں نے ان اسماء کو بدل ڈالا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "دراصل یہ تو صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے آباؤاجداد نے گھڑ لیے ہیں لیکن اللہ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی"۔

میں نے اُسے کہا: میں دُور دراز کا سفر کر کے تمھارے پاس آیا ہوں۔ راستے میں ہزاروں پریشانیاں جھیلی ہیں اور صبح و شام یاس و حرمان کی کیفیات سے دوچار رہا کہ مجھے کامیابی ہوتی ہے یا نہیں۔

اُس نے میری بات سن کر کہا: تیری والدہ کا وہ زمانہ میرے سامنے ہے کہ جس وقت تو اُس کے شکم میں تھا۔ ایک بزرگوار فرشتہ تیرے قریب رہا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس وقت تیرے والد نے تیری والدہ سے صحبت کا ارادہ کیا تو پہلے اُس نے

غسل کیا اور پھر پاک و پاکیزہ حالت میں وہ اس کے قریب گیا۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اُس نے ایک رات شب بیداری کی اور اُس میں اُس نے تورات کے سطرِ چہارم کا مطالعہ کیا۔ اُس کی عاقبت خیر کے ساتھ ہے۔

اب تو جہاں سے آیا ہے واپس چلا جا اور رسولؐ اللہ کے شہر پہنچ جس کا نام "مدینہ طیبہ" ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس شہر کو "یثرب" کہتے تھے۔ جب وہاں جانا تو وہاں ایک جگہ ہے جس کا نام "بقیع" ہے پھر وہاں پوچھ لینا کہ "دار مروان" کہاں ہے۔ یہ اس جگہ کی علامت ہے اور وہاں منزل کرنا اور تین دن رہنا۔ پھر وہاں جا کر ایک بزرگوار کے بارے میں پوچھ لینا جن کی جلد سیاہ رنگ کی ہوگی۔ اس کے گھر کے قریب بوریاں بنی جاتی ہیں۔ اُس علاقے کے لوگ "بوری" کو خصف کہتے ہیں۔

اس بزرگوار کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا اور انھیں کہنا: مجھے آپ کے ہم نشین نے بھیجا ہے کہ جس کے گھر کے ایک گوشہ میں چار چھوٹی لکڑیاں ہیں۔ پھر اُن سے فلاں بن فلاں کے بارے میں پوچھنا اور ان کی رہائش کے بارے میں پوچھنا کہ وہ کس وقت وہاں جاتے ہیں؟

وہ شخص اُس شخص کی نشان دہی کرے گا اور تمھیں اس کی علامات بتائے گا اور تو اس کی معرفی کے ذریعے اس بزرگوار کو پہچان لے گا اور میں بھی تیرا تعارف ان سے کرا دوں گا۔

میں نے کہا: جب میری ملاقات ان سے ہو جائے تو اُس وقت میرا وظیفہ کیا ہوگا؟

اُس نے کہا: ماضی اور مستقبل کے بارے میں ان سے مسائل پوچھنا۔

امام کاظم علیہ السلام نے اُسے فرمایا: تو نے اپنے دوست سے ملاقات کی۔ اُس نے تجھے نصیحت کی۔

راہب نے کہا: قربان جاؤں اے میرے آقا! اُن کا نام کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کا نام متمم بن فیروز ہے۔ اس کا تعلق فارس سے ہے اور وہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہے اور وہ اس کی عبادت و بندگی خالص اور مخلص ہو کر کرتا ہے۔ کیوں کہ اُسے اپنی قوم سے خوف تھا اس لیے وہاں سے بھاگ کر اس مقام پر آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حکمت و دانش عطا کی ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی ہے اور اُسے صاحبِ تقویٰ بنایا ہے اور اُسے اپنے مخلص بندوں کی معرفت عطا کی ہے اور مخلصین کو بھی اس کی معرفت عطا کی ہے اور وہ ہر سال حج کے لیے مکہ آتا ہے اور ہر ماہ کے اوّل میں عمرہ کرتا ہے اور وہ اپنے ملک ہندوستان سے مکہ آتا ہے۔ اس پر اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے شاکر بندوں کو اس طرح کی جزا دیتا ہے۔

پھر اُس راہب نے امام علیہ السلام سے بہت سے مسائل پوچھے اور امامؑ نے اس کے تمام سوالات کے جوابات دیئے۔ پھر امامؑ نے راہب سے کچھ مطالبات پوچھے لیکن راہب کسی مطلب کو بھی حل نہ کر سکا۔ پھر راہب نے کہا کہ اب ان مطالب کا حل مجھے سمجھا دیجیے۔

پھر راہب نے کہا: مجھے وہ آٹھ حروف بتایئے جو آسمان سے نازل ہوئے اور ان میں سے چار حروف زمین میں ظاہر ہوئے اور باقی چار حروف ہوا میں باقی رہ گئے۔ اور وہ چار حروف جو ہوا میں باقی رہ گئے وہ کس پر نازل ہوئے اور ان کی تفسیر کون کر سکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہمارے قائمؑ ہیں کہ اللہ ان پر وہ نازل کرے گا اور وہ ان کی تفسیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز اپنے صدیقین، پیغمبرانِ گرامی اور ہدایت یافتہ لوگوں پر نازل نہیں کی، ان پر وہ نازل فرمائے گا۔

راہب نے کہا: وہ چار حروف جو زمین پر ہیں ان میں سے دو حرفوں کے

بارے میں بتائیے وہ دو کیا ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تمھیں چاروں حروف کے بارے میں بتائے دیتا ہوں کہ وہ کیا ہیں؟

ان میں سے جو پہلا حرف لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ باقیا ہے۔

دوسرا حرف محمد رسولؐ اللہ مخلصا ہے۔

تیسرا حرف ہم اہلِ بیتؑ ہیں۔

چوتھا حرف ہمارے شیعہ ہیں، جو ہم میں سے ہیں اور ہم رسولؐ اللہ سے ہیں اور رسولؐ اللہ، اللہ سے ہیں بذریعہ وسیلہ۔

اس وقت راہب نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ از جانب خدا لائے ہیں وہ حق ہے اور آپؑ سب اللہ کی تمام مخلوق میں سے برگزیدہ ہیں۔ آپؑ کے پیروکار پاک و پاکیزہ ہیں اور آپؑ کے اعداء کانعم البدل ہیں۔ اللہ کی طرف سے کامیابی و کامرانی انھی لوگوں کے لیے ہے۔ واللہ رب العالمین!

اس وقت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے خز کا لباس، بڑی چادر، جوتے اور ٹوپی منگوائی اور اُسے یہ سب مال عطا فرمایا۔ جب آپ نے نمازِ ظہر پڑھ لی تو اُسے فرمایا: ختنہ کر۔

اُس نے کہا: میں نے سات روز قبل ختنہ کر لیا تھا۔ (الکافی: ۱/۴۷۹)

فصل ہفتم

ایمان اور کفر

maablib.org

''مجھے تقصیر سے خارج نہ کر'' کا معنی کیا ہے؟

أبوعليّ الأشعری عن عيسٰی بن أيوب عن علي بن مهزيار، عن الفضل بن يونس بن أبي الحسن علیہ السلام قال: قال:

أكثر من أن تقول : اللّهم لا تجعلني من المعارين ولا تخرجني من التقصير.

قال: قلت: أمّا المعارون، فقد عرفت أنّ الرجل يعار الدين ثمّ يخرج منه ، فما معنی لا تخرجني من التقصير؟

فقال: كلّ عمل تريد به الله عزّوجلّ فكن فيه مقصّراً عند نفسك ، فإنّ الناس كلّهم في أعمالهم فيما بينهم وبين الله مقصّرون إلّا من عصمه الله عزّوجلّ.

فضل بن یونس کہتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: یہ دعا کثرت کے ساتھ پڑھنا چاہیے:

''خدایا! مجھے ان لوگوں میں سے نہ بنا جو دین کو بطور عاریہ لیتے ہیں اور مجھے تقصیر سے خارج نہ کر''۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ ''معارون'' کا معنی تو میں جانتا ہوں۔ معارون وہ لوگ ہیں جو دین کو بطور عاریہ لیتے ہیں۔ پھر وہ اُس سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اے میرے آقا! اس دوسرے جملے کا معنی کیا ہے کہ مجھے تقصیر سے خارج نہ کر''۔

آپؑ نے فرمایا: ہر وہ کام جو تو اللہ کے لیے انجام دے تو اُس کام میں اپنے آپ کو مقصر سمجھ، کیوں کہ تمام لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے اپنے اور اپنے خدا کے درمیان مقصر ہیں اور کوتاہ ہیں، مگر وہ لوگ جن پر اللہ کی نگاہ ہے وہ اس طرح نہیں ہیں۔ (الکافی: ۲/۷۳-۵۷۹)

کیا گناہانِ کبیرہ انسان کوایمان سے خارج کردیتے ہیں؟

علی بن إبراهیم عن أبیه عن ابن أبی عمیر عن محمد بن حکیم قال: قلت لأبی الحسن علیہ السلام : الکبائر تخرج من الایمان؟

فقال: نعم ، وما دون الکبائر، قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ: لا یزنی الزانی وهو مؤمن، ولا یسرق السارق وهو مؤمن.

محمد بن حکیم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: گناہانِ کبیرہ انسان کو ایمان سے خارج کردیتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! کچھ گناہ جو کبیرہ سے کم تر ہوتے ہیں وہ بھی ایمان سے خارج کر دیتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا فرمان ہے: ''زانی حالتِ ایمان میں زنا نہیں کرتا اور چور حالتِ ایمان میں چوری نہیں کرتا''۔ (الکافی: ۲/۲۸۴)

کفر اور شرک کب ایک دوسرے پر مقدم ہوتے ہیں؟

عن موسٰی بن بکر الواسطی قال:

سألت أبا الحسن موسٰی علیہ السلام عن الکفر والشرک أیهما أقدم؟

فقال: ما عهدی بك تخاصم الناس؟

قلت: أمرني هشام بن الحكم أن أسألك عن ذٰلك.

فقال لي: الكفر أقدم، وهو الجحود، قال لابليس:

﴿أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ (سورۂ بقرہ:۳۴)

موسیٰ بن بکر واسطی کہتے ہیں: میں نے امام کاظم علیہ السلام سے کفر و شرک کے بارے میں سوال کیا: یہ کب ایک دوسرے پر مقدم ہوتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے آج تک تمھیں نہیں دیکھا کہ تو لوگوں سے مجادلہ کرے۔

میں نے کہا: مجھے ہشام بن حکم نے حکم دیا ہے کہ آپؑ سے یہ مسئلہ پوچھوں۔

آپؑ نے فرمایا: کفر شرک پر مقدم ہے، کیونکہ کفر انکار کا نام ہے۔ ابلیس کے لیے کہا گیا ہے۔ ''اس نے انکار کیا اور تکبر کیا وہ کافرین میں سے تھا''۔ (الکافی:۲/۳۸۵، تفسیر العیاشی:۱/۳۴، بحار الانوار:۳۹/۹۷)

بندوں کے اعمال کے بارے میں آپؑ کا نظریہ کیا ہے وہ کس سے منسوب کیے جائیں گے؟

روی عن أبي حنيفة أنه قال: أتيت الصادق علیہ السلام لأسأله عن مسائل.

فقيل لي: إنه نائم.

فجلست أنتظر انتباهه، فرأيت غلاماً خماسياً أو سداسياً جميل المنظر ذاهيبة وحسن سمت، فسألت عنه.

فقالوا: هذا موسٰى بن جعفر.

فسلّمت عليه وقلت له: يابن رسول الله! ما تقول في أفعال العباد ممّن هي؟

فجلس ، ثمّ تربع وجعل كمه الأيمن على الأيسر وقال: يانعمان! قد سألت فاسمع ، و إذا سمعت فعه، و إذا وعيت فاعمل، إنّ أفعال العباد لا تعدو من ثلاث خصال: إما من الله على انفراده، أو من الله والعبد شركة ، أو من العبد بانفراده.

فإن كانت من الله على انفراده فما باله سبحانه يعذّب عبده على ما لم يفعله مع عدله ورحمته وحكمته.

وإن كانت من الله والعبد شركة فما بال الشريك القوى يعذّب شريكه على ما قد شركه فيه وأعانه عليه.

قال : استحال الوجهان يانعمان؟

فقال: نعم.

فقال له: فلم يبق إلّا أن يكون من العبد على انفراده.

ثمّ أنشأ يقول:

لم تخل أفعالنا الّتى نذم بها
إحدى ثلاث خصال حين نبديها
إما تفرّد بارينا بصنعتها
فيسقط اللوم عنّا حين نأتيها
أو كان يشركنا فيها فيلحقه
ما كان يلحقنا من لائم فيها
أو لم يكن لالهي فى جنايتها
ذنب فما الذنب إلّا ذنب جانيها

حضرت ابوحنیفہ کا بیان ہے: میں ایک دن چند مسائل پوچھنے کے لیے حضرت امام صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں گیا۔ جب میں وہاں پہنچا اور آپؑ کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا: وہ سورہے ہیں۔

میں انتظار میں بیٹھ رہا، تاکہ وہ جب بیدار ہوں تو ان سے مسائل پوچھوں۔ وہاں میں نے ایک پانچ سالہ بچہ دیکھا، جو نہایت حسین وجمیل اور پُرہیبت و پُروقار تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا فرزند ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔

میں نے ان کو سلام کیا اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! آپؑ بندگانِ خدا کے اعمال کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ انھیں کس سے منسوب کیا جائے گا؟

یہ سن کر وہ چہارزانو بیٹھ گئے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور فرمایا: اے نعمان! آپؑ نے جو کچھ پوچھا ہے: اب اس کا جواب پورے غور کے ساتھ سن۔ جب تو کوئی بات سنے تو اُسے یاد کر اور پھر اس پر عمل کر۔ اعمالِ بندگان تین حالات سے باہر نہیں ہیں:

یا......ان کا بجالانے والا خدا ہے۔

یا......ان کی ادائیگی میں خدا اور بندہ دونوں شریک ہیں۔

یا......پھر ان کی ادائیگی میں بندہ اکیلا ہے۔

اگر ہم کہیں کہ ان اعمال کو انجام دینے والا اللہ ہے تو پھر جس نے یہ افعال سرانجام دیے انھیں سزا کس لیے دے، حالانکہ وہ عادل اور رحیم وحکیم ہے۔

اگر یہ مفروضہ قائم کریں کہ خدا اور بندہ دونوں افعال میں شریک ہیں تو پھر ایک شریک قوی، شریکِ ضعیف کی مدد کرنے والا بن جائے گا تو جب وہ اپنے بندے کی افعال میں مدد کرنے والا ہے تو پھر اُسے وہ سزا کیوں دے۔

بعدازیں آپؑ نے فرمایا: اے نعمان! یہ دونوں صورتیں محال ہیں۔

ابوحنیفہ نے کہا: جی ہاں ایسا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اب صرف ایک حالت باقی رہ جاتی ہے کہ بندہ اپنے افعال کو خود سرانجام دینے والا ہے۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

لم تخل أفعالنا الّتی نذم بها
إحدی ثلاث خصال حین نبدیها
إما تفرّد باریٔنا بصنعتها
فیسقط اللوم عنّا حین نأتیها
أو کان یشرکنا فیها فیلحقه
ما کان یلحقنا من لائم فیها
أو لم یکن لالهی فی جنایتها
ذنب فما الذنب إلّا ذنب جانیها

"وہ افعال جو ندامت کا باعث بنتے ہیں تین حال سے خالی نہیں ہیں یا تو ان کا سرانجام دینے والا اکیلا خدا ہے، تو اس صورت میں اس کے بندوں کو اس کی طرف سے سزا نہیں ملنی چاہیے۔ یا پھر خداوند تعالیٰ ان کی ادائیگی میں ہمارے ساتھ شریک ہے تو اس صورت میں بھی وہ اپنے بندے کو سزا نہیں دے سکتا۔ یا پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو خدا کی طرف اس کے جرم کی نسبت نہیں دی جاسکتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ گناہ کی نسبت اُس کی طرف ہے جو اس کا ارتکاب کرنے والا ہے"۔

(بحارالانوار: ۴۸/۱۰۶-۱۰۷)

حضرت امام صادق علیہ السلام کی وہ نفرین جو یقطین اور اس کی اولاد کے حق میں جاری ہوئی، اس سے خوفزدہ ہوں

علی ، عن أبیه ، عن ابن أبي عمیر ، عن علي بن یقطین ، عن أبي الحسن موسیٰ علیہ السلام قال:

قلت له: إنّي قد أشفقت من دعوة أبي عبدالله علیہ السلام علی ابن یقطین وما ولد!

فقال : یا أبا الحسن! لیس حیث تذهب، إنّما المؤمن في صلب الکافر بمنزلة الحصاة في اللبنة، یجيء المطر فیغسل اللبنة فلا یضر الحصاة شیئاً.

علی بن یقطین فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: امام صادق علیہ السلام نے یقطین اور اس کی اولاد کے حق میں جو نفرین کی تھی اس سے خوفزدہ ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابوالحسنؑ! جس طرح تیرا خیال ہے ایسا نہیں ہے۔ مومن کافر کی صلب میں اس طرح ہے، جس طرح سنگریزہ اینٹوں کے درمیان ہو۔ جب بارش برستی ہے تو اینٹوں کو دھو دیتی ہے اور سنگریزے کو کوئی نقصان نہیں دیتی۔ (الکافی: ۲/۳)

ان ستم گروں کے ہاں ملازمت کرنے کے بارے میں آپؑ کا کیا حکم ہے؟

محمد بن یحیی عمّن ذکره، عن علي بن أسباط ، عن ابراهیم بن أبي محمود ، عن علي بن یقطین قال:

قلت لأبي الحسن علیہ السلام : ما تقول في أعمال هؤلاء؟

قال: ان کنت لابدّ فاعلًا فاتّق أموال الشیعة.

قال: فأخبرني علي أنّه کان یجبیها من الشیعة

علانية ويردها عليهم في السرّ.

جناب علی بن یقطین کہتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا کہ ان ظالم حکومتوں میں ملازمت کرنے کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا: اگر تمہارے لیے ان کے ہاں ملازمت کرنا ضروری ہو جائے تو پھر ہمارے پیروکاروں کے اُمور کا خیال رکھنا۔

راوی کہتا ہے: علی بن یقطین کہتے تھے: میں امامؑ کے پیروکاروں کے اموال لوگوں کے سامنے اپنے قبضے میں لے لیتا تھا اور پھر خفیہ طریقے سے انھیں واپس کر دیتا تھا۔ (المصدر: ۵/۱۱۰)

حضرت علیؑ کے سیاسی حریفوں کے بارے میں مجھے کوئی حدیث سنائیں

عبّاد بن سليمان عن محمّد بن سليمان الدّيلميّ عن إسحاق بن عمّار الصّيرفي عن أبي الحسن الماضي عليه السلام قال:

قلت: جعلت فداك ، حدّثني فيهما بحديث فقد سمعت عن أبيك فيهما أحاديث عدّةً.

قال : فقال لي: يا إسحاق! الأوّل بمنزلة العجل والثّاني بمنزلة السّامريّ.

قال: قلت: جعلت فداك، زدني فيهما!

قال: هما والله نصّرا وهوّدا ومجّسا فلا غفرالله لهما.

قال: قلت: جعلت فداك ، زدني فيهما!

قال: ثلاثةٌ ينظر الله إليهم ولا يزكّيهم ولهم عذابٌ أليمٌ.

قال: قلت: جعلت فداك ، فمن هم؟

قال: رجلٌ ادّعى إماماً من غيرالله، وآخر طعن في إمامٍ من الله، وآخر زعم أنّ لهما في الاسلام نصيباً.

قال: قلت: جعلت فداك ، زدني فيهما!

قال: ما أبالي يا أبا إسحاق! محوت المحكم من كتاب الله، أوجحدت محمّداً النُّبوّة، أو زعمت أن ليس في السّماء إلها «إلهٌ أو تقدّمت » على عليّ بن أبي طالب عليه السلام.

قال: قلت: جعلت فداك زدني!

قال: فقال: يا إسحاق! إنّ في النّار لوادياً يقال له: «محيطٌ» لو طلع منه شرارةٌ لأحرق من على وجه الأرض ، و إنّ أهل النّار يتعوّذون من حرِّ ذلك الوادي ونتنه وقذره وما أعدّ الله فيه لأهله.

و إنّ في ذلك الوادي لجبلًا يتعوّذون أهل ذلك الوادي من حرِّ ذلك الجبل ونتنه وقذره وما أعدّ الله فيه لأهله.

و إنّ في ذلك الجبل لشعباً يتعوّذ جميع أهل ذلك الجبل من حرِّ ذلك الشّعب من نتنه وقذره ، وما أعدّ الله فيه لأهله.

و إنّ في ذلك الشّعب لقليباً يتعوّذ أهل الشّعب من حرِّ ذلك القليب ونتنه وقذره وما أعدّ الله فيه ل أهله.

و إنَّ فِی ذٰلک القلیب لحیَّةٌ یتعوّذ جمیع أهل ذٰلک القلیب من خبث تلك الحیَّة ونتنها وقذرها، وما أعدَّ اللّٰه عزّوجلَّ فِی أنیابها من السَّمِّ لأهلها.

و إنَّ فِی جوف تلك الحیَّة لسبع صنادیق فیها خمسة من الأمم السَّالفة واثنان من هذه الأمّة.

قال: قلت: جعلت فداك، ومن الخمسة؟ ومن الاثنان؟

قال: أمّا الخمسة ، فقابیل الَّذی قتل هابیل ، ونمرود الَّذی حاجَّ إبراهیم فی ربِّه..... قَالَ: ﴿أَنَا أُحْیِ وَأُمِیتُ﴾ وفرعون الَّذی قال: ﴿أَنَا رَبُّكُم الأَعْلٰی﴾ ویهودا الَّذی هوَّد الیهود ، وبولس الَّذی نصَّر النَّصاری، ومن هذه الأمّة ، أعرابیّان.

اسحاق بن عمار صیرفی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں مجھے ان کے بارے میں کچھ بتائیے کیوں کہ میں آپؑ کے والد بزرگوار سے بھی اُن کے بارے میں سن چکا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اے اسحاق! اُن میں سے ایک گئوسالہ کی مانند ہے اور دوسرا سامری کی طرح ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! ان لوگوں نے کچھ لوگوں کو نصرانی بنایا، کچھ کو یہودی اور کچھ کو مجوسی بنایا۔ خداوند تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تین گروہ ایسے ہیں کہ جن کی طرف خداوند تعالیٰ نظر رحمت

نہیں فرماتا اور انھیں ان کے گناہوں کی آلودگی سے پاک نہیں کرتا اور ان کے لیے دردناک عذاب مقرر کر رکھا ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جس نے اپنی امامت کا ناحق دعویٰ کیا۔

دوسرا وہ ہے جس نے امامِ حق جس کو اللہ نے امام بنایا تھا اس کے خلاف بغاوت وسرکشی کی۔

تیسرا گروہ وہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ ان کا اسلام میں حصہ ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابواسحاق! اس امر میں کوئی فرق نہیں کہ میں اللہ کی کتاب کی محکم آیات کو نابود کر دوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت سے انکار کر دوں، یا اللہ کا منکر ہو جاؤں یا امام علی بن ابی طالب علیہ السلام پر ناحق تقدم اختیار کر لوں۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں دوبارہ وضاحت فرمائیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اے ابواسحاق! دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام 'محیط' ہے، اگر اس کا ایک شعلہ زمین کی طرف بلند ہو تو روئے زمین کی ہر چیز کو خاکستر کر کے رکھ دے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ جہنم اس وادی کی حرارت، اس کی بدبو، گندگی وکثافت اور جو عذاب اُس وادی کے لوگوں کے لیے مقرر کر رکھا ہے اُس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اس وادی میں ایک پہاڑ ہے، اُس وادی میں رہنے والے جہنمی، اس کی حرارت، عفونت، کثافت اور اُس عذاب سے جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر رکھا ہے پناہ مانگتے ہیں۔

پھر اُس پہاڑ میں ایک شگاف ہے، اس پہاڑ میں رہنے والے اُس کی حرارت،

بدبو، کثافت اور اُس میں رہنے والے جہنمیوں پر نازل ہونے والے عذاب سے اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر اس شگاف کے اندر ایک کنواں ہے کہ سا کنانِ شگاف اس کی حرارت، تعفن، بدبو اور ان پر ہونے والے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اُس کنوئیں کے اندر بہت بڑا اژدھا ہے کہ اس کنوئیں میں رہنے والے جہنمی اس اژدھے کی خباثت، تعفن اور وہ زہر جو اللہ نے اُس کے دانتوں میں اہلِ جہنم کے لیے رکھ دی ہے اُس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اُس اژدھے کے پیٹ میں سات صندوق ہیں۔ پانچ صندوق اُمم سابقہ کے لوگوں کے لیے ہیں اور دو صندوق اس اُمت کے لیے ہیں جنھوں نے آلِ محمدؐ کے حقوق غصب کیے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں وہ پانچ اور یہ لوگ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: قابیل و نمرود کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خدا کے بارے میں مناظرہ کیا تھا اور کہا تھا: ''میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں''۔

اور فرعون جس نے کہا تھا: ''میں تمھارا سب سے بڑا پروردگار ہوں''۔

یہودا، جس نے ایک گروہ کو یہودی بنایا اور ''بولس'' جس نے ایک گروہ کو نصرانی بنایا۔ اور وہ جن کا تعلق اس اُمت سے ہے اور وہ سب اعرابی ہیں۔ (ثواب الاعمال:۲۱۶)

بادشاہ کی ملازمت سے اب میرا دل بھر چکا ہے

محمد بن عيسى، عن علي بن يقطين، أو عن زيد،
عن علي بن يقطين أنّه كتب إلى أبي الحسن موسى علیہ السلام
إنّ قلبي يضيق ممّا أنا عليه من عمل السلطان –
وكان وزيراً لهارون – فان أذنت لي – جعلني الله

فداك! هربت منه؟

فرجع الجواب: لا آذن لك بالخروج من عملهم، واتق الله، أو كما قال.

جناب علی بن یقطین ہارون رشید کے وزیر تھے۔ انھوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ بادشاہ کی ملازمت سے اب میں تھک چکا ہوں۔ اگر آپؑ اجازت دیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ کا فدیہ قرار دے تو میں اس نوکری سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں۔

آپؑ نے اس کے جواب میں لکھا: میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا کہ تو اس وزارت سے ہاتھ کھینچے تو ہمیشہ تقویٰ خداوندی کو اختیار کر۔ (قرب الاسناد: ص ۱۷۰)

آپؑ کا ایک چاہنے والا شرابی ہے کیا اُس سے بیزاری اختیار کروں؟

كنز جامع الفوائد وتأويل الآيات الظاهرة: روى شيخ الطائفة رحمه الله بإسناده عن زيد بن يونس الشحّام قال:

قلت لأبي الحسن موسى عليه السلام: الرجل من مواليكم عاص يشرب الخمر ويرتكب الموبق من الذنب نتبرّأ منه؟

فقال: تبرّأ من فعله ولا تتبرّأوا من خيره، وأبغضوا عمله.

فقلت: يسع لنا أن نقول: فاسق فاجر؟

فقال: لا، الفاسق الفاجر الكافر الجاحد لنا ولأوليائنا، أبى الله أن يكون ولينا فاسقاً فاجراً وإن

عمل ما عمل، ولكنكم قولوا: فاسق العمل، فاجر العمل، مؤمن النفس، خبيث الفعل، طيب الروح والبدن.

لا والله لا يخرج وليّنا من الدنيا إلّا والله ورسوله ونحن عنه راضوان، يحشره الله على ما فيه من الذنوب مبيضاً وجهه، مستورة عورته، آمنة روعته، لا خوف عليه ولا حزن.

وذلك أنّه لا يخرج من الدنيا حتّى يصفى من الذنوب، إمّا بمصيبة في مال أو نفس، أو ولد أو مرض، وأدنى ما يصنع بوليّنا أن يريه الله رؤيا مهولة فيصبح حزيناً لما رآه فيكون ذلك كفّارة له، أو خوفاً يرد عليه من أهل دولة الباطل أو يشدّد عليه عند الموت فيلقى الله عزّوجلّ طاهراً من الذنوب آمنه روعته بمحمد وأمير المؤمنين عليهما السلام.

ثمّ يكون أمامه أحد الأمرين:

رحمة الله والواسعة الّتي هي أوسع من أهل الأرض جميعاً،

أو شفاعة محمّد وأمير المؤمنين عليهما السلام (إن أخطأته رحمة الله أدركته شفاعة نبيّه) وأمير المؤمنين عليهما السلام).

فعندها تصيبه رحمة الله الواسعة الّتي كان أحق بها وأهلها، وله إحسانها وفضلها.

زید بن یونس شحام کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں عرض کیا: آپؑ کا ایک چاہنے والا شراب پیتا ہے اور گناہانِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے کیا میں اُس سے بیزاری اختیار کروں؟

آپؑ نے فرمایا: اُس کے بُرے افعال سے بیزاری اختیار کرو نہ کہ اُس کے اچھے افعال سے، اور اُس کی بداعمالی سے نفرت کرو۔

میں نے عرض کیا: میں اُس کو فاسق و فاجر کہہ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، فاسق و فاجر وہ کافر ہے جو ہمارا اور ہمارے دوستوں کا انکار کرتا ہے۔ خداوند نہیں چاہتا کہ ہمارا دوست فاسق و فاجر ہو۔ وہ جو بھی عمل کرے لیکن تم اُسے عمل کا فاسق اور عمل کا فاجر کہہ سکتے ہو۔ اس کا نفس تو مومن ہے لیکن عمل کے اعتبار سے فاسق ہے لیکن اُسے روح و بدن کے اعتبار سے پاک جانئے۔

بخدا! ہمارا کوئی دوست اس دنیا سے نہیں جاتا، مگر اللہ اور اُس کا رسولؐ اور ہم اُس پر راضی ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اُسے چمکتے اور روشن چہرہ کے ساتھ، پوشیدہ بدن کے ساتھ، آسودہ خاطر بغیر خوف و ہراس کے محشور فرمائے گا کیوں کہ وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اُسے مالی یا جانی خساروں سے یا دوسری مشکلات سے دوچار کر دیا جاتا ہے یا اُسے بیمار کر دیا جاتا ہے۔

کم ترین چیز جو اُس کے گناہوں کا کفارہ بن کر اُسے پاک کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ خوفناک خواب دیکھتا ہے۔ اس خواب کی وحشت سے وہ حیران و پریشان بیدار ہوتا ہے۔ یہ کیفیت بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، یا باطل حکومت کا خوف اس کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے، یا پھر اس کی موت کو سخت کر دیا جاتا ہے۔ پس وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور اُس کا دل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امام علی علیہ السلام کی محبت سے آسودہ حال ہوتا ہے۔ پھر

دو امروں میں سے ایک امر اُس کے سامنے آتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی واسع رحمت ہو گی جس نے پوری کائنات کو اپنے دامنِ رحمت میں لیتا ہے یا پھر حضرت محمد ﷺ کی اور امیر المومنین امام علی علیہ السلام کی شفاعت ہو گی۔

اگر رحمت خداوندی اُس کے شاملِ حال نہ ہوئی تو پھر شفاعت پیغمبرؐ اور امیر المومنین امام علی علیہ السلام اس کے کام آجائے گی۔ جب اُسے یہ شفاعت ملے گی تو اللہ کی رحمت واسعہ اُس کو اپنے دامن میں لے لے گی۔ اس کے احسان اس کے شاملِ حال ہو جائیں گے۔ (کنز الفوائد: ص ۳۰۴، ۳۰۵، بحار الانوار: ۲۷/ ۱۳۷-۱۳۸)

اے میرے آقا! کیا ایک شرابی آپؑ کو خواب میں دیکھ سکتا ہے؟

أبو الفرج عن سهل عن رجل عن ابن جبلة عن أبي المغرا عن موسى بن جعفر علیہما السلام قال: سمعته يقول: من كانت له إلى الله حاجة وأراد أن يرانا وأن يعرف موضعه فليغتسل ثلاث ليال يناجي بنا، فإنه يرانا ويغفر له بنا ولا يخفى عليه موضعه.

قلت: سيدي! فإن رجلا رآك في منامه وهو يشرب النبيذ؟

قال: ليس النبيذ يفسد عليه دينه، إنما يفسد عليه تركنا وتخلفه عنا.

إن أشقى أشقيائكم من يكذبنا في الباطن مما يخبر عنا ويصدقنا في الظاهر، نحن أبناء نبي الله وأبناء رسول الله ﷺ وأبناء أمير المؤمنين علیہ السلام وأحباب رب العالمين.

نحن مفتاح الكتاب بنا نطق العلماء ولولا ذٰلك لخر سواء، نحن رفعنا المنار وعرفنا القبلة، نحن حجر البيت في السماء والأرض.

بنا غفر لآدم وبنا ابتلي أيوب وبنا افتقد يعقوب وبنا حبس يوسف.

وبنا رفع البلاء وبنا أضاء ت الشمس. نحن مكتوبون على عرش ربّنا، مكتوب: محمد خير النبيين وعلى سيد الوصيين وفاطمة سيدة نساء العالمين.

ابوالمغراء کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ فرما رہے تھے: جس کسی کی خدا کے حضور حاجت ہو یا خواب میں ہمیں دیکھنا چاہے اور اللہ کے نزدیک اپنی منزلت سے بھی واقف ہو، پھر یہ عمل کرے۔ یہ عمل تین راتوں پر مشتمل ہے۔ ہر رات غسل کرے اور ہمارے وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی میں مناجات کرے اور اس طرح وہ یہ عمل کرے وہ ضرور خواب میں ہمیں دیکھے گا اور ہمارے وسیلہ سے اُس کے گناہ معاف ہوں گے اور اُس پر اپنا مقام مخفی نہ رہے گا۔

میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! کیا ایک شرابی آپؑ کو دیکھ سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: شراب پینے سے کوئی آدمی دین سے خارج نہیں ہوجاتا۔ دین سے جو چیز انسان کو خارج کردیتی ہے وہ ہمارا ترک کرنا ہے اور ہم سے اعراض کرنا ہے۔

تمام اشقیاء میں سے شقی ترین آدمی وہ ہے کہ جو ہماری طرف سے کوئی حدیث جاری ہو اور وہ اپنے دل میں اس کو جھٹلائے اور ظاہر میں ہماری تصدیق کرے۔ ہم اللہ کے نبیؐ کی اولاد ہیں، ہم اللہ کے رسولؐ کی اولاد ہیں۔ ہم امیرالمومنینؑ کی اولاد

ہیں اور ہم پروردگار عالم کے احباب ہیں۔

ہم کتاب کی کلید ہیں۔ ہمارے وسیلہ سے اہل دانش و بینش گفتگو کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سب گونگے ہوتے۔ ہم نے ہی نور خداوندی کو پھیلایا ہے۔ ہم نے ہی قبلہ کی شناخت کرائی ہے۔ ہماری نسبت زمین و آسمان میں اس طرح ہے جس طرح حجر اسماعیلؑ کی نسبت بیت اللہ میں ہے۔

خداوند تعالیٰ نے ہمارے وسیلہ سے آدمؑ کے استغفار کو قبول کیا۔ جناب ایوبؑ کی آزمائش ختم ہوئی۔ جناب یعقوبؑ کو یوسفؑ ملے اور جناب یوسفؑ کو رہائی ملی۔

ہمارے توسط سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ ہماری وجہ سے سورج کائنات کو منور کیے ہوئے ہے۔ ہمارے نام ہمارے پروردگار کے عرش پر ثبت ہیں اور لکھا ہوا ہے: محمد ﷺ تمام پیغمبروں سے افضل و اعلیٰ پیغمبر ہیں اور علیؑ تمام اوصیاء کے سردار ہیں اور فاطمہ زہراؑ کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (الاختصاص: ص ۹۰-۹۱، بحار الانوار: ۲۶/۲۵۶-۲۵۷)

ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو ہمارے آئمہؑ سے محبت رکھتے ہیں لیکن محکم نہیں ہیں

عن أحمد بن محمد عن ابن فضال عن الحسن بن الجهم قال: قلت لأبي الحسن عليه السلام : إنّ عندنا قوماً لهم محبّة وليست لهم تلك العزيمة يقولون بهذا القول.

فقال: ليس أولئك ممّن عاتب الله. انما قال الله:

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (سورۂ حشر: ۲)

حسن بن جہم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: ہمارے ہاں کچھ لوگ رہتے ہیں وہ ہمارے آئمہؑ کے پیروکار ہیں لیکن اپنی اس

پیروکاری میں مضبوط نہیں ہیں۔ بس یہی کچھ ہیں کہ وہ آئمہ سے محبت رکھتے ہیں۔

یہ سن کر آپؑ نے فرمایا: یہ لوگ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جن کو خداوندتعالی نے عذاب میں ڈالا ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: ''اے صاحبانِ بصیرت! عبرت حاصل کرو''۔ (الکافی: ۱/۱۱)

سب سے افضل ترین فریضہ جو تقرب خداوندی کا سبب ہو وہ کیا ہے؟

محمد بن علی عن الفضیل قال:

قلت لأبي الحسن علیہ السلام: أیّ شیءٍ أفضل ما یتقرّب به العباد إلی الله فیما افترض علیهم؟

فقال: أفضل ما یتقرّب به العباد إلی الله طاعة الله وطاعة رسوله وحبّ الله وحبّ رسوله وأولي الأمر.

وکان أبو جعفر علیہ السلام یقول: ﴿حبّنا إیمان وبغضنا کفر﴾.

فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: سب سے افضل ترین فریضہ جو تقرب خداوندی کا سبب ہو وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو چیز بندے کو اللہ کا تقرب عطا کرتی ہے وہ اللہ کی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبت، رسولؐ اللہ کی محبت اور اولی الامر کی محبت ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ہم اہلِ بیت رسولؐ اللہ سے محبت ایمان ہے اور ہم سے بغض رکھنا کفر ہے۔ (بحارالانوار: ۲۷/۹۱، عن المحاسن)

فصل ہشتم

آداب واخلاق

maablib.org

وہ تکبر جو اعمال کو فاسد کر دیتا ہے وہ کیا ہے؟

عن أحمد بن عمر الحلال ، عن علی بن سوید المداینی ، عن أبی الحسن موسٰی علیہ السلام قال:

سألته عن العجب الّذی یفسد العمل.

فقال: العجب درجات ، منها أن یزیّن للعبد سوء عمله فیراہ حسناً، فیعجبه ویحسب أنّه یحسن صنعاً.

ومنها أن یؤمن العبد بربه فیمنّ علی اللّٰه تبارک وتعالٰی ، وللّٰه تعالٰی علیه فیه المنّ.

علی بن سُوید مدائنی کا بیان ہے: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اُس تکبر و غرور کے بارے میں پوچھا، جو اعمال کو فاسد کر دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا: غرور و تکبر کے مختلف مدارج ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے اعمالِ بد کو اچھا سمجھے، اُس سے خوش ہو اور خیال کرے کہ اُس نے ایک اچھا کام کیا ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ آدمی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے، پھر اللہ پر اپنا احسان سمجھے کہ میرا اُس ذات پر احسان ہے۔ (معانی الاخبار: ص ۲۴۳)

آپؑ کیا مشورہ دیں گے کہ میں اُسے بجالاؤں

قال عبدالرحمٰن بن سیابة:

خرجت سنة إلی مکّة ومتاعی بز قد کسد علی.

قال: فأشار علی أصحابنا أن أبعثه إلی مصر ولا أردہ

إلى الكوفة أو إلى اليمن.

فاختلف على آراؤهم فدخلت على العبد الصالح بعد النفر بيوم ، ونحن بمكّة ، فأخبرته بما أشار به أصحابنا وقلت له: جعلت فداك، فما ترى حتّى أنتهي إلى ما تأمرني.

فقال لي: ساهم بين مصر واليمن، ثمّ فوّض في ذلك أمرك إلى الله، فأيّ بلد خرج سهمها عن الأسهم فابعث متاعك إليها.

قلت: جعلت فداك ، كيف أساهم؟

قال: اكتب في رقعة:

"بسم الله الرحمٰن الرحيم ، اللّهم أنت الله لا إله إلّا أنت عالم الغيب والشهادة ، أنت العالم وأنا المتعلم فانظر لي في أيّ الأمرين خير لي حتّى أتوكلّ عليك فيه وأعمل به".

ثمّ اكتب : مصراً ، إن شاء الله.

ثمّ اكتب رقعة أخرى مثل ما في الرقعة الأولى شيئًا شيئًا ، ثمّ اكتب: اليمن ، إن شاء الله.

ثمّ اكتب رقعة أخرى مثل ما في الرقعتين شيئًا شيئًا ، ثمّ اكتب بحبس المتاع ، ولا يبعث إلى بلد منهما.

ثمّ اجمع الرقاع وادفعن إلى بعض أصحابك فليسترها

عنك، ثمّ أدخل يدك فخذ رقعة من الثلاث رقاع، فأيّها وقعت في يدك، فتوكّل على الله واعمل بها بما فيها إن شاء الله.

عبدالرحمن بن سیابہ کہتے ہیں: میں ایک سال مال ومتاع بیچنے کے لیے مکہ گیا، لیکن بازاری مندا کی وجہ سے میرا مال فروخت نہ ہوسکا۔ میرے دوستوں نے مجھے مختلف مشورے دیے۔ کسی نے کہا کہ مال کو مصر لے جاؤ۔ کسی نے کہا: یمن لے جاؤ۔ عرفات سے واپسی پر میں حضرت امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور اپنے دوستوں کی آراء ان کے سامنے رکھیں۔ میں نے عرض کیا: قربان جاؤں اس بارے میں آپؑ کیا فرمائیں گے تاکہ میں اُس پر عمل کروں؟

آپؑ نے فرمایا: مصر اور یمن کے درمیان قرعہ ڈالو۔ پھر اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرو، جس شہر کے نام کا قرعہ آئے اُدھر چلے جاؤ۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں قرعہ کیسے ڈالوں۔

آپؑ نے فرمایا: کاغذ پر یہ عبارت لکھو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''اے میرے اللہ! تو معبود برحق ہے، تجھ ایسا معبود نہیں تو ہر غیب اور ظاہر کا عالم ہے، تو عالم ہے اور میں معلم ہوں، میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں ان دو میں سے میرے لیے بہتر کون ہے۔ پھر میں تجھ پر توکل کرتے ہوئے عمل کروں''۔

پھر لکھو: ''مصر ان شاء اللہ!''

پھر ایک اور کاغذ پر یہی دعا لکھو اور آخر میں لکھو: ''یمن ان شاء اللہ!''

پھر ایک اور کاغذ پر یہی دُعا لکھو اور آخر میں لکھو: ''سامان کسی شہر نہ بھیجا جائے''۔

پھر ان تینوں کاغذوں کو جمع کر اور اس طرح جمع کر کہ اس کی تحریر کاغذ کے اندر غیب رہے۔ کسی دوست کو دے، ان کاغذوں کو آپس میں مخلوط کردے، بعدازیں ان میں سے ایک کاغذ اُٹھا۔ جب اُٹھالے تو خدا پر توکل کرتے ہوئے اس کی تحریر کے مطابق عمل کر۔ ان شاء اللہ! (مکارم الاخلاق: ص ۲۹۳، بحارالانوار: ۲۲۶/۸۸)

مجھے ''جواد'' کا معنی بتایئے؟

أبی عن سعد عن إبراهیم بن هاشم عن أحمد بن سلیمان قال:

سأل رجل أبا الحسن علیہ السلام وهو فی الطواف، فقال له:

أخبرنی عن الجواد!

فقال: إنّ لکلامك وجهین:

فإن کنت تسأل عن المخلوق ، فإنّ الجواد الّذی یؤدّی ما افترض الله عزّوجلّ علیه، والبخیل من بخل بما افترض الله علیه.

و إن کنت تعنی الخالق فهو الجواد إن أعطی وهو الجوادُ إن منع، لأنّه إن أعطی عبداً أعطاه ما لیس له، و إنّ منع منع ما لیس له.

احمد بن سلیمان کہتے ہیں: حضرت امام کاظم علیہ السلام بیت اللہ کے طواف میں معروف تھے ایک آدمی نے آپؑ پر سوال کیا کہ اُسے جواد کا معنی بتائیں؟

آپؑ نے فرمایا: تیرے سوال کے دو پہلو ہیں۔

اگر تو نے مخلوق کے بارے میں سوال کیا ہے تو مخلوق میں سے جواد اُسے کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے واجبات کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہو۔ بخیل اُسے کہا جاتا

ہے جو واجبات خداوندی کو ادا نہ کرتا ہو۔

اگر آپ کی جواد سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہر حال میں جواد ہے چاہے وہ عطا کرے یا نہ کرے۔ اگر وہ عطا کرے اپنے بندے کو تو یہ اس کی عطا ہے جو اس کے لیے نہیں تھی۔ اگر وہ روک دے تو وہ روکنے کا حق رکھتا ہے کہ اُس نے اُس سے روکا ہے جو کسی چیز کا مالک ہی نہ تھا۔ (بحار الانوار: ۴/۲/۷۱، عن الخصال وعیون اخبار الرضاؑ)

قربان جاؤں مجھے استخارہ کی تعلیم دیجیے

باسناده ، عن علي بن جعفر علیہ السلام ، عن أخيه قال: أتاه رجل فقال له:

جعلت فداك ، أريد وجه كذا وكذا ، فعلّمني استخارة، إن كان ذٰلك الوجه خيرة أن يسره الله لي، و إن كان شرّاً صرفه الله عنّي.

فقال له: وتحب أن تخرج في ذٰلك الوجه؟

قال له الرجل: نعم.

قال: قل: اللهم قدّر لي كذا وكذا، واجعله خيراً لي ، فإنك تقدر على ذٰلك.

جناب علی بن جعفرؑ کہتے ہیں کہ ایک آدمی میرے برادر بزرگوار حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور آیا اور کہا: آپؑ پر قربان جاؤں کہ میں فلاں جگہ جانا چاہتا ہوں مجھے استخارہ کی تعلیم فرمائیے۔ اگر وہاں میرا جانا خوب ہے تو خداوند تعالیٰ وہاں جانا مجھ پر آسان فرمائے۔ اگر بد ہے تو وہاں سے مجھے واپس کردے۔

آپؑ نے اُس کی بات سن کر فرمایا: کیا تجھے پسند ہے کہ اُس جگہ کا سفر کرے؟

اُس نے کہا: جی ہاں!

آپؑ نے فرمایا: پھر اللہ کے حضور یہ دُعا مانگو:

"خدایا! میرے لیے فلاں فلاں چیز مقدر فرما اور اُس میں میرے لیے اچھائی پیدا فرما کیوں کہ تو ایسا کرنے پر قدرت رکھتا ہے"۔

(قرب الاسناد: ص ۱۶۵، طبع نجف، بحارالانوار: ۸۸/۲۶۰-۲۶۱)

کیا ایک مرد طلائی انگوٹھی پہن سکتا ہے؟

علي بن جعفر علیہ السلام، عن أخيه موسى علیہ السلام قال:

سألته عن الرجل هل يصلح له أن يتختّم بالذهب؟

قال: لا.

جناب علی بن جعفر فرماتے ہیں: میں نے اپنے برادر بزرگوار حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: کیا مرد طلائی انگوٹھی پہن سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں پہن سکتا۔ (بحارالانوار: ۸۰-۲۵۴)

کیا عورتیں اور بچے خلخال پہن سکتے ہیں؟

عن علي بن جعفر، عن أخيه علیہ السلام قال:

سألته عن الخلاخل هل يصلح لبسها للنساء والصبيان؟

قال: إن كن صمّاً فلا بأس، و إن كان لا صوت فلا.

قال العلّامة المجلسي رحمہ اللہ:

بيان: المشهور بين الأصحاب كراهة الخلخال المصوت للمرأة، وهذا الخبر في سائر الكتب مروى بسند صحيح ولا اختصاص له بحال الصلاة، بل

المستفاد منه الكراهة مطلقاً.

وقال ابنُ البرّاج – على ما حكي عنه – : لا تصح الصلاة في خلاخل النساء إذا كان لها صوت ، والأظهر الكراهة لقصور الرواية عن إفادة التحريم.

جناب علی بن جعفرؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے برادر بزرگوار سے پوچھا: کیا عورتیں اور بچے خلخال پہن سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اگر خلخالوں کی آواز کانوں میں نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر ان کی آواز کانوں میں سنائی دے تو پھر اجازت نہیں ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے اس حدیث کی توضیح کچھ یوں فرمائی ہے: ہمارے علماء میں مشہور ہے کہ وہ خلخال جو آواز دیتے ہیں ان کا پہننا مکروہ ہے۔ یہ روایت دوسری کتب میں سند صحیح کے ساتھ موجود ہے۔

یہ حکم حالتِ نماز سے خاص نہیں ہے بلکہ اس روایت کا حکم یہ ہے کہ خلخال کا پہننا عورتوں کے لیے ہر حال میں مکروہ ہے۔

ابن براج نے ایک روایت نقل کی ہے کہ عورتوں کی نماز صدا دار خلخال کے ساتھ صحیح نہیں ہے لیکن اظہر قول یہ ہے کہ اس صورت میں نماز مکروہ ہے کیوں کہ روایت سے حرمت کے حکم کا استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ (قرب الاسناد: ص۱۳۴، طبع نجف، بحارالانوار: ۱۰/۲۶۳، ۸۰/۲۴۹، الکافی: ۳/۴۰۴، من لا یحضرہ الفقیہ: ۱/۱۶۵)

میں چاہتا ہوں سفر کروں آپؑ دعا فرمائیں!

الصدوق رحمه الله: عن أبيه، عن سعد بن عبدالله، عن أحمد بن محمد بن عيسى ، عن موسى بن القاسم البجلي ، عن علي بن جعفر، قال:

جاء رجل إلى أخي موسى بن جعفر علیہ السلام فقال له:
جعلت فداك إنّي أريد الخروج فادع لي!
فقال: ومتى تخرج؟
قال: يوم الاثنين.
فقال له: ولم تخرج يوم الاثنين؟
قال: أطلب فيه البركة، لأنّ رسول اللّه صلی اللہ علیہ وآلہ ولد يوم الاثنين.
فقال: كذبوا، ولد رسول اللّه صلی اللہ علیہ وآلہ يوم الجمعة، وما من يوم أعظم شؤماً من يوم مات فيه رسول اللّه صلی اللہ علیہ وآلہ وانقطع فيه وحي السماء وظلمنا فيه حقّنا، ألا أدلّك على يوم سهل ألان اللّه لداود فيه الحديد؟
فقال الرجل: بلى، جعلت فداك.
فقال: اخرج يوم الثلاثاء

جناب علی بن جعفرؒ فرماتے ہیں:
ایک دن ایک آدمی کو میرے برادر بزرگوار حضرت امام کاظم علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اُس نے آپؑ کے حضور عرض کیا: قربان جاؤں سفر کرنا چاہتا ہوں دعا فرمائیں۔
آپؑ نے فرمایا: کس دن سفر کا پروگرام ہے؟
اُس نے کہا: سوموار کے دن کا ارادہ ہے۔
آپؑ نے فرمایا: وہ کیوں؟
اُس نے کہا: سوموار کے دن اس لیے تاکہ برکت حاصل کروں، کیوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اس دن پیدا ہوئے تھے۔

سوموار کا دن تو نہایت نحس دن ہے کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی۔ وحی کا سلسلہ اسی دن منقطع ہوا۔ ہمارا حق اسی دن غصب ہوا۔ کیا میں تمہیں اس دن کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ جس روز اللہ نے جناب داؤدؑ پر لوہے کو نرم کر دیا تھا؟

اس آدمی نے کہا: قربان جاؤں! فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: منگل کے دن سفر کا آغاز کرو۔ (الخصال: ص ۲۷، بحارالانوار: ۵۶/۳۷)

آپؑ کے والد بزرگوار ''عود یا طنبور'' میں سے کس کو پسند کرتے ہیں؟

قال أبوحنيفة يوماً لموسى بن جعفر عليه السلام: أخبرني أي شيء كان أحبّ إلى أبيك العود أم الطنبور؟

قال: لا، بل العود.

فسئل عن ذٰلك.

فقال: يحبّ عود البخور ويبغض الطنبور.

ایک دن جناب ابوحنیفہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہ امامت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کے والد بزرگوار عود یا طنبور میں سے کس کو پسند کرتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: عود کو پسند کرتے ہیں۔

امام کاظم علیہ السلام سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

عود کو پسند کرتے تھے کہ اُس سے دھونی دی جاتی ہے لیکن طنبور کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اُس سے بیزار تھے۔ (المصدر: ص ۹۰)

کیا ہاتھی دانت کنگھی سے کنگھی کرنا جائز ہے؟

علي، عن أبيه عن ابن أبي عمير، عن الحسين بن

الحسن بن عاصم عن أبيه قال:

دخلت على أبي إبراهيم عليه السلام وفي يده مشط عاج يتمشّط به، فقلت له: جعلت فداك ، إنّ عندنا بالعراق من يزعم أنّه لا يحل التمشّط بالعاج.

قال: ولم؟ فقد كان لأبي عليه السلام منها مشط أو مشطان؟

فقال: تمشّطوا بالعاج، فإنّ العاج يذهب بالوباء.

حسن بن عاصم کہتے ہیں: میں ایک دن حضرت امام کاظم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت ہاتھی دانت کنگھی سے کنگھی فرما رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا: قربان جاؤں کچھ عراقیوں کا عقیدہ ہے کہ ہاتھی دانت کنگھی سے کنگھی کرنا جائز نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کیوں جائز نہیں ہے، میرے والد بزرگوار کے پاس ایک یا دو ہاتھی دانت کی کنگھیاں تھیں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاتھی دانت کی کنگھی سے وبا دور ہوتی ہے۔ (المصدر: ۶/ ۴۸۸، بحارالانوار: ۴۸/ ۱۱۱)

اگر کسی کے پاس دس کپڑوں کے جوڑے ہوں تو کیا یہ اسراف میں شمار ہوگا؟

عن إسحاق بن عمار قال:

قلت لأبي إبراهيم الكاظم عليه السلام: الرجل يكون له عشرة أقمصة أيكون ذلك من السرف؟

فقال: لا ، ولكن ذلك أبقى لثيابه، ولكن السرف أن تلبس ثوب صونك في المكان القذر.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: اگر کسی آدمی کے پاس دس جوڑے کپڑوں کے ہوں تو کیا یہ اسراف ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اگر ایسا کرنا لباس کی حفاظت کے لیے ہو تو بہتر ہے۔ اسراف اس امر میں ہے کہ جو پہننے کا لباس ہے اس کو وہاں استعمال کرے جب وہ کام میں مصروف ہو، کیوں کہ کام کا لباس اور ہوتا ہے، محافل و مجالس کا لباس اور ہوتا ہے۔ (بحارالانوار: ۳۱۷/۷۶)

خلالین اور متخللون کون ہیں؟

روی عن الکاظم علیہ السلام أنه قال ینادی مناد من السماء: اللّٰهم بارك في الخلالین والمتخللین ۔ والخلّ بمنزلة الرجل الصالح یدعو لأهل البیت بالبرکة.

قلت له: جعلت فداك، ما الخلّالون وما المتخللّون؟

قال: الّذین في بیوتهم الخلّ والّذین یتخلّلون.

وقال علیہ السلام: الخلال نزل به جبرئیل علیہ السلام علی النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع الیمین والشاهد من السماء.

روایت ہے کہ حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: آسمان میں منادی ہوتی ہے۔ اے اللہ! خلالین اور متخللین پر برکت نازل فرما، کیوں کہ مرد صالح کی مثل ہے جو اہلِ خانہ کی برکت کے لیے دعا کرتا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: قربان جاؤں خلالین اور متخللین کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جن کے گھر میں سرکہ ہے انھیں خلالین کہتے ہیں اور جو سرکہ کو استعمال کرتے ہیں وہ متخللین ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جبرئیلؑ کے ذریعے جو چیزیں آسمان سے پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے لیے نازل ہوئیں ان میں ایک سرکہ ہے۔ علاوہ ازیں گواہ اور قسم، جو قضاوت کے لیے نازل ہوئے۔ (المصدر: ص ٧٦)

کیا جن مسائل میں لوگ ضرورت مند ہیں وہ خاموش رہیں اور سوال نہ کریں؟

علي بن إبراهيم عن محمد بن عيسى عن يونس عن بعض أصحابه قال:

سئل أبو الحسن عليه السلام : هل يسع الناس ترك المسألة عمّا يحتاجون إليه؟

قال : لا.

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے سوال کیا کہ بعض اوقات لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے کہ وہ مسائل پوچھیں کیا وہ اس مورد میں خاموش رہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں وہ اپنے مسائل کے حل کی کوشش کریں۔ (وسائل الشیعہ: ٧/٦٨)

میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے ایک چیز کے بارے میں سوال کیا!

عن محمد بن أحمد بن يحيى عن موسى بن عمر عن علي بن عثمان عن محمد بن حكيم قال:

سألت أبا الحسن عليه السلام عن شيء!

فقال لي: كلّ مجهول ففيه القرعة.

قلت له: إنّ القرعة تخطئ وتصيب.

قال: كلّ ما حكم الله به فليس بمخطئ.

محمد بن حکیم کہتے ہیں میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے ایک چیز کے بارے

میں سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: ہر امر جو مجہول اور نامعلوم ہو تو اس میں قرعہ کا حکم ہے۔

میں نے عرض کیا: ممکن ہے قرعہ غلط ہو جائے یا درست ہو جائے اس میں دونوں امکان موجود ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جس چیز کا حکم اللہ نے دیا ہے اس میں غلطی نہیں ہو سکتی۔

(المصدر: ۱۳/۲۵۹)

اس دُنیا کا بخت کیا ہے؟

عن منصور بن العبّاس عن سعید عن غیر واحد: أنّ أبا الحسن علیہ السلام سئل عن فضل عیش الدنیا!

قال: سعة المنزل وکثرة المحبین.

روایت ہے کہ حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا: اس دنیا کا بخت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: گھر وسیع ہو اور چاہنے والوں کی کثرت ہو۔ (الکافی: ۶/۵۲۶)

اصلاح کبیل اور ناخن لینا صرف جمعہ کے روز جائز ہے؟

الحسین بن سعید عن القاسم بن محمد عن جعفر بن معاویة بن وهب عن موسیٰ بن بکر قال:

قلت لأبی الحسن علیہ السلام: إنّ أصحابنا یقولون: إنّ أخذ الشارب وقلم الأظفار یوم الجمعة.

فقال: سبحان الله! خذه متی شئت فی یوم الجمعة، وإن شئت ففی سائر الأیام.

میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے سوال کیا: ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مونچھ

کے وہ بال جو لبوں پر آ جاتے ہیں ان کی اصلاح اور ناخنوں کا کاٹنا صرف جمعہ کے روز جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! جب چاہو جس دن چاہو۔ چاہے جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور دن اصلاح بھی کر سکتے ہو اور ناخن بھی کاٹ سکتے ہو۔ (تہذیب الاحکام: ۳/۲۳۷)

احمق کون ہے؟

محمد بن إدريس في آخر "السرائر" نقلًا من "جامع البزنطي" قال: سئل أبوالحسن عليه السلام عن السفلة.

فقال: الذي يأكل في الأسواق.

کتاب جامع بزنطی میں آیا ہے: حضرت امام کاظم علیہ السلام سے سفلہ کے بارے میں پوچھا گیا۔

آپؑ نے فرمایا: احمق وہ ہے جو بازار میں کھاتا پھرے۔ (بحارالانوار: ۳/۱۵۳، مستطرفات السرائر: ص ۵۷۶، وسائل الشیعہ: ۸/۳۹۵)

ہر کس جو دھونی سے استفادہ کر سکتا ہے تو وہ کرے

عن علي بن إبراهيم عن أبيه عن ابن أبي عمير عن مرازم قال:

دخلت مع أبي الحسن عليه السلام إلى الحمام، فلمّا خرج إلى المسلخ دعا بمجمرة فتجمّر به، ثم قال: جمّروا مرازما

قال: قلت: من أراد أن يأخذ نصيبه يأخذ؟

قال: نعم.

مرازم کہتا ہے: میں ایک دن حضرت امام کاظم علیہ السلام کے ساتھ حمام گیا۔ جس وقت حمام میں تشریف لائے (تاکہ غسل کریں) آپؑ نے حکم دیا کہ بخور لائی جائے۔ آپؑ نے اپنے آپ کو دھونی دی، پھر فرمایا: مرازم کے لیے بھی بخور لایا جائے۔

میں نے عرض کیا: کیا ہر شخص جو بخور سے استفادہ کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں کر سکتا ہے۔ (وسائل الشیعہ: ۱۰/۱۵۵)

اپنے ہمسائیوں کے پاس آمدورفت کس طرح کروں؟

عن الحسین بن محمد عن علي بن محمد بن سعید عن محمد بن سالم أبي سلمة عن محمد بن سعید بن غزوان عن عبدالله بن المغیرة قال:

قلت لأبي الحسن علیه السلام: إنّ لي جارین أحدهما ناصب والآخر زیدي ولا بدّ من معاشرتهما فمن أعاشر؟

فقال: هما سیّان، من كذب بآیة من كتاب الله فقد نبذ الاسلام وراء ظهره وهو المكذّب بجمیع القرآن والأنبیاء والمرسلین.

ثمّ قال: انّ هذا نصب لك، وهذا الزیدي نصب لنا.

میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میرے دو ہمسائے ہیں:

◇ ایک ناصبی ہے ◇ دوسرا زیدی ہے۔ مجھے ان کے ساتھ لازمی صورت میں آنا جانا پڑتا ہے۔ ان حالات میں ان کے ساتھ معاشرت کس طرح کروں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دونوں برابر ہیں جس کسی نے کتاب اللہ کی آیت کی تکذیب کی تو اُس نے اسلام، سارے قرآن اور تمام پیغمبروں کی تکذیب کی۔

پھر آپؑ نے فرمایا: یہ ناصبی تیرا دشمن ہے اور زیدی ہمارا دشمن ہے۔ (وسائل الشیعہ: ۷/۲۵۶)

کیا ظالم حاکم سے رقم لے سکتا ہوں؟

عن ابن ابی عمیر عن داود بن رزین قال:

قلت لأبی الحسن علیہ السلام: إنّی أخالط السلطان فتکون عندی الجاریة فیأخذونها أو الدابة الفارهة فیبعثون فیأخذونها ثم یقع لهم عندی المال فلی أن آخذه؟

قال: خذ مثل ذلك ولا تزد علیه.

داؤد بن رزین کہتے ہیں: میں نے امام ابوالحسنؑ سے سوال کیا: میری حاکم کے ساتھ آمدورفت اور نشست و برخاست ہے۔ وہ کبھی کبھی مجھ سے تیز رفتار جانور یا کنیز اُجرت پر لے جاتے ہیں۔ وہ ان سے استفادہ کرتے ہیں اور اُس کا عوض مجھے دیتے ہیں کیا ایسی رقم میں ان سے وصول کر سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جتنا تیرا حق ہے وہ لے سکتا ہے۔ اگر حق سے زیادہ رقم ہو تو وہ نہیں لے سکتا۔ (المصدر: ۵/۲۱۴)

اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ عطا کر رکھا ہے، میں نہیں جانتا کہ کس طرح شکر ادا کروں؟

عن علاء بن الکامل قال:

قلت لأبی الحسن علیہ السلام: أتانی الله بأمور لا أحتسبها لا أدری کیف وجوهها؟

قال: أو لا تعلم أنّ هذا من الشکر.

علاء بن کامل کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اللہ نے مجھے بہت کچھ عطا کر رکھا ہے، میں نہیں جانتا کہ اُس کا کس طرح شکریہ ادا کروں؟

آپؑ نے فرمایا: تمھارا یہ نہ جاننا اُس ذات کے لیے شکر وسپاس ہے۔

(بحارالانوار: ۶۸/۵۴، عن المشکٰوۃ الانوار)

جب آپؑ سے دروازوں کے بند کرنے، برتنوں کے ڈھکنے اور چراغ گل کرنے کے بارے میں پوچھا گیا:

عن سماعة بن مهران عن أبي عبدالله عليه السلام - أو أبي الحسن عليه السلام - أنه سئل عن إغلاق الأبواب و إكفاء الاناء و إطفاء السراج!

قال: أغلق بابك ، فإنّ الشيطان لا يفتح باباً وأطفئ سراجك من الفويسقة وهي الفأرة لا تحرق بيتك وأكفئ إناءك فإنّ الشيطان لا يرفع إناء مكفأً.

سماعہ بن مہران کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام یا امام کاظم علیہ السلام سے دروازوں کے بند کرنے، برتنوں کے ڈھکنے اور چراغ بجھانے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا:

دروازے کو بند رکھو، کیوں کہ شیطان دروازہ نہیں کھولتا۔ چوہے کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے رات کو چراغ کو بجھا دو، تا کہ تمھارا گھر جلنے سے بچ جائے۔ اپنے خورد ونوش کے برتنوں کو ڈھانپ رکھو، کیوں کہ شیطان منہ بند برتنوں میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (بحارالانوار: ۱۷۷/۷۳، مکارم الاخلاق: ص ۱۲۸)

چنے کے آٹے کو، نورہ کے استعمال کے بعد، بدن کی نظافت کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے؟

عن أبی الحسن علیه السلام أنه سئل عن الرجل یطلی بالنورة فیجعل الدقیق یلته به ویتمسح به بعد النورة لیقطع ریحها.

قال: لا بأس.

حضرت امام کاظم علیه السلام سے پوچھا گیا: ایک آدمی نورہ کا استعمال کرتا ہے، تاکہ جسم سے بُو دُور ہو جائے، پھر اپنے بدن پر چنے کا آٹا ملتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (مکارم الاخلاق: ص ۵۸)

کیا ریشم اور دیبا کا پہننا جائز ہے؟

عن أبی عبدالله علیه السلام – أو أبی الحسن علیه السلام – أنه سئل عن لبس الحریر والدیباج!

فقال: أمّا فی الهرب فلا بأس، وإن کان فیه تماثیل.

حضرت امام صادق علیه السلام یا حضرت امام کاظم علیه السلام سے پوچھا گیا: کیا ریشم اور دیبا کا لباس پہنا جاسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جنگ کے زمانے میں ان کا استعمال جائز ہے، اگرچہ اس پر نقش و نگار بھی کیوں نہ ہوں۔ (المصدر: ص ۱۰۸)

ایک آدمی لمبا لباس پہنتا ہے اور وہ زمین پر خط دیتا ہے!

عن سماعة بن مهران عن أبی عبدالله أو – أبی الحسن علیه السلام – سئل عن الرجل یجرّ ثوبه!

قال: انّی لاکره أن یتشبّه بالنساء.

سماعہ بن مہران کہتے ہیں: حضرت امام صادق علیہ السلام یا حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: ایک آدمی لمبا لباس پہنتا ہے، جو زمین پر خط دیتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے نزدیک مکروہ ہے کہ مرد اپنے آپ کو عورت کے مشابہ بنائے۔ (المصدر: ص ۱۱۸)

کرامت کیا ہے؟

عن محمد بن الحسن عن الصفار عن أحمد بن محمد عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن الجهم قال:

سمعت أبا الحسن علیہ السلام یقول: لا یأبی الکرامة إلّا حمار.

قلت: أیّ شیٔ الکرامة؟

قال: مثل الطیب وما یکرم به الرجل.

علی بن جہم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: کرامت کا انکار سوائے گدھے کے اور کوئی نہیں کرسکتا!

میں نے عرض کیا: کرامت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: عطر کی مثل ہر وہ چیز ہے جو انسان کو محترم و مکرم کردے۔ (وسائل الشیعہ: ۹/۱۰۲)

دعا اُن امور کو کیسے کھینچ لاتی ہے جو انسان کے مقدر میں نہیں ہوتے؟

روی جعفر بن محمد بن شریح الحضرمی باسناده الی عمر بن یزید عن أبی إبراهیم علیہ السلام قال:

سمعته يقول: إنّ الدعاء يرد ما قدّر وما لم يقدّر.
قال: قلت: جعلت فداك ، هذا ما قدّر قد عرفناه،
أفرأيت ما لم يقدّر؟
قال: حتّى لا يقدّر.

عمر بن یزید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: دعا میں وہ طاقت ہے کہ وہ اُمور جو مقدر میں ہوں یا نہ ہوں ان کو کھینچ لاتی ہے۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں وہ اُمور جو مقدر میں لکھ دیے جاتے ہیں ان کو تو جانتا ہوں لیکن وہ اُمور جو مقدر میں نہیں ہوتے، ان کو دعا کیسے لے آتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ اُمور جو مقدر میں نہیں ہوتے دعا انھیں لے آتی ہے۔(الکافی:۲/۴۶۹، بحارالانوار:۹۰/۲۹۷)

میری زوجہ اور بہن مجالس ختم وعزا میں شرکت کرتی ہیں؟

روی عن الكاهلی أنه قال:
قلت لأبي الحسن موسى بن جعفر علیہ السلام : إنّ امرأتي وأختي وهي امرأة محمد بن مارد تخرجان في المآتم، فأنهاهما
فقالتا لي إن كان حراماً انتهينا عنه و إن لم يكن حراماً فلم تمنعنا فيمتنع الناس من قضاء حقوقنا.
فقال علیہ السلام : عن الحقوق تسألني، كان أبي علیہ السلام يبعث أمّي وأمّ فروة تقضيان حقوق أهل المدينة.

کاہلی کا بیان ہے: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور سوال کیا کہ میری زوجہ اور میری بہن جو محمد بن مارد کی زوجہ ہیں، اپنے دوستوں اور جاننے والوں کی

مجالس تعزیت میں شرکت کرتی ہیں۔ میں نے جب انھیں روکا تو انھوں نے کہا کہ اگر یہ کام حرام ہے تو ہم شرکت نہیں کریں گی۔ اگر حرام نہیں ہے تو تو ہمیں کیوں روکتا ہے؟ اگر آج ہم اپنے ان دوستوں کے غم میں شرکت نہیں کریں گے تو کل ہمارے غم میں کون شرکت کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: آپؑ مجھ سے دوسرے لوگوں کے حقوق پوچھتے ہو؟ یاد رکھو کہ میرے والد میری والدہ محترمہ کو اُم فروہ کے ساتھ بھیجتے تھے، تاکہ وہ ان کی مجالس تعزیت میں شرکت کریں اور مدینہ کے لوگوں کے حقوق کو ادا کریں۔ (وسائل الشیعہ: ۱/۱۶۸)

ایک آدمی اپنے بیٹے یا بیٹی سے کہتا ہے: میرے والدین تم پر قربان ہوں کیا یہ جائز ہے؟

سئل أبو الحسن موسٰى بن جعفر عليه السلام: عن الرجل يقول لابنه أولابنته: «بأبي أنت وامي» أو بأبوى أنت، أترى بذلك بأساً؟

فقال: إن كان أبواه حيين، فأرى ذلك عقوقاً، و إن كان قد ماتا فلا بأس.

ایک روایت میں آیا ہے: حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا: ایک آدمی اپنے بیٹے یا بیٹی سے کہتا ہے: میرے والدین تم پر قربان جائیں کیا یہ جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر اُس کے والدین زندہ ہیں تو ایسے الفاظ اُس کے لیے عاق ہونے کا سبب بن جاتے ہیں۔ اگر اُس کے والدین فوت ہو گئے ہیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔ (الخصال: ۱/۲۶)

سانپ کا مارنا کیا حکم رکھتا ہے؟

أبی رحمه‌الله قال: حدّثنا سعد بن عبدالله عن أحمد بن محمد بن خالد عن أبیه عن فضالة عن أبان قال:

سئل أبو الحسن علیه‌السلام: عن رجل یقتل الحیّة وقال له السائل: إنّه بلغنا أنّ رسول الله صلی‌الله‌علیه‌وآله قال: «من ترکها تخوفاً من تبعتها فلیس منّی».

قال: انّ رسول الله صلی‌الله‌علیه‌وآله قال: «ومن ترکها تخوفاً من تبعتها فلیس منّی»، فامّا حیّة لا تطلبك ولا بأس بترکها.

روایت میں آیا ہے: ابان کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ کسی نے سانپ مارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت ہے کہ جس کسی نے خوف کی وجہ سے اپنے بعد میں ہونے والے نقصانات کے لیے سانپ کو نہ مارا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جس کسی نے بعد میں ہونے والے نقصانات کے خوف سے سانپ کو نہ مارا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جی ہاں! اگر سانپ آپ سے نہیں ڈرتا تو اُس کو نہ مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(معانی الاخبار: ص۱۷۳، وسائل الشیعہ: ۵۳۳/۷)

فصل نہم

قرآنِ کریم

maablib.org

اس آیت کی تفسیر کیا ہے "جس کسی نے خدا پر توکل کیا پس وہ کافی ہے!"

عن العدة، عن البرقي ، عن غير واحد ، عن علي بن أسباط ، عن أحمد بن عمر الحلال ، عن علي بن سويد ، عن أبي الحسن الأوّل علیہ السلام قال: سألته عن قول الله عزّوجلّ: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (سورۂ طلاق:۳)

فقال: التوكّل على الله درجات منها أن تتوكّل على الله في أمورك كلّها فما فعل بك كنت عنه راضياً تعلم أنّه لا يألوك خيراً وفضلا ، وتعلم أنّ الحكم في ذلك له فتوكّل على الله بتفويض ذلك إليه وثق به فيها وفي غيرها.

علی بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: توکل کے مدارج ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو اپنے تمام اُمور میں اللہ پر توکل کر، پس خداوند تعالیٰ تیرے لیے جو کچھ کرے تو اُس پر راضی رہے اور تو اس کو یہ سمجھ کہ اس میں تیری بھلائی ہے اور یہ جان کہ تیری تقدیر میں اُس کی طرف سے حکم ہی یہی ہے اور جو کچھ تو نے اُس کے حوالے کیا ہے اُسی پر بھروسہ کر، ان امور میں اور ان کے علاوہ جو دوسرے امور ہیں ان میں بھی اطمینان پیدا کر۔ (الکافی: ۶۵/۲ ، بحارالانوار: ۱۳۹/۶۸)

اس آیت "کہ ہرگز نیکی اور بدی برابر نہیں" کا معنی کیا ہے؟

محمد بن العباس عن الحسين بن أحمد عن محمد بن عيسٰی عن يونس عن محمد بن الفضيل عن العبد الصالح علیہ السلام قال:

سألته عن قول الله عزّوجلّ: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ﴾ (سورۂ فصلت:۳۴)

فقال: نحن الحسنة ، وبنو أمية السئية.

محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا:

"حسنہ" سے مراد ہمارا خاندان ہے اور "سیئہ" سے مراد ہمارے مخالف ہیں۔

(بحارالانوار:۲۴/ ۴۷، کنز الفوائد: ص ۲۸۲)

اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ "اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل کردی ہیں؟"

الهمدانی عن علی عن أبيه عن محمد بن زياد الأزدی قال: سألت سيدی موسٰی بن جعفر علیہ السلام: عن قول الله عزّوجلّ: ﴿وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ (سورۂ لقمان:۲۰)

فقال : النعمة الظاهرة الامام الظاهر، والباطنة الامام الغائب.

محمد بن زیاد ازدی کہتے ہیں: میں نے اپنے آقا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: "اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل

کردی ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: ظاہری نعمت سے مراد امام ظاہر اور باطنی نعمت سے مراد امام غائب ہیں۔ (اکمال الدین: ص ۲۰۹، بحار الانوار: ۵۳/۲۴)

اس آیت کہ "وہ اللہ کی نعمت کو جانتے ہیں" کی تفسیر کیا ہے؟

عن جعفر بن أحمد عن العمركي عن علي بن جعفر أخيه موسى عليه السلام أنه سئل عن هذه الآية: ﴿يَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾.

قال: عرفوه ثم أنكروه.

جناب علی بن جعفرؑ فرماتے ہیں: میں نے اپنے برادر بزرگوار حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؑ نے فرمایا:

ان لوگوں نے اللہ کی نعمت کو پہچانا، پھر اس کا انکار کر دیا۔ (تفسیر العیاشی: ۲/۲۲۶، بحار الانوار: ۵۶/۲۴)

بُرے اعمال کی پرسش

عن أبي عليّ الأشعري عن بعض أصحابنا وعن علي بن ابراهيم عن أبيه جميعًا عن الحسن بن علي بن أبي حمزة عن أبيه عن علي بن يقطين عن أبي الحسن عليه السلام – في حديث – أنه سئل عن قوله تعالى: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْإِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (سورۂ اعراف: ۳۳)

فقال: أمّا قوله: ﴿ما ظهر منها﴾ فهو الزنا المعلن

ونصب الرايات الّتی كانت ترفعها الفواجر للفواحش في الجاهلية.

وأما قوله: ﴿وَمَا بَطَنَ﴾ يعني ما نكح الآباء، فإنّ الناس كانوا قبل أن يبعث النبي ﷺ إذا كان للرجل زوجة ومات عنها تزوجها ابنه من بعده إذا لم تكن أمه فحرم الله عزّوجلّ ذلك.

علی بن یقطین فرماتے ہیں: حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی: ''کہہ دیجیے میرے رب نے علانیہ اور پوشیدہ بے حیائی (کے ارتکاب) گناہ ناحق زیادتی اور اس بات کو حرام کیا ہے''۔

آپؑ نے فرمایا: کارہائے زشت سے مراد اعلانیہ زنا ہے، یعنی پرچم نصب کرنا کہ زمانۂ جاہلیت میں بدکار عورتیں اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کرتی تھیں اور خفیہ بُرے کاموں سے مراد ''اپنے والدین کی بیویوں سے ازدواج کرنا'' ہے، کیوں کہ بعثت پیغمبرؐ سے قبل جب کوئی آدمی مرتا تو اُس کی بیوی سے مرنے والا کا بیٹا ازدواج کرلیتا حالانکہ وہ عورت اُس کی ماں نہیں ہوتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کام کو حرام قرار دیا۔(وسائل الشیعہ: ۲/۳۱۴)

مجھے اس کتاب سے آگاہ فرمائیں جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی!

أحمد بن مهران وعليّ بن ابراهيم جميعًا عن محمّد بن عليّ عن الحسن بن راشدٍ عن يعقوب بن جعفر بن ابراهيم قال:

كنت عند أبي الحسن موسى علیہ السلام إذ أتاه رجلٌ نصرانيٌّ ونحن معه ﴿العريض﴾، فقال له النّصرانيُّ:

أتيتك من بلدٍ بعيدٍ وسفرٍ شاقٍ وسألتُ ربي منذ ثلاثين سنةً أن يرشدني إلى خير الأديان و إلى خير العباد وأعلمهم وأتاني آتٍ في النَّوم، فوصف لي رجلًا «عليا دمشق» فانطلقت حتَّى أتيته فكلَّمته.

فقال : أنا أعلم أهل ديني وغيره أعلم منِّي.

فقلت: أرشدني إلى من هو أعلم منك، فإنِّي لا أستعظم السَّفر ولا تبعد عليَّ الشُّقَّة، ولقد قرأت الانجيل كلَّها ومزامير داوُد ، وقرأت أربعة أسفار من التَّوراة وقرأت ظاهر القرآن حتَّى استوعبته كلَّه.

فقال لي العالم: إن كنت تريد علم النَّصرانيَّة، فأنا أعلم العرب والعجم بها و إن كنت تريد علم اليهود فباطي بن شرحبيل السَّامريُّ أعلم النَّاس بها اليوم، و إن كنت تريد علم الاسلام وعلم التَّوراة وعلم الانجيل وعلم الزَّبور وكتاب هودٍ، وكلَّ ما أنزل على نبيٍّ من الأنبياء في دهرك ودهر غيرك وما أنزل من السَّماء من خيرٍ فعلمه أحدٌ أو لم يعلم به أحدٌ فيه تبيان كلِّ شيءٍ وشفاءٌ للعالمين وروحٌ لمن استروح إليه وبصيرةٌ لمن أراد الله به خيراً، وأنس إلى الحقِّ فأرشدك إليه فأته ولو مشياً على رجليك، فإن لم تقدر فحبواً على ركبتيك، فإن لم تقدر

فزحفاً على استك، فإن لم تقدر فعلى وجهك.

فقلت: لا، بل أنا أقدر على المسير في البدن والمال.

قال: فانطلق من فورك حتّى تأتي يثرب.

فقلت: لا أعرف يثرب.

قال: فانطلق حتّى تأتي مدينة النّبيّ ﷺ الّذي بعث في العرب وهو النّبيُّ العربيُّ الهاشميُّ، فإذا دخلتها فسل عن بني غنم بن مالك بن النّجّار، وهو عند باب مسجدها وأظهر بزّة النّصرانيّة وحليتها، فإنّ واليها يتشدّد عليهم والخليفة أشدُّ، ثمّ تسأل عن بني عمرو بن مبذولٍ وهو ببقيع الزّبير، ثمّ تسأل عن موسى بن جعفرٍ عليه السلام وأين منزله وأين هو مسافرٌ أم حاضرٌ، فإن كان مسافراً فالحقه، فإنّ سفره أقرب ممّا ضربت إليه.

ثمّ أعلمه أنّ مطران عليا الغوطة، غوطة دمشق هو الّذي أرشدني إليك وهو يقرئك السلام كثيرًا ويقول لك: إنّي لأكثر مناجاة ربّي أن يجعل إسلامي على يديك.

فقصّ هذه القصّة وهو قائم معتمد على عصاه.

ثمّ قال: إن أذنت لي ياسيّدي! كفرت لك وجلست.

فقال: آذن لك أن تجلس ولا آذن لك أن تكفر.

فجلس ثمّ ألقى عنه برنسه، ثمّ قال: جعلت فداك،

تأذن لي في الكلام؟

قال: نعم ما جئت إلّا له.

فقال له النصراني: اردد على صاحبي السلام، أو ما ترد السلام.

فقال أبو الحسن عليه السلام: على صاحبك إن هداه الله، فأما التسليم فذاك إذا صار في ديننا.

فقال النصراني: اني أسألك أصلحك الله.

قال: سل.

قال: أخبرني عن كتاب الله تعالى الذي أنزل على محمد ونطق به ثمّ وصفه بما وصفه به، فقال: ﴿حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ (سورۂ دخان: ۱-۴)

ما تفسيرها في الباطن؟

فقال: أمّا ﴿حٰمٓ﴾ فهو محمد صلى الله عليه وآله وهو في كتاب هود الّذي أنزل عليه وهو منقوص الحروف.

وأمّا ﴿الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ فهو أمير المؤمنين علي عليه السلام.

وأمّا ﴿الليلة﴾ ففاطمة عليها السلام.

وأمّا قوله: ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾.

فقال الرجل: صف لي الأوّل والآخر من هؤلاء الرجال؟

فقال: إنَّ الصفات تشتبه، ولكن الثالث من القوم

أصف لك ما يخرج من نسله، و إنّه عندكم لفى الكتب الّتي نزلت عليكم إن لم تغيّروا وتحرفوا وتكفروا وقديماً ما فعلتم.

قال له النصراني: إنّي لا أستر عنك ما علمت ولا أكذبك وأنت تعلم ما أقول في صدق ما أقول وكذبه والله لقد أعطاك الله من فضله وقسم عليك من نعمه ما لا يخطره الخاطرون ولا يستره الساترون ولا يكذب فيه من كذب، فقولي لك في ذٰلك الحق كما ذكرت فهو كما ذكرت.

فقال له أبو ابراهيم عليه السلام : أعجلك أيضاً خبراً لا يعرفه إلّا قليل ممّن قرأ الكتب، أخبرني ما اسم أم مريم؟ وأيّ يوم نفخت فيه مريم؟ ولكم من ساعة من النهار؟ وأيّ يوم وضعت مريم فيه عيسى عليه السلام ولكم من ساعة من النهار؟

فقال النصراني: لا أدري.

فقال أبو ابراهيم عليه السلام : أما أم مريم فاسمها مرثا ، وهي وهيبة بالعربية، وأمّا اليوم الّذي حملت فيه مريم فهو يوم الجمعة للزّوال وهو اليوم الّذي هبط فيه الرّوح الأمين وليس للمسلمين عيدٌ كان أولى منه عظّمه الله تبارك وتعالى وعظّمه محمّدٌ صلى الله عليه وآله فأمر أن يجعله عيداً فهو يوم الجمعة، وأمّا اليوم

الّذی ولدت فیه مریم فهو یوم الثّلاثا، لأربع ساعاتٍ ونصفٍ من النّهار، والنّهر الّذی ولدت علیه مریم عیسٰی علیہ السلام هل تعرفه؟

قال: لا.

قال: هو الفرات وعلیه شجر النّخل والکرم ولیس یساوی بالفرات شیءٌ للکروم والنّخیل.

فأمّا الیوم الّذی حجبت فیه لسانها ونادی قیدوس ولده وأشیاعه فأعانوه وأخرجوا آل عمران لینظروا إلی مریم فقالوا لها ما قصّ اللّٰه علیك فی کتابه وعلینا فی کتابه فهل فهمته؟

فقال: نعم وقرأته الیوم الأحدث.

قال: إذاً لا تقوم من مجلسك حتّی یهدیك اللّٰه.

قال النّصرانیّ: ما کان اسم أمّی بالسّریانیّة وبالعربیّة؟

فقال: کان اسم أمّك بالسّریانیّة عنقالیة وعنقورة، کان اسم جدّتك لأبیك، وأمّا اسم أمّك بالعربیّة فهو میّة وأمّا اسم أبیك فعبد المسیح وهو عبداللّٰه بالعربیّة ولیس للمسیح عبدٌ.

قال: صدقت وبررت، فما کان اسم جدّی؟

قال: کان اسم جدّك جبرئیل وهو عبدالرّحمان سمّیته فی مجلسی هذا.

قال: أما إنّه کان مسلماً.

قال أبو إبراهيم ؑ : نعم وقتل شهيداً دخلت عليه أجنادٌ فقتلوه في منزله غيلةً والأجناد من أهل الشام.

قال: فما كان اسمي قبل كنيتي؟

قال: كان اسمك عبدالصّليب.

قال: فما تسمّيني؟

قال: أسمّيك عبدالله.

قال: فإنّي آمنت بالله العظيم وشهدت أن لا اله الا الله وحده لا شريك له فرداً صمداً، ليس كما يصفه النّصارى، وليس كما يصفه اليهود ولا جنسٌ من أجناس الشّرك.

وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله أرسله بالحقّ، فأبان به لأهله وعمي المبطلون وأنّه كان رسول اللهﷺ إلى النّاس كافّةً إلى الأحمر والأسود كلٌّ فيه مشتركٌ فأبصر من أبصر واهتدى من اهتدى وعمي المبطلون وضلَّ عنهم ما كانوا يدعون.

وأشهد أنّ وليّه نطق بحكمته وأنّ من كان قبله من الأنبياء نطقوا بالحكمة البالغة وتوازروا على الطّاعة لله وفارقوا الباطل وأهله والرّجس وأهله وهجروا سبيل الضّلالة ونصرهم الله بالطّاعة له وعصمهم من المعصية، فهم لله أولياء وللدّين أنصارٌ يحثّون على الخير ويأمرون به. آمنت بالصّغير منهم والكبير

ومن ذكرت منهم ومن لم أذكر وآمنت بالله تبارك وتعالىٰ ربّ العالمين.

ثمّ قطع زنّاره وقطع صليباً كان في عنقه من ذهب، ثمّ قال: مرني حتّى أضع صدقتي حيث تأمرني.

فقال علیہ السلام: هاهنا أخٌ لك كان على مثل دينك، وهو رجلٌ من قومك من قيس بن ثعلبة وهو في نعمةٍ كنعمتك، فتواسيا وتجاورا ولست أدع أن أورد عليكما حقّكما في الاسلام.

فقال: والله أصلحك الله، انّي لغنيٌّ ولقد تركت ثلاثمائة طروقٍ بين فرسٍ وفرسةٍ وتركت ألف بعيرٍ فحقُّك فيها أوفر من حقّي.

فقال له: أنت مولى الله ورسوله وأنت في حدّ نسبك على حالك.

فحسن إسلامه وتزوّج امرأةً من بني فهرٍ وأصدقها أبو ابراهيم علیہ السلام خمسين ديناراً من صدقة عليّ بن أبي طالب علیہ السلام وأخدمه وبوّأه وأقام حتّى أخرج أبو إبراهيم علیہ السلام فمات بعد مخرجه بثمانٍ وعشرين ليلةً.

یعقوب بن جعفر بن ابراہیم فرماتے ہیں: ایک دن میں حضرت امام کاظم علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا کہ ایک نصرانی مرد وارد ہوا۔ ہم اُس وقت "عریض" تھے۔

نصرانی نے کہا: میں دُور دراز کے علاقے سے آیا ہوں۔ سفر کی صعوبتیں کاٹ

کر آپؐ کے حضور آیا ہوں۔ میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا ہوں کہ وہ مجھے سب سے بہتر دین اور بہترین اور دانا ترین مخلوق کی طرف رہنمائی فرمائے۔ عالِم خواب میں مجھے بتایا کہ دمشق کے بالائی علاقے میں ایک شخص رہتا ہے اس کی طرف جاؤ۔ آخرمَیں اُس کے پاس گیا اور اُس سے بات کی تو اُس نے مجھے کہا: یہ ٹھیک ہے کہ میں اپنے دین کا ایک بہت بڑا عالم ہوں، لیکن وہ جو مجھ سے بہت زیادہ عالم اور دانشور ہے وہ اور ہے۔

میں نے اصرار کیا کہ میری اُس عالم تک رہنمائی کرو۔ میں سفر کی مشکلات سے بھی ڈرنے والا نہیں ہوں۔ میں نے تمام انجیل، مزامیر داؤد اور تورات کے اسفار اربعہ پڑھ رکھے ہیں اور قرآن کو اتنا پڑھا ہے کہ اس کا حافظ ہو چکا ہوں۔

جب اُس نے میری یہ بات سُنی تو اُس نے کہا: اگر تیرا مقصود علمِ نصرانیت ہے تو عرب وعجم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی اور عالم نہیں ہے۔ اگر تمھیں علمِ یہود کی ضرورت ہے تو باطی بن شرجیل سامری جو دنیائے یہود کا بہت بڑا عالم ہے اس کی طرف چلا جا۔

اگر تمھیں علومِ اسلامی کی ضرورت ہے علمِ تورات، علمِ انجیل، علمِ زبور، کتاب ہود اور جو کچھ پیغمبروں پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ آسمان سے نازل کیا گیا ہے تو صرف ایک شخص ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور پوری کائنات کو شفا دینے والا ہے۔ اس سے صاحبانِ عقل کے قلوب کو سکون ملتا ہے اور وہ حق کا ہمراز ہے۔ میں تیرے لیے اُن کا تعارف کرتا ہوں، انھی کی طرف چلا جا، اگرچہ تجھے پیدل ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ اگر پیدل نہ جا سکے تو پھر گھٹنوں کے بل جا۔ اگر اس صورت نہ جا سکے تو پیٹ کے بل گھسیٹ کر جا۔ اگر ایسے ممکن نہ ہو تو پھر منہ کے بل جا۔

میں نے کہا: نہیں! میں اس سفر کے لیے مالی اور جانی دونوں طاقتیں رکھتا ہوں۔

اُس نے کہا: تو پھر فوراً یثرب کی طرف چلا جا۔

میں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ یثرب کس طرف ہے؟

اُس نے کہا: یثرب وہ جگہ ہے جہاں پیغمبر عربی ہاشمی ﷺ نے سکونت اختیار فرمائی تھی۔ پس جب تو مدینہ داخل ہونا تو بنی غنم بن مالک بن نجار کے بارے میں پوچھ لینا۔ اس کی سکونت مسجد کے قریب ہے۔ نصرانیوں کی علامات کے ساتھ جانا، ان کا والی ان پر بہت زیادہ سخت ہے اور خلیفہ اُس سے بھی سخت تر ہے۔ وہاں جا کر بنو عمرو بن مبذول کا پوچھ لینا وہ بقیع میں رہتے ہیں۔ پھر موسیٰ بن جعفرؑ کے بارے میں پوچھ لینا کہ ان کا گھر کہاں ہے اور یہ بھی معلوم کر لینا کہ وہ سفر پر ہیں یا گھر پر ہیں۔ اگر وہ سفر پر ہوں تو پھر ان کے پیچھے چلا جا، کیوں کہ ان کا سفر تیرے سفر سے کم ہے۔

جب وہ مل جائیں تو ان کے حضور عرض کرنا کہ مجھے "مطران" نے جو دمشق کے علاقہ غوطہ کے رہنے والے ہیں، نے آپؑ کی طرف بھیجا ہے اور وہ بہت سلام عرض کر رہا ہے اور میری طرف سے انھیں یہ بھی کہنا کہ وہ اکثر اپنے خدا کے حضور مناجات کرتا رہتا ہے کہ آپؑ کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کروں۔

پس اُس نے اپنی پوری داستان عصا کے سہارے کھڑے ہو کر بیان کی۔ پھر کہا: اے میرے آقا! اگر اجازت ہو تو اس خاک پر آپؑ کے سامنے بیٹھ جاؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹھنے کی اجازت دیتا ہوں لیکن خاک پر بیٹھنے کی نہیں۔

وہ آخر احترام کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنا کلاہ سر سے اُتارا اور ایک طرف رکھ دیا اور پھر عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں اجازت دیں، تا کہ میں کچھ عرض کروں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جس کام کے لیے آئے ہو، وہ بیان کرو۔

اُس نے کہا: کیا میرے دوست پر سلام کرو گے یا نہیں؟

آپؑ نے فرمایا: تیرے دوست پر اس وقت سلام ہوگا اگر اللہ نے اُسے ہدایت دے دی۔ البتہ سلام بھیجنا اس وقت ہے، جب وہ ہمارے دین پر آ جائے۔

نصرانی نے کہا: میں آپؑ کے حضور، کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: پوچھو۔

اُس نے کہا: مجھے آپؑ اللہ کی کتاب کے بارے میں، کچھ بتایئے جو حضرت محمدؐ پر نازل ہوئی اور اُس کے ذریعے گفتگو کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کتاب کی توصیف کی اور فرمایا: ''حٰم، اس روشن اور واضح کتاب کی قسم! ہم نے اسے پُر برکت رات میں نازل فرمایا۔ ہم ہی ہیں انذار کرنے والے اور اُس رات ہر امر حکمت کے ذریعے تدبیر ہوتا ہے'' اس آیت کی باطنی تفسیر کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ''حٰم'' سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے۔

یہ اسم ''کتاب ہودؑ'' میں آیا ہے کہ جس کے کچھ حروف کو قطع کیا گیا ہے۔

''الکتاب المبین'' سے مراد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

پُر برکت شب ''الملیلۃ'' سے مراد حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں۔

قرآن مجید کا فرمان کہ ''ہر امر حکمت کے ساتھ تدبیر ہوتا ہے''۔ یعنی حضرت فاطمہ زہراؑ سے کائنات کو خیر کثیر ملے گا۔ پس اُس سے بہتر، مرد دانش مند حکیم، مرد دانش مند حکیم، مرد دانش مند حکیم!!

نصرانی: ان رجال جن کا تذکرہ آپؑ نے فرمایا ہے ان میں سے پہلا اور آخری کون ہے؟

امامؑ: ممکن ہے ان کی توصیف آپ کے لیے اشتباہ پیدا کر دے تو ان کو ایک دوسرے سے ممتاز نہ کر سکے گا لیکن جو تیسرا ہے اُس کے بارے میں وضاحت کروں گا اس کی نسل سے کس نے وجود میں آنا ہے۔ تمھاری اپنی کتاب میں موجود ہے اگر تم اُس کو تبدیل نہ کر دیا ہو کیونکہ زمانہ قدیم سے ایسی تحریف تم کرتے چلے آئے۔

نصرانی: میں آپ کے سامنے کسی چیز کو نہیں چھپاؤں گا اور آپ کی تکذیب نہیں کروں گا، کیوں کہ آپ تو خود بھی جانتے ہیں کہ میں سچ بول رہا ہوں یا جھوٹ، خداوند تعالی نے اپنے فضل و کرم سے جو مقام و منزلت آپ کو عطا کر رکھا ہے اُس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی آپ کے فضائل کو چھپا سکتا ہے اور نہ کوئی انھیں جھٹلا سکتا ہے۔ تو جو میں کہہ رہا ہوں یہ ایک حقیقت ہے اور وہ بھی جو پہلے کہہ چکا ہوں۔

امام: میں بہت جلد تیرے لیے ایک امر کی توضیح کرنے والا ہوں۔ اس امر کی حقیقت کو بہت کم لوگ جانتے ہیں جنھوں نے کتاب کو پڑھا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے، حضرت مریمؑ کی والدہ کا نام کیا تھا؟ اور حضرت مریمؑ میں کس روز روح پھونکی گئی تھی؟ اور وہ وقت کیا تھا؟ کس دن حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو جنم دیا تھا؟ اور ان کی ولادت کا وقت کیا تھا؟

نصرانی: میں نہیں جانتا!

امامؑ: جناب مریمؑ کی والدہ کا نام "مرثا" تھا۔ عربی میں اس کا معنی "وھیبہ" ہے۔ جس روز حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں۔ جمعہ کا دن اور ظہر کا وقت تھا۔ اسی دن روح الامین اترے تھے اور مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور عید نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے اس دن کو عظمت عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اُسے عزت بخشی۔ پس انھوں نے اُسے اپنے لیے عید قرار دیا اور وہ یہی جمعہ کا دن ہے۔ جس دن حضرت مریمؑ پیدا ہوئی وہ منگل کا دن تھا اور وہ جس وقت پیدا ہوئیں۔ اُس وقت دن کی ساڑھے چار ساعات گزر چکی تھیں۔

جس چشمہ کے کنارے حضرت عیسیٰؑ کو حضرت مریمؑ نے جنم دیا کیا اُس چشمہ بارے میں آپ جانتے ہیں؟

نصرانی نے جواب دیا: میں نہیں جانتا

آپؑ نے فرمایا: اُس چشمہ کا نام فرات ہے۔ س کے اردگرد کھجور اور انگور
درخت کثرت کے ساتھ ہیں۔ جس کثرت کے ساتھ وہاں درخت ہیں کسی اور
نہیں ہیں۔ جس دن آپ کی زبان بند تھی تو "قیدوس" نے اپنی اولاد اور
پیروکاروں کو ندا دی اور انھیں جمع کیا۔ اس کے علاوہ قبیلہ آل عمران کے لوگوں کو
کیا، تاکہ وہ جنابِ مریمؑ کے حال کا مشاہدہ کریں۔

اے نصرانی! ان لوگوں نے جس چیز کی نسبت حضرت مریمؑ کی طرف
اللہ نے اُس قصہ کو تمھارے لیے بیان کیا اور ہمارے لیے قرآن کریم میں اُس کی
فرمائی۔ کیا تو نے اُسے پڑھا ہے؟

نصرانی: جی ہاں! میں نے پڑھا ہے جو کچھ ہوا۔

امامؑ: ابھی تو اس مجلس سے نہیں اُٹھے گا مگر اللہ تعالیٰ تیرے لیے اپنی ہدا
سامان کر دے گا۔

نصرانی: میری ماں کا سریانی اور عربی نام کیا ہے؟

امامؑ: تیری ماں کا سریانی نام "عنقالیہ" اور تیری دادی کا نام "معقورہ" ہے
تمھاری والدہ کا عربی نام (میہ) ہے۔ تیرے والد کا نام عبدالمسیح ہے کہ جس کا
میں معنی "عبداللہ" بنتا ہے کیوں کہ حضرت عیسیٰؑ غلام نہیں رکھتے تھے۔

نصرانی: آپؑ نے سچ فرمایا۔

نصرانی: میرے دادا کا نام کیا تھا؟

امامؑ: تمھارے دادا کا نام جبرئیل تھا۔ میں اپنی اس مجلس میں اس کا
عبدالرحمن رکھتا ہوں۔

نصرانی: کیا وہ مسلمان تھے؟

امامؑ: جی ہاں! انھیں شہید کر دیا گیا تھا۔ شامی سپاہیوں نے ان پر اچانک حملہ

کیا تھا اور دھوکے میں اُنھیں گھر میں قتل کر ڈالا تھا۔

نصرانی: کنیت سے پہلے میرا نام کیا تھا؟

امامؑ: تیرا نام عبدالصلیب تھا۔

نصرانی: اب میرا نام کیا رکھیں گے؟

امامؑ: عبداللہ۔

نصرانی: میں خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لاتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ یکتا ہے اور بے نیاز ہے۔ اور وہ اس طرح نہیں ہے، جس طرح نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ وہ اس طرح ہے، جس طرح یہودی کہتے ہیں اور نہ وہ اس طرح ہے، جس طرح باقی مشرکین کہتے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے عبد اور رسول ہیں۔ اُس نے اُسے حق کے ساتھ بھیجا جو اہل ہیں ان پر انھیں آشکار کیا اور جو اہلِ باطل ہیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اُسے پوری کائنات کے لیے بھیجا گیا تاکہ تمام لوگ دین کی خصوصیات سے استفادہ کریں۔ جس نے اُس سے ہدایت پائی اُس میں اُس کا اپنا فائدہ ہے لیکن اہلِ باطل اندھے ہیں اور گمراہی کی دعوت دیتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا ولی جب بات کرتا ہے تو اس کی زبان سے دانش و حکمت کے پھول جھڑتے ہیں اور اُس سے قبل جو انبیاءؑ آئے تھے ان کی زبانوں سے بھی حکمت و دانش کے چشمے اُبلتے تھے اور وہ اللہ کے اطاعت کے راستے میں ہمکاری کرتے تھے۔ برائیوں اور بدکاریوں اور گمراہوں سے کنارہ کش رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندگی کے راستے میں ان کی نصرت فرمائی اور انھیں ہر قسم کی معصیت سے محفوظ رکھا۔ وہ اللہ کے ولی تھے اور اس کے دین کے ناصر تھے۔ وہ نیکی کی ترغیب دیتے تھے اور امر بالمعروف کرتے تھے۔ میں ان کے چھوٹوں اور بڑوں پر ایمان لاتا ہوں، جن کا میں نے نام لیا ہے یا نام نہیں

لیا۔ میں خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لاتا ہوں، جو تمام عالمین کا پروردگار ہے۔

پھر اس نصرانی نے اپنی گردن پر ہاتھ مارا اور طلائی صلیب اور زنار کو اُتار پھینکا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر اُس نے کہا: آپ حکم فرمائیں میں اپنا مال کس کو صدقہ کروں؟

امامؑ: یہاں تیرا بھائی ہے جو تیرا ہم مذہب ہے اور تیری قوم قیس بن ثعلبہ سے ہے۔ وہ بھی صاحبِ اسلام ہے اور تو بھی صاحبِ اسلام ہے تو اس کے ساتھ برابری کر اور اُس کا ہمسایہ بن جا، اور میں نہیں چاہتا کہ جو حق اسلام میں تیرا ہے وہ ضائع ہو جائے۔

نصرانی: بخدا! خداوند تعالیٰ آپؑ کی ان کاوشوں کو مزید پروان چڑھائے۔ میں ایک صاحبِ ثروت آدمی ہوں۔ میرے پاس تین سو نر و مادہ گھوڑے ہیں، ایک ہزار اُونٹ ہے۔ آپؑ کا حق میرے مال پر مجھ سے زیادہ ہے۔

امامؑ: تو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے آزاد ہے اور تو اپنی خاندانی منزلت پر باقی ہے۔

اس عظیم الشان آدمی نے اسلام قبول کر لیا اور بنوفہر کی خاتون سے شادی کی۔ حضرت امام کاظم علیہ السلام نے پچاس دینار امام علیؑ بن ابی طالبؑ کے صدقات میں سے اس کے لیے حق مہر ادا کیا۔ اُسے اپنے گھر میں جگہ دی۔ وہ اس وقت آپ کے ہاں موجود تھا۔ جس وقت آپ کو گرفتار کیا گیا اور زندان بھیج دیا گیا۔ بس یہ مردِ صالح امام کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کے بعد ۲۸ ویں شب اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (الکافی: ۱/۴۷۹-۴۸۳)

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

رسولؐ کی خدمت میں اعمال پیش ہوتے ہیں!

عن یعقوب بن یزید عن الحسن بن علیؑ الوشاء عن أحمد بن عمر عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

سئل عن قول الله عزّوجلّ: ﴿اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾ (سورۂ توبہ، آیہ ۱۰۵)
قال: إنّ أعمال العباد تعرض على رسول الله ﷺ كلّ صباح أبرارها وفجارها، فاحذروا!
احمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی:
''کہہ دیجیے لوگو! عمل کرو، خداوند تعالیٰ اور اُس کا رسول اور اہلِ ایمان تمھارے اعمال کو دیکھیں گے''۔
آپؑ نے فرمایا: تمام انسانوں کے اعمال چاہے وہ نیک ہوں یا بد، ہر صبح رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش ہوتے ہیں، پس خدا سے ڈرتے رہو۔ (وسائل الشیعہ ۱۰/۱۱۲، عن بصائر الدرجات)

ان آیات کی تفسیر کیا ہے؟

عىي بن محمد عن بعض أصحابنا عن ابن محبوب عن محمد بن الفضيل عن أبي الحسن الماضي علیہ السلام قال:
سألته عن قول الله عزّوجلّ: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ (سورۂ صف:۸)
قال: يريدون ليطفئوا ولاية أمير المؤمنين علیہ السلام بأفواههم.
قلت: ﴿وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ﴾ (سورۂ صف:۸)
قال: والله متمّ الامامة، لقوله عزّوجلّ: ﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا﴾ (سورۂ تغابن:۸)
فالنور هو الامام.

قلت: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ (سورۂ توبہ:٣٣)

قال: هو الذي أمر رسوله بالولاية لوصيّه ، والولاية هي دين الحق.

قلت: ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (سورۂ توبہ:٣٣)

قال: يظهره على جميع الأديان عند قيام القائم.

قال: يقول الله: ﴿وَاللَّه متم﴾ ولاية القائم ولو كره الكافرون بولاية على عليه السلام.

قلت: هذا تنزيل؟

قال: نعم ، أما هذا الحرف فتنزيل ، وأما غيره فتأويل.

قلت: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا﴾ (سورۂ منافقون:٣)

قال: إنَّ الله تبارك وتعالى سمّى من لم يتبع رسوله في ولاية وصيه منافقين وجعل من جحد وصيّه امامته كمن جحد محمداً، وأنزل بذلك قرآناً فقال: يامحمد! ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾ بولاية وصيك ﴿قالوا نشهد إنَّك لرسول الله والله يعلم إنَّك لرسوله والله يشهد إنَّ المنافقين﴾ بولاية على ﴿لكاذبون﴾. ﴿اتخذوا أيمانهم جنّة فصدوا عن سبيل الله﴾ والسبيل هو الوصي ﴿إنَّهم ساء ما كانوا يعملون﴾. ﴿ذلك بأنَّهم آمنوا﴾ برسالتك ﴿وكفروا﴾ بولاية وصيك ﴿فطبع الله على قلوبهم فهم لا يفقهون﴾.

قلت: ما معنى ﴿لَا يَفْقَهُونَ﴾.

قال: يقول: لا يعقلون بنبوتك.

قلت: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ﴾ (سورۂ منافقون:۵)

قال: و إذا قيل لهم ارجعوا إلى ولاية علي عليه السلام ﴿يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ﴾ (سورۂ منافقون:۵)

قال الله: ﴿وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ﴾ عن ولاية علي عليه السلام ﴿وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ﴾ عليه.

ثُمّ عطف القول من الله بمعرفته بهم ، فقال: ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (سورۂ منافقون:۶)

يقول. الظالمين لوصيك.

قلت: ﴿أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَى وَجْهِهِ أَهْدَى أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (سورۂ ملک:۲۲)

قال: إنّ الله ضرب مثل من حاد عن ولاية علي كمن يمشي على وجهه لا يهتدى لأمره وجعل من تبعه سوياً على صراط مستقيم. والصراط المستقيم أمير المؤمنين عليه السلام.

قال: قلت : قوله: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ (سورۂ حاقہ:۴۰)

قال: يعني جبرئيل عن الله في ولاية علي عليه السلام.

قال: قلت: ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ﴾ (سورۂ حاقہ: ۴۱)

قال: قالوا: إنّ محمداً كذاب على ربّه وما أمره الله بهذه في علي فأنزل الله بذلك قرآناً فقال: إنّ ولاية علي عليه السلام تنزيل من رب العالمين ولو تقوّل علينا محمد بعض الأقاويل لأخذنا منه باليمين، ثمّ لقطعنا منه الوتين.

ثمّ عطف القول فقال: إنّ ولاية علي عليه السلام لتذكرة للمتقين للعالمين، وإنّا لنعلم أنّ منكم مكذّبين، و إنّ علياً عليه السلام لحسرة على الكافرين، و إنّ ولايته لحق اليقين، فسبح يامحمد! باسم ربك العظيم. يقول: اشكر ربك العظيم الّذي أعطاك هذا الفضل.

قلت: قوله ﴿لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ﴾ (سورۂ جن: ۱۳)

قال: الهدى الولاية، آمنا بمولانا، فمن آمن بولاية مولاه فلا يخاف بخساً ولا رهقاً.

قلت: تنزيل؟

قال: لا، تأويل.

قلت: قوله: ﴿لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ (سورۂ جن: ۲۱)

قال: إنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دعا النّاس إلى ولاية

عليٍ ؑ فاجتمعت إليه قريشٌ فقالوا: يامحمّد! أعفنا من هذا؟

فقال لهم رسول الله ﷺ هذا إلى الله ليس إليّ.

فأتّهموه وخرجوا من عنده ، فأنزل الله: ﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ○ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ○ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ﴾ (سورۂ جن:۲۱-۲۳) في عليٍّ.

قلت: هذا تنزيلٌ؟

قال: نعم.

ثُمَّ قال توكيداً: ومن يعص الله ورسوله في ولاية عليٍّ فإنَّ له نار جهنّم خَالِدِينَ فِيهَا أبدًا.

قلت: حتّى إذا رأوا ما يوعدون فسيعلمون من اضعف ناصراً وأقلّ عدداً.

يعني بذلك القائم وأنصاره.

قلت: واصبر على ما يقولون.

قال: يقولون فيك واهجرهم هجراً جميلًا. وذرني يامحمّد والمكذّبين بوصيّك أولى النّعمة ومهّلهم قليلًا.

قلت: إنَّ هذا تنزيلٌ؟

قال: نعم.

قلت: ليستيقن الّذين أوتوا الكتٰب.

قال: يستيقنون أنَّ الله ورسوله ووصيّه حقٌ.

قلت: ويزداد الّذى آمنوا إيمَاناً.

قال: ويزدادون بولاية الوصيّ إيمَاناً.

قلت: ولا يرتاب الّذينَ أوتوا الكتٰب والمؤمنون.

قال: بولاية عليّ عليه السلام.

قلت: ما هذا الارتياب؟

قال: يعني بذٰلك أهل الكتٰب والمؤمنين الّذين ذكر الله فقال: ولا يرتابون في الولاية.

قلت: وَمَا هِىَ إِلَّا ذكرىٰ للبشر.

قال: نعم ولاية عليّ عليه السلام.

قلت: إنّهَا لاحدى الكبر.

قال: الولاية.

قلت: لمن شَاءَ منكم أن يتقدّم أو يتأخّر.

قال: من تقدّم إلي ولا يتنا أخِّر عن سقر ومن تأخَّر عنّا تقدّم إلي سقر إلّا أصحٰب اليمين.

قال: هم والله شيعتنا.

قلت: لم نك من المصلِّيْنَ.

قال: إنّا لم نتولّ وصيَّ مُحَمَّدٍ والأوصياء من بعده ولا يصلُّون عليهم.

قلت: فما لهم عن التّذكرة معرضين.

قال: عن الولاية معرضين.

قلت: كلّا إنّهَا تذكرة.

قال: الولاية.

قلت: قوله: يوفون بالنذر.

قال: يوفون لله بالنذر الذي أخذ عليهم في الميثاق من ولايتنا.

قلت: إنّا نحن نزّلنا عليك القرآن تنزيلًا.

قال: بولاية عليّ عليه السلام تنزيلًا.

قلت: هذا تنزيل.

قال: نعم ذا تأويل.

قلت: إنّ هذه تذكرة.

قال: الولاية.

قلت: يدخل من يشاء في رحمته.

قال: في ولايتنا.

قال: والظالمين أعدّ لهم عذابًا أليمًا ألا ترى أنّ الله يقول وما ظلمونا ولكن كانوا أنفسهم يظلمون.

قال: إنّ الله أعزّ وأمنع من أن يظلم أو ينسب نفسه إلى ظلم ولكنّ الله خلطنا بنفسه فجعل ظلمنا ظلمه وولايتنا ولايته، ثمّ أنزل بذلك قرآنًا على نبيّه فقال: وما ظلمناهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون.

قلت: هذا تنزيل؟

قال: نعم.

قلت: ويل يومئذ للمكذّبين.

قال: يقول ويلٌ للمكذّبين يامحمّد! بما أوحيت إليك من ولاية عليّ بن أبي طالبٍ ألم نهلك الأوّلين. ثمّ نتبعهم الآخرين.

قال: الأوّلين الّذي كذّبوا الرُّسل في طاعة الأوصياء كذلكة نفعل بالمجرمين.

قال: من أجرم إلى آل محمّدٍ ﷺ وركب من وصيّه ما ركب.

قلت: إنّ المتّقين.

قال: نحن والله ، وشيعتنا ليس على مِلّة إبراهيم غيرنا وسائر النّاس منها برآء.

قلت: يوم يقوم الرُّوح والملائكة صفًّا لّا يتكلّمون الآية.

قال: نحن والله المأذون لهم يوم القيامة والقائلون صواباً.

قلت: ما تقولون إذًا تكلّمتم؟

قال: نمجّد ربّنا ونصلّي على نبيّنا ونشفع لشيعتنا فلا يردّنا ربّنا.

قلت: كلّا إنّ كتاب الفجّار لفي سجّينٍ.

قال: هم الّذين فجروا في حقّ الأئمّة واعتدوا عليهم.

قلت: ثُمّ يقال: هذا الّذي كنتم به تكذّبون.

قال: يعني أمير المؤمنين علیہ السلام.

قلت: تنزیل؟

قال: نعم.

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وہ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ (کی پھونکوں) سے اللہ کے نور کو بجھا دیں''۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے نورِ ولایت کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کے بارے میں فرمایئے: ''خداوند تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا''۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے نبی اور نور، جو ہم نے نازل کیا، اس پر ایمان لائے''۔ اس نور سے مراد امام ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی تفسیر کیا ہے: ''وہ وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا''۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے وصی کی ولایت کا حکم دیا۔ ولایت دین حق ہے۔

میں نے عرض کیا: ''تا کہ اُسے ادیانِ عالم پر غالب کر دے''۔ جب ''قائمؑ'' قیام فرمائیں گے تو اُس وقت دین حق کو ادیانِ عالم پر غلبہ حاصل ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے: خداوند تعالیٰ امامت کی تکمیل کریگا، یعنی حضرت مہدی علیہ السلام کی ولایت کے ساتھ تکمیلِ امامت ہوگی، اگرچہ کافروں کو علی بن ابی طالبؑ کی ولایت ناگوار بھی کیوں نہ گزرے۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! یہ تنزیل کا معنی ہے، جو اس کے علاوہ حروف و الفاظ ہیں، وہ تاویل ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی تفسیر کیا ہے: "یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے"۔

آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ نے اُس آدمی کو منافق کہا ہے، جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی و جانشین کی پیروی نہ کرے اور جس کسی نے وصی کا انکار کیا تو ایسے ہے جیسے اُس نے نبوت کا انکار کیا۔ اس بارے میں اللہ نے آیت نازل فرمائی ہے:

> (اے محمدؐ) (جب تیرے پاس منافقین آئیں) جو تیرے وصی کی ولایت کے منکر ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اس کا پیغمبر ہے اور خداوند تعالیٰ جانتا ہے کہ تو اُس کا پیغمبرؐ ہے (اور یہ منافقین جو ولایتِ علیؑ کے منکر ہیں) جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور اللہ کے اُس راستے سے جو اُس کے پیغمبر کے وصی کا راستہ ہے، سے روکتے ہیں (جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ یقیناً بُرا ہے)۔ (یہ اس لیے ہے کہ یہ) تیری رسالت پر ایمان لا کر، تیرے وصی کی ولایت کا (انکار کر دیا)۔ پس ان کے دلوں پر مہر لگ گئی لہٰذا اب یہ سمجھتے نہیں ہیں"۔

میں نے کہا: وہ سمجھتے نہیں ہیں، کا معنی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تیری نبوت کو نہیں سمجھتے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کا کیا معنی ہے: "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آیئے تاکہ رسولِ خدا تمھاری شفاعت کریں"۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی تفسیر یہ ہے: "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آیئے علیؑ کی ولایت کی طرف، تاکہ پیغمبر ﷺ تمہارے گناہوں کے لیے استغفار کریں تو وہ سر جھکا دیتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: آپ نے دیکھا ہے کہ (وہ ولایت علیؑ) سے روکتے ہیں اور اُس پر تکبر کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان کے ساتھ ان لوگوں کا تعارف کرایا ہے: "ان کے لیے یکساں ہے خواہ آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، اللہ یقیناً فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا"۔ یعنی وہ لوگ جو تیرے وصی کے حق میں ظالم ہیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: اس آیت سے کیا مراد ہے؟ "کیا وہ شخص زیادہ ہدایت پر ہے جو اپنے منہ کے بل چلتا ہے یا وہ جو سیدھا سر اُٹھائے راہِ راست پر چلتا ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کی مثال دی ہے جس نے ولایتِ علیؑ کی مخالفت کی، جو اپنے منہ کے بل چلتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ کدھر جائے اور جو آدمی علیؑ کا پیروکار ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ راہِ راست پر چل رہا ہے اور راہِ مستقیم ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ "یہ فرمان رسول بزرگوار کا ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: رسولِ بزرگوار سے یہاں مراد جنابِ جبرئیلؑ ہیں اور ان کا قول ولایت علیؑ کی تائید میں ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی وضاحت فرمائیں: "اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: قریش کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اللہ نے اُسے علیؑ کی ولایت کا حکم نہیں دیا ہے، حالانکہ اللہ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے: "ولایتِ علیؑ وہ امر ہے جس کو عالمین کے پروردگار نے نازل کیا اور اگر اس نبی نے کوئی تھوڑی بات بھی گھڑ کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اُسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کا رُخ ولایت کی طرف پھیرا اور فرمایا: ولایتِ علیؑ عالمین کے متقین کے لیے تذکرہ ہے اور ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو اُس کی تکذیب کریں گے اور تحقیق علیؑ کی ذات کافروں پر حسرت ہے۔ ان کی ولایت ایک واقعی حقیقت ہے۔ پس اے محمدؐ! اپنے عظیم پروردگار کی تسبیح بیان کر، یعنی تو اپنے عظیم پروردگار کا شکر ادا کر کہ جس نے تجھے یہ نعمت عطا کی ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کا کیا معنی ہے: "جب ہم نے ہدایت سنی تو اُس وقت ہم اس پر ایمان لے آئے"۔

آپؑ نے فرمایا: اس ہدایت سے مراد ولایت ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا پر ایمان لائے اور جو شخص اپنے آقا و مولا پر ایمان لے آیا تو وہ نہ نقصان دیکھے گا اور نہ اُسے خوف و ہراس ہوگا"۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، یہ تاویل ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کا کیا معنی ہے؟ "میں تمہارے نقصان اور ہدایت کا مالک نہیں ہوں"۔

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ کی دعوت دی تو قریش جمع ہو گئے اور انھوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس امر سے ہمیں

دُور رکھ۔

اُن کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے نہ کہ میری طرف سے۔ پھر انھوں نے پیغمبر ﷺ پر تہمت لگائی اور چلتے بنے تو اُس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اے میرے پیغمبرؐ! ان سے کہہ دے میں تمھارے نقصان اور ہدایت کا مالک نہیں ہوں"۔ کہہ دیجیے: مجھے اللہ سے کوئی ہرگز نہیں بچا سکتا اور نہ ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ یا سکون گاہ۔ میرا کام تو صرف اللہ ہی کی بات ہے اور اُس کے پیغامات کا پہنچانا ہے (علیؑ کی ولایت کا پیغام)۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! یہ تنزیل ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ازراہ تاکید فرمایا کہ جس کسی نے اللہ اور اُس کے پیغمبر ﷺ کی مخالفت کی وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کا معنی کیا ہے: "(وہ ایمان نہیں لائیں گے) یہاں تک کہ وہ اُسے دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کا مددگار زیادہ کمزور ہے اور کس کی جماعت قلت میں ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: اس گفتگو سے مراد حضرت قائمؑ اور ان کے اصحاب ہیں۔

میں نے عرض کیا: "وہ جو کچھ کہتے ہیں اُس پر صبر کر" کا معنی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جو کچھ آپ کے بارے میں کہتے ہیں اُس پر صبر کر اور شائستہ انداز میں اُن سے دُوری اختیار کر۔

"(اے محمدؐ! جو تیرے وصی کو) جھٹلانے والے ہیں اور نعمتوں پر ناز کرنے والے ہیں، کو مجھ پر چھوڑ دیجیے اور انھیں تھوڑی مہلت دے دیجیے"۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی تشریح فرمایئے: ''وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے وہ منزلِ یقین پر پہنچ گئے''۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا معنی ہے وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ اور اُس کا رسول اور اُس کا وصی حق پر ہیں۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی توضیح فرمائیں: ''وہ لوگ جو ایمان لائے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا''۔

آپؑ نے فرمایا: جو لوگ وصی کی ولایت پر ایمان لائے تو ان کا ایمان بڑھ گیا۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی تفسیر فرمائیں: ''وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی اور جو صاحبانِ ایمان ہیں وہ شک نہیں کرتے''۔

آپؑ نے فرمایا: یعنی وہ ولایت علیؑ میں شک نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا: اس شک سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ کتاب والے اور اہلِ ایمان ولایت علیؑ میں شک نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا: ''یہ نہیں ہے مگر بشر کے لیے یادآوری اور بیداری ہے'' اس آیت سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت سے مراد کیا ہے؟ ''یہ بزرگ ترین حوادث میں سے ایک ہے''۔

آپؑ نے فرمایا: ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت سے کیا مراد ہے؟ ''تم میں سے جو چاہے آگے

کی طرف بڑھے اور جو چاہے پیچھے کی طرف چلا جائے"۔

آپؑ نے فرمایا: ہر وہ شخص جو ہماری ولایت کی طرف بڑھتا ہے تو وہ جہنم سے دُور ہوتا ہے اور جو شخص ہم سے کنارہ کشی کرتا ہے تو وہ دوزخ کے قریب ہوتا ہے، سوائے اصحابِ یمین کے۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! اصحابِ یمین ہی ہمارے شیعہ ہیں!

میں نے عرض کیا: اس آیت کی تفسیر بیان فرمائیں: "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے"۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ "ہم محمدؐ کے وصی اور اُس کے جانشینوں سے علاقہ نہ رکھتے تھے اور اُن پر درود نہیں بھیجتے تھے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی تشریح فرمائیں: "انھیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ تذکر سے رُوگردانی کرتے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: وہ ولایت امیرالمومنینؑ سے رُوگردانی کرنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا: "ہرگز نہیں! یہ صرف یادآوری ہے" اس کا کیا معنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ولایت ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کا معنی کیا ہے؟ "وہ نذر وفا کرتے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اللہ کے اس معاہدے کو پورا کرتے ہیں جو اللہ نے اُن سے ہماری ولایت کا عہد لیا تھا۔

میں نے عرض کیا: "ہم نے بطور مسلم آپ پر قرآن کو نازل کیا" کا معنی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہے "ہم نے ولایتِ علیؑ نازل کی"۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! یہ تنزیل ہے۔

میں نے عرض کیا: اس کا معنی کیا ہے: "یہ صرف اور صرف یادآوری ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد "ولایت" ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کا معنی بتائیے؟ "جو چاہے اس کی رحمت میں داخل ہو"۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہماری "ولایت" ہے جو چاہے اس میں داخل ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ فرماتا ہے: "ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے نفوس پر خود ظلم کیا ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ گرامی تر اور بالاتر ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے، یا اپنی طرف ظلم کی نسبت دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے ساتھ مخلوط کر دیا۔ پھر اس صورت میں ہمارے اُوپر ہونے والے ظلم کی نسبت اپنی طرف کر دی اور ہماری ولایت کو اپنی ولایت قرار دیا اور اس بارے میں آیت نازل فرمائی: "ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے اپنے نفوس پر خود ظلم کیا"۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! یہ تنزیل ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کے بارے میں کیا فرمائیں گے: "اس روز تباہی ہوگی ان کے لیے جو جھٹلانے والے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں اس کا معنی یہ ہے کہ "تباہی ہے جھٹلانے والوں کے لیے، اے محمدؐ! انھوں نے میری اُس وحی کو جھٹلایا جو علیؑ کی ولایت کے بارے میں ہے: "کیا ہم نے اوّلین کو ہلاک نہیں کیا اور جو بعد میں آنے والے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو اوّلین کے ساتھ ہوا ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: اوّلین وہ ہیں جنھوں نے انبیؑا کے اوصیاء کی اطاعت نہ کر کے انبیؑا کی تکذیب کی۔ "ہم مجرمین کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: جن لوگوں نے آلِ محمدؐ کے ساتھ ظالمانہ رویہ اپنایا تو ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو انھوں نے کیا۔

میں نے عرض کیا: "ان المتقین" کی تشریح کیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! متقین سے مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ ہمارے سوا کوئی اور ملتِ ابراہیم اور اُس کے طریقے پر نہیں ہے۔ ہمارے سوا باقی تمام لوگ ملت ابراہیمؑ سے دُور ہیں۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کا معنی کیا ہے؟ "جس دن روح اور ملائکہ صف بستہ ہوں گے اور بات نہیں کریں گے"۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! قیامت کے دن ہمیں اجازت ہوگی اور ہم حق بات کریں گے۔

میں نے عرض کیا: جب آپ بات کرو گے تو کیا بات کرو گے؟

آپؑ نے فرمایا: ہم اپنے پروردگار کی تمجید کریں گے اور اپنے نبیوں پر درود بھیجیں گے اور ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے اور ہماری شفاعت رد نہیں کی جائے گی۔

میں نے عرض کیا: اس آیت کی وضاحت فرمائیں: "ہرگز نہیں مجرمین کا نامہ سجین میں ہے"۔

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے آئمۂ حق کی نافرمانی کی اور ان پر مظالم ڈھائے۔

میں نے عرض کیا: پھر کہا گیا ہے یہ وہ ہے جس کی تم نے تکذیب کی۔

آپؑ نے فرمایا: یعنی انھوں نے امیرالمومنینؑ کی تکذیب کی۔

میں نے کہا: کیا یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! یہ تنزیل ہے۔ (بحارالانوار: ۲۴/۳۳۶، عن الکافی: ۱/۴۳۲)

کیا آپؑ کے یہ تمام مطالب قرآن وسنت سے مربوط ہیں؟

عن أبي المغراء عن سماعة عن أبي الحسن موسى علیہ السلام قال:

قلت له: أكلّ شئ في كتاب الله وسنة نبيه صلی اللہ علیہ وآلہ أو تقولون فيه؟

قال: بل كلّ شئ في كتاب الله وسنّة نبيه صلی اللہ علیہ وآلہ؟

سماعہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا آپؑ کے یہ تمام مطالب قرآن وسنت سے مربوط ہیں یا یہ آپؑ کے اپنے نظریات ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جو کچھ میں نے بیان کیا ہے قرآن وسنت سے بیان کیا ہے۔ (الکافی: ۱/۶۲)

ہر شب ختم قرآن

عدة من أصحابنا عن أحمد بن محمد بن خالد عن يحيى بن إبراهيم بن أبي البلاد عن أبيه عن علي بن المغيرة عن أبي الحسن علیہ السلام قال:

قلت له: إنّ أبي سأل جدّك عن ختم القرآن في كلّ ليلة.

فقال له جدّك: كلّ ليلة.

فقال له: في شهر رمضان.

فقال له جدّك: في شهر رمضان.

فقال له أبي: نعم ما استطعت.

فكان أبي يختمه أربعين ختمة في شهر رمضان، ثُمّ ختمته بعد أبي، فربما زدت وربّما نقصت على قدر فراغي وشغلي ونشاطي وكسلي، فاذا كان في يوم الفطر جعلت لرسول الله صلى الله عليه وآله ختمة ولعليّ عليه السلام أُخرى ولفاطمة عليها السلام أُخرى، ثمّ للأئمة عليهم السلام حتّىٰ انتهيت إليك فصيرت لك واحدة منذ صرت في هذا الحال، فأيّ شيئ لي بذلك؟

قال: لك بذلك أن تكون معهم يوم القيامة.

قلت: الله اكبر! فلي بذلك؟

قال: نعم، ثلاث مرّات.

میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میرے والد نے آپؑ کے جد بزرگوار سے ہر شب ختمِ قرآن کے بارے میں پوچھا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ ہاں! ہر رات ختمِ قرآن کر سکتے ہو۔

ان کی خدمت میں عرض کیا گیا: کیا ماہِ رمضان میں بھی ایسا کیا جا سکتا ہے؟

آپؑ کے دادا نے فرمایا تھا: ہاں ایسا کیا جا سکتا ہے۔

میرے والد نے ان سے عرض کیا تھا: میں جتنی طاقت رکھتا ہوں، میں قرآن پڑھتا ہوں۔ میرے والد ماہِ رمضان میں چالیس ختم قرآن کرتے تھے اور میں بھی اپنے والد کے بعد ماہِ رمضان میں اسی صورت میں ختم قرآن کرتا ہوں۔ کبھی زیادہ اور

کبھی کم، کیوں کہ کچھ مصروفیات کی وجہ سے اور کچھ کاہلی کی وجہ سے کمی ہو جاتی ہے۔

عید فطر کے روز میں ایک ختم قرآن رسولؐ اللہ کو، ایک امام علیؑ کو، ایک حضرت فاطمہ زہراؑ کو اور اس طرح ان کے بعد آنے والے ائمہؑ کو یہاں تک کہ آپؑ کی ذات تک کو ایک ایک ختم قرآن ہدیہ کرتا ہوں اور ہمیشہ سے میرا معمول چلا آرہا ہے، میری اس محنت کا اجر کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: تیرا اجر یہ ہے کہ قیامت کے دن تو اُن کے ساتھ ہوگا۔

میں نے بے ساختہ "اللہ اکبر" کی صدا لگائی اور کہا: میرا اجر اتنا عظیم ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جی ہاں! جی ہاں! (الکافی: ۲/۶۱۸، بحارالانوار: ۵/۹۵)

ہم قرآنی آیات کے جو مطالب آپؑ سے سنتے ہیں وہ مطالب ہمارے پاس نہیں ہوتے!

عدة من أصحابنا عن سهل بن زياد عن محمد بن سليمان عن بعض أصحابه عن أبي الحسن عليه السلام قال: قلت: له : جعلت فداك ، إنّا نسمع الآيات في القرآن ليس هي عندنا كما نسمعها، ولا نحسن أن نقرأها كما بلغنا عنكم فهل نأثم؟

فقال: لا، اقرؤ وا كما تعلمتم، فسيجيئكم من يعلمكم.

محمد بن سلیمان نے اپنے کسی دوست سے سنا کہ اُس نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، جس طرح قرآنی آیات آپؑ سے سنتے ہیں اس طرح ان کے مطالب ہمارے پاس نہیں ہیں اور جس طرح وہ آیات آپؑ کے پاس پہنچی ہیں اس طرح ان کا پڑھنا ہمارے لیے ممکن ہی نہیں ہے تو کیا ہم اس صورت

میں گناہ گار ہو جاتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، تم اسی طرح پڑھو جس طرح تمھیں سکھایا گیا ہے۔ عنقریب وہ تمھارے پاس آئیں گے اور تمھیں پڑھائیں گے۔ (الکافی: ۲/۶۱۹)

افضل ترین سورہ کون سی ہے جو نماز میں پڑھی جائے؟

علي بن محمد عن سهل بن زياد عن أحمد بن عبدوس عن محمد بن زاوية عن أبي علي بن راشد قال:

قلت لأبي الحسن عليه السلام: جعلت فداك، إنّك كتبت إلى محمد بن الفرج تعلمه أن أفضل ما تقرأ في الفرائض ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ﴾ و ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ و إنّ صدري ليضيق بقراءتهما في الفجر.

فقال عليه السلام: لا يضيقن صدرك بهما، فإنّ الفضل والله فيهما.

جناب ابوعلی راشد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا: قربان جاؤں آپؑ نے محمد بن فرج کے خط میں تحریر کیا تھا کہ افضل ترین سورتیں جو نماز واجب میں پڑھی جائیں وہ سورۂ قدر اور سورۂ توحید ہیں لیکن میں جب انھیں نماز صبح میں پڑھتا ہوں تو میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ان کے پڑھنے سے اپنے سینے کو تنگ نہ کر، بخدا! فضل و برتری ان دونوں میں ہے۔ (الکافی: ۳/۳۱۵)

اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

عن الحسن بن محبوب عن محمد بن الفضيل عن

أبي الحسن علیہ السلام قال:

سألته عن قول الله تبارك وتعالى: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ﴾ (سورۂ صف:۸)

قال: يريدون ليطفئوا ولاية أمير المؤمنين علیہ السلام بأفواههم.

قلت: قوله تعالى: ﴿وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ﴾ (سورۂ صف:۸)

قال: يقول: والله متمّ الامامة ، والامامة هي النور، وذلك قوله عزّوجلّ: ﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا﴾ (سورۂ تغابن:۸)

قال: النور هو الامام.

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں اس آیت کی تفسیر پوچھی: "وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو (اپنی پھونکوں سے) بجھا دیں"۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ ولایت امیرالمومنینؑ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔

میں نے عرض کیا: اس کا معنی کیا ہے؟ "اور اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا"۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ اللہ امامت کو مکمل کر کے رہے گا اور امامت ہی نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "پس تم اللہ، اُس کے رسولؐ اور نور پر ایمان لاؤ، جو ہم نے نازل کیا"۔

آپؑ نے فرمایا: اس نور سے مراد امامؑ ہے۔ (الکافی: ۱/۱۹۵)

مگر رسول اللہؐ تو نماز میں قرآن بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تھے؟

عدة من أصحابنا عن سهل بن زياد عن محمد بن

حسن بن شمون قال: حدّثنی علی بن محمد النوفلی عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

ذکرت الصوت عنده. فقال: إنّ علی بن الحسین علیہما السلام کان یقرأ فربما مرّ به المار فصعق من حسن صوته، و إنّ الامام لو أظهر من ذلک شیئًا لما احتمله النّاس من حسنه.

قلت: ولم یکن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ یصلی بالناس ویرفع صوته بالقرآن؟

فقال: إنّ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ کان یحمل الناس من خلفه ما یطیقون.

علی بن نوفلی کہتے ہیں کہ میں نے امام کاظم علیہ السلام سے نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھنے کا مسئلہ پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: جب امام زین العابدین علیہ السلام نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھتے تو بسا اوقات ان کی خوش الحانی سن کر وہاں سے گزرنے والے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر امامؑ اپنے حُسنِ صوت کو ظاہر کرے تو لوگ برداشت نہ کر سکیں گے۔

میں نے عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ جب نماز پڑھاتے تھے تو وہ اپنی آواز کو بلند نہیں کرتے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نماز میں لوگوں کو اپنے پیچھے رکھتے تھے اس لیے وہ برداشت کر لیتے تھے۔ (الکافی: ۲/۶۱۵)

کیا بہت سے مساکین کا کھانا ایک انسان کو دیا جا سکتا ہے؟

عن ابراهیم بن عبدالحمید عن أبی ابراهیم علیہ السلام قال:

سألته عن إطعام عشرة مساكين أو ستين مسكيناً

أيجمع ذلك لإنسان واحد؟

قال: لا، أعطه واحداً واحداً، كما قال الله.

قال: قلت: أفيعطيه ﴿الرجل﴾ قرابته؟

قال: نعم.

قال: قلت: أفيعطيه الضعفاء من النساء من غير أهل الولاية؟

قال: فقال: نعم، أهل الولاية أحبّ إلي.

ابراہیم بن عبدالحمید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: کیا دس یا ساٹھ مساکین کا کھانا ایک انسان کو دیا جاسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، ایک ایک آدمی کو دیجیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا: کیا انسان اپنے قریبوں کو یہ کھانا دے سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! دے سکتا ہے۔

میں نے پوچھا: ایسی مساکین عورتوں کو کھانا دیا جاسکتا ہے جو ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ کا عقیدہ نہیں رکھتیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں دیا جاسکتا ہے، لیکن اگر ولایت کا عقیدہ رکھتی ہوں تو ہماری دوستی کی بنا پر دینا افضل ہے۔ (تفسیر العیاشی: ص ۳۳۷، حدیث ۵)

کیا میں حمام میں قرآن پڑھ سکتا ہوں؟

عن محمد بن أبي حمزة عن علي بن يقطين قال: قلت لأبي الحسن علیہ السلام: أقرأ القرآن في الحمام وأنكح فيه؟!

قال: لابأس.

علی بن یقطین کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: کیا میں حمام میں قرآن پڑھ سکتا ہوں؟ اور وہاں میں اپنی بیوی سے ہم بستری بھی کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (وسائل الشیعہ: ۱۵/۴۷)

سفر خشکی کے راستے سے کروں یا دریائی راستے سے؟

أحمد بن محمد بن عیسٰی عن ابن أسباط قال:

قلت: لأبی الحسن علیہ السلام: ما ترٰی أخرج برّاً أو بحراً، فإنّ طریقنا مخوف شدید الخطر.

فقال: اخرج برّاً.

ثمّ قال: ولا علیك أن تأتی مسجد رسول الله صلی الله علیہ وآلہ فتصلّی رکعتین فی غیر وقت فریضة، ثمّ تستخیر الله مائة مرّة، فإن خرج لك علی البحر، فقل الّذی قال الله تبارك وتعالٰی: ﴿ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا إِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورۂ ہود: ۴۱)

فإذا اضطرب فقل: بسم اللّٰہ اسکن بسکینة الله وقرّ بقرار الله اھدأ بإذن الله ولاحول ولا قوّة إلّا بإذن اللّٰہ.

قلنا لہ: أصلحك الله، ما السکینة؟

قال: ریح تخرج من الجنّة، لھا صورة کصورة الانسان ورائحتہ طیبة وھی الّتی أنزلت علی إبراھیم علیہ السلام فأقبلت تدور حول أرکان البیت وھو یضع الأساطین.

قلنا: هی من التی قال فیه: ﴿سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۴۸)

قال: تلك السكينة كانت فی التابوت وكانت فيها طست تغسل فيها قلوب الأنبياء، وكان التابوت يدور فی بنی اسرائيل مع الأنبياء.

ثمّ أقبل علينا فقال: فما تابوتكم؟

قلنا: السلاح.

قال: صدقتم هو تابوتكم.

ثمّ قال: فإن خرجت برأ فقل الّذی قال الله: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ○ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ﴾ (سورۂ زخرف: ۱۳-۱۴) فإنه ليس عبد يقول عند ركوبه فيقع من بعير أو دابة فيضرّه بشئ بإذنِ الله.

وَقَالَ: إِذَا خرجت من منزلك فقل: "بسم الله آمنت بالله توكلت على الله لا حول ولا قوة إِلَّا بِالله". فَإِنّ الملائكه تضرب وجوه الشياطين وتقول: قد سمی الله وآمن بالله وتوكل على الله وقال: لاحول ولا قوة إِلَّا بِاللهِ.

ابن اسباط کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا: آپؑ کی کیا رائے ہے کہ میں سفر خشکی کے راستے سے کروں یا دریائی راستے سے، کیوں کہ ہمارا راستہ نہایت ہی خطرناک ہے؟

آپؑ نے فرمایا: خشکی کا راستہ اپناؤ۔ بعدازیں آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ سفر جانے سے قبل تو مسجد نبویؐ میں نماز واجب کے اوقات کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھ اور سو مرتبہ بارگاہِ خداوندی میں اپنے لیے خیر کی دُعا مانگ۔ اگر تیرا دریائی راستے کا ارادہ بن جائے تو وہی پڑھ جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: "کشتی میں سوار ہو جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ تحقیق میرا رب بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔

اگر دریا میں طوفان آ جائے تو پھر یہ دعا پڑھو:

بسم الله اسكن بسكينة الله وقر بوقار الله واهدء باذن الله ولا حول ولا قوة الا باذن الله.

میں نے عرض کیا: خداوند تعالیٰ آپؑ کی عظمت میں اور اضافہ فرمائے، سکینہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہوا ہے جو بہشت سے آتی ہے۔ اس کی شکل بالکل انسان کی طرح ہے اور وہ خوشبودار ہوتی ہے اور وہ وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئی تھی اور اس نے کعبہ کے اردگرد چکر لگایا اور اس کی بنیاد رکھی۔

میں نے عرض کیا: یہ وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکون ہے، جس میں آلِ موسیٰؑ و ہارونؑ کی چھوڑی ہوئی چیزیں ہیں، جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے"۔

آپؑ نے فرمایا: وہ سکینہ تابوت میں تھا اور اس میں طشت تھا کہ جس میں پیغمبروںؑ کے قلوب کو دھویا جاتا تھا اور وہ تابوت بنی اسرائیل کے پیغمبروںؑ میں چکر لگاتا رہا ہے۔

پھر آپؑ نے ہماری طرف اپنا رُخِ انور کیا اور فرمایا: تمہارا تابوت کیا ہے؟

ہم نے عرض کیا: سلاح۔

آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں نے سچ کہا وہ تمھارا تابوت ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ صحرائی راستے سے سفر کرو تو جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے وہی کہو: سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین۔

یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ بندہ اپنی سواری پر سوار ہوتے وقت اِن کلمات کو پڑھے اور اپنے اُونٹ یا سواری سے گرے اور اُس کا نقصان ہو؟

آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر سے نکلو تو کہو:

بسم اللّٰہ امنت باللّٰہ توکلت علی اللّٰہ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ

جب انسان ان کلمات کو زبان پر جاری کرتا ہے تو ملائکہ شیاطین کے منہ پر ضربیں لگاتے ہیں اور کہتے ہیں: اُس نے اللہ کا نام لیا ہے اور وہ اس پر ایمان رکھتا ہے اور اُس نے اپنے خدا پر توکل کیا ہے: لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ (قرب الاسناد: ص۱۶۴)

انجیر اور زیتون کی قسم کا کیا معنی ہے؟

جعفر بن محمد بإسناده عن محمد بن الفضيل بن يسار، قال:

سألت أبا الحسن عليه السلام عن قول الله عزّوجلّ: ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ (سورۃ التین:۱)

قال: التين، الحسن عليه السلام، والزيتون الحسين عليه السلام.

فقلت: وقوله: ﴿وَطُورِ سِينِينَ﴾.

فقال: ليس هو طور سينين، إنّما هو طور سيناء، ذلك أمير المؤمنين علي بن أبي طالب عليه السلام.

قلت: قوله: ﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ﴾.

قال: ذٰلك رسول الله ﷺ.

ثمّ سكت ساعة، ثمّ قال: لم لا تستو فى مسألتك إلى آخر السورة؟

قلت: بأبى وأمى! قوله: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (سورۃ التین:۲-۳)

قال: ذٰلك أمير المؤمنين علیہ السلام وشيعته كلّهم فلهم أجر غير ممنون.

محمد بن فضیل بن یسار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے انجیر اور زیتون کی قسم کے بارے میں سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: "تین" سے مراد امام حسنؑ ہیں اور "زیتون" سے مراد امام حسین علیہ السلام ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: طور سینین کی قسم کا کیا معنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ "طور" جو مشہور ہے وہ طور سینین نہیں تھا، بلکہ وہ "طور سینا" تھا۔ اس "طور سینین" سے مراد امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

میں نے عرض کیا: "اس شہر امن کی قسم" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بلد امین پیغمبر خدا ﷺ ہیں۔

پھر آپؑ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئے، بعد ازیں فرمایا: اپنے مسئلہ کو سورہ کے آخر تک کیوں نہیں پوچھتا؟

میں نے عرض کیا: میرے والدین آپؑ پر قربان ہوں۔ "مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے اچھے عمل انجام دیے" کا مطلب کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد امام علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے پیروکار ہیں۔ جو ان کا اجر ہے وہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ (بحار الانوار: ۳۶/ ۱۰۷، عن تفسیر فرات ص ۵۷۷)

تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی

محمد بن الحسین بن ابراهیم معنعناً عن محمد بن الفضیل قال:

سألت أبا الحسن علیه السلام عن قول الله تعالیٰ: ﴿وَأَوْحٰى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا﴾.

قال: من قریش.

قلت: قوله: ﴿وَمِنَ الشَّجَرِ﴾.

قَالَ: یعنی من العرب.

قال: قلت: ﴿وَمِمَّا يَعْرِشُونَ﴾.

قال: یعنی من الموالی.

قال: قلت: قوله: ﴿فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا﴾. (سورۂ نحل: ۶۸ و ۶۹)

قال: هو السبیل الّذی نحن علیه من دینه.

قلت: ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾.

قال: یعنی ما یخرج مر علم أمیر المؤمنین علیه السلام علی بن أبی طالب علیه السلام فهو الشفاء کما قال: ﴿وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ﴾. (سورۂ یونس: ۵۷)

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسنؑ سے اس فرمانِ خداوندی

کی تفسیر پوچھی کہ تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ تو پہاڑوں میں اپنے گھر بنا۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد قریش ہیں۔

میں نے عرض کیا: شجر سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: عرب ہیں۔

میں نے عرض کیا: ''وہ گھر جو لوگ بناتے ہیں'' سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ''غلام'' ہیں۔

میں نے عرض کیا: ''اپنے پروردگار کے سدھائے ہوئے راستوں پر چل'' سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہمارا راستہ ہے اور ہم ہی اس کے دین میں ہیں۔

میں نے عرض کیا: ''اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے'' کا معنی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یعنی جو چیز امیر المومنینؑ کے علم سے باہر آتی ہے وہی شفاء ہے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور ان کے صدور میں شفاء ہے''۔

(بحار الانوار: ۶۴/۱۱۳، عن تفسیر فرات)

اس فرمانِ خداوندی کی تفسیر کیا ہے؟

عن ابن بكير قال: سألت أبا الحسن عليه السلام عن قوله:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً﴾.

(سورۂ آل عمران: ۸۳)

قال: أنزلت في القائم عليه السلام، إذا خرج باليهود والنصارى والصابئين والزنادقة وأهل الردة والكفار في شرق الأرض وغربها، فعرض عيهم الاسلام، فمن أسلم

طوعاً أمرہ بالصلاة والزکاة وما یؤمر بہ المسلم ویجب للہ علیہ، ومن لم یسلم ضرب عنقہ حتّٰی لا یبقی فی المشارق والمغارب أحد إلاّ وحّد اللہ.

قلت لہ: جعلت فداك، إنّ الخلق أکثر من ذٰلك.

فقال: إن اللہ إذا أراد أمراً قلل الکثیر وکثر القلیل.

ابن بکیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: "وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں انھوں نے ازراہِ اختیار یا ازراہِ اضطرار اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کیے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت حضرت قائمؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ، صابئین، زنادقہ، مرتدین اور کفار پر خروج فرمائیں گے اور ان پر اسلام کو پیش کریں گے۔ جس نے ان کے سامنے ازراہِ اطاعت اسلام قبول کیا تو اُنھیں نماز و زکوٰۃ کا حکم دیں گے، جس طرح کہ مسلمانوں کے واجبات ہیں، تو ان پر بھی واجب کریں گے اور جس نے ان کے سامنے اسلام قبول نہ کیا تو اُسے قتل کر دیں گے۔ اس طرح کائنات میں کوئی ایک فرد بھی باقی نہ رہے گا کہ جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار نہ کرتا ہو۔

میں نے اُس وقت عرض کیا: قربان جاؤں، اس کائنات میں لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حضرت قائمؑ ان پر کس طرح اپنے احکام جاری کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو تھوڑی چیز زیادہ ہو جاتی ہے اور زیادہ کم ہو جاتی ہے۔ (التفسیر العیاشی: ۱۸۳/۳)

یتیم کا سرپرست اس آیت کے حکم میں داخل ہے؟

عن أحمد بن محمد قال:

سألت أبا الحسن ؑ عن الرجل يكون في يده مال لأيتام فيحتاج فيمدّ يده فينفق منه عليه وعلى عياله وهو ينوي أن يردّه إليهم أهو ممّن قال الله: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا﴾ الآية؟

قال: لا، ولكن ينبغي له ألا يأكل إلّا بقصد ولا يسرف.

قلت له: كم أدنى ما يكون من مال اليتيم إذا هو أكله وهو لا ينوي ردّه حتّى يكون يأكل في بطنه نارا؟

قال: قليله وكثيره واحد، إذا كان من نفسه ونيّته أن لا يردّه إليهم.

احمد بن محمد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم ؑ سے پوچھا: ایک آدمی کے پاس مال یتیم ہوتا ہے اور وہ ضرورت مند ہو جاتا ہے اور وہ اس یتیم کا مال اپنے عیال پر اور اُس پر اس نیت سے خرچ کرتا ہے کہ اُسے واپس کر دے گا۔ کیا اُس پر اس آیت کا حکم جاری ہوگا: ''وہ لوگ جو ازراہِ ستم یتیموں کا مال کھاتے ہیں''۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں، وہ واپس نہ کرنے کی نیت سے استعمال نہ کرے اور اس میں اِسراف بھی نہ کرے۔

میں نے عرض کیا: یتیم کا تھوڑے سے تھوڑا مال کتنا ہوتا ہے کہ آدمی اُسے اس نیت سے کھائے کہ وہ واپس نہیں کرے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس حکم میں قلیل و کثیر برابر ہیں۔ جب وہ واپسی کی نیت کے بغیر کھائے تو تھوڑا کھائے یا بہت وہ اس آیت کے حکم میں شامل ہو جاتا ہے۔

(المصدر: ۳/۲۲۴)

خداوند تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے!

عن الحسين بن خالد قال:

سألت أبا الحسن علیہ السلام عن قول الله ﴿مَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (سورۂ انعام:۵۹)

فقال: الورقة السقط، يسقط من بطن أمه من قبل أن يهل الولد.

قال: فقلت: وقوله: ﴿ولا حبّة﴾.

قال: يعني الولد في بطن أمه، إذا أهل ويسقط من قبل الولادة.

قال: قلت قوله: ﴿ولا رطب﴾.

قال: يعني المضغة إذا أسكنت في الرحم قبل أن يتم خلقها قبل أن ينتقل.

قال: قلت قوله: ﴿ولا يابس﴾.

قال: الولد التام.

قال قلت: ﴿في كتاب مبين﴾.

قال: في إمام مبين.

حسین بن خالد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اُس سے آگاہ ہوتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور خشک وتر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اس ''برگ'' سے مراد وہ چھوٹا بچہ ہے، جو اپنی ماں کے پیٹ

میں فریاد کرنے سے قبل سقط ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: اس فرمان "نہ کوئی دانہ" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد وہ بچہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہو اور وقتِ ولادت سے قبل ساقط ہو جائے لیکن سقط کے وقت فریاد کرے۔

میں نے عرض کیا: "نہ کوئی تر" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد "مضغہ" ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ جب رحم میں نطفہ ٹھہرتا ہے اس نطفہ کے ٹھہرنے کے بعد کہ اس کی خلقت تمام ہو اس حالت کا نام "مضغہ" ہے۔

میں نے عرض کیا: "نہ کوئی خشکی" سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ بچہ جس کی ولادت مکمل ہو جائے۔

میں نے عرض کیا: "یہ سب کتاب مبین میں موجود ہے" سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد وہ امام ہے جو موجود ہے۔ (بحارالانوار: ۳۶۱/۶)

وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں

رواه الصدوق أبو جعفر محمد بن بابويه رحمه الله عن رجاله عن محمد بن موسى بن المتوكل بإسناده عن محمد بن الفضيل عن أبي الحسن الماضي عليه السلام في قوله عزّوجلّ: ﴿إِلَّا الْمُصَلِّينَ ○ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ﴾. (سورۂ معارج: ۲۲-۲۳)

قال: أولئك والله أصحاب الخمسين من شيعتنا.

قال: قلت: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ﴾ (سورۂ مومنون: ۹)

قال: أولئك أصحاب الخمس صلوات من شيعتنا.

قال قلت: ﴿وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ﴾.

قال: هم والله من شيعتنا.

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں''۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ ''پچاس والے'' [1] ہیں جو ہمارے پیروکاروں میں سے ہیں۔

میں نے عرض کیا: ''وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' سے مراد کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ''پانچ والے'' وہ ہیں جو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ ہمارے پیروکار ہیں۔

میں نے عرض کیا: اصحاب یمین کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ ہمارے پیروکار ہیں۔ (تاویل الآیات الظاہر: ص ۳۹۹)

اس آیت کہ ''میں تمہارے نقصان اور ہدایت کا مالک نہیں ہوں''

روى علي بن محمد عن بعض أصحابنا عن الحسن بن محبوب عن محمد بن الفضيل - في حديث - عن أبي الحسن الماضي عليه السلام قال:

قلت قوله: ﴿إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾.

قال: إنّ رسول الله صلى الله عليه وآله دعا الناس إلى ولاية

---

[1] پچاس والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو رات دن میں واجب و مستحب ۵۱ رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

علی علیہ السلام فاجتمعت إليه قريش وقالوا: يامحمّد! عفنا من هذا.

فقال لهم رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: هذا إلى الله ليس إلى فاتهموه وخرجوا من عنده، فأنزل الله عزّوجلّ قل: ﴿إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ○ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ (سورۂ جن:۲۱-۲۲) إلّا بلاغاً من الله ورسالاته في وفي عليّ.

قلت: هذا تنزيل؟

قال: نعم.

ثمّ قال توكيداً: ﴿ومن يعص الله ورسوله في ولاية علي فإن له نار جهنم خالدين فيها أبداً﴾.

قلت: ﴿حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا﴾. (سورۂ جن:۲۴)

قال: يعني بذلك القائم وأنصاره.

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: "جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ "پچاس والے" ہیں جو ہمارے پیروکاروں میں سے ہیں۔

میں نے عرض کیا: "وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں" سے مراد کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "پانچ والے" وہ ہیں جو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ ہمارے پیروکار ہیں۔

میں نے عرض کیا: اصحاب یمین کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ ہمارے پیروکار ہیں۔ (تاویل الآیات الظاہر: ص ۷۰۵)

"وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی وہ منزلِ یقین پر پہنچ گئے"

روی الشیخ محمد بن یعقوب رحمہ اللہ فی ھذا التأویل عن علی بن محمد عن بعض أصحابنا عن الحسن بن محبوب عن محمد بن الفضیل عن أبی الحسن الماضی علیہ السلام : قال:

قلت قوله عزّوجلّ: ﴿لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ﴾ (سورۂ مدثر:۳۱)

قال: لیتیقنون أنّ اللہ ورسوله ووصیّه حق.

قلت: ویزداد الّذین آمنوا ایماناً؟

قال: یزدادون بولایة الوصی إیماناً.

قلت: ولا یرتاب الّذین أوتوا الکتاب والمؤمنون.

قال: بولایة علی علیہ السلام.

قلت: ما ھذا الارتیاب؟

قال: یعنی بذلك أھل الکتب والمؤمنین الّذین ذکرھم اللہ عزّوجلّ فقال: ولا یرتابون فی الولایة.

قلت: وما ھی إلّا ذکری للبشر.

قال: ولایة علی علیہ السلام.

قلت: إنّها لاحدی الکبر.

قال: الولایة.

قلت: لمن شاء منکم أن یتقدّم او یتأخّر.

قال: من تقدّم عن ولایتنا تأخّر عن سقر ومن تأخّر عنها تقدّم إلی سقر.

قلت: إلّا أصحاب الیمین.

قال: هم واللّٰه شیعتنا.

قلت: لم نك من المصلّین.

قال: لم نکن نتولّی وصی محمد والأوصیاء من بعده ولا نصلّی علیهم.

قلت: فما لهم عن التذکرة معرضین.

قال: عن الولایة معرضین.

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ”جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں“۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ ”پچاس والے“ ہیں جو ہمارے پیروکاروں میں سے ہیں۔

میں نے عرض کیا: ”وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں“ سے مراد کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ”پانچ والے“ وہ ہیں جو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ ہمارے پیروکار ہیں۔

میں نے عرض کیا: اصحاب یمین کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ ہمارے پیروکار ہیں۔ (تاویل الآیات الظاہرۃ: ص ۷۱۳)

اس آیت کی تفسیر کہ "ہم نے آپؐ پر مکمل قرآن نازل کر دیا" کیا ہے؟

علی بن محمد عن بعض أصحابنا عن الحسن بن محبوب عن محمد بن الفضیل عن أبی الحسن الماضی علیہ السلام قال:

قلت له: قوله عزوجلّ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا﴾ (سورۃ الانسان: ۲۳)

قال: نزلنا علیك القرآن بولایة علی تنزیلا.

قلت: هذا تنزیل؟

قال: لا، تأویل.

قلت: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ﴾.

قال: الولایة.

قلت: یدخل من یشاء فی رحمته.

قال: فی ولایتنا.

ثم قال: ﴿وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (سورۃ الانسان: ۳۱) أی الظالمین لأهل البیت علیہم السلام.

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: "جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں"۔

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ "پچاس والے" ہیں جو ہمارے پیروکاروں میں سے ہیں۔

میں نے عرض کیا: "وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں" سے مراد کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "پانچ والے" وہ ہیں جو پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ ہمارے پیروکار ہیں۔

میں نے عرض کیا: اصحاب یمین کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: بخدا! وہ ہمارے پیروکار ہیں۔ (المصدر: ۲۷)

ن اور قلم اور اُس کی جسے لکھنے والے لکھتے ہیں کی قسم کا کیا معنی ہے؟

روى الحسن بن أبى الحسن الديلمى عن رجاله بإسناده يرفعه إلى محمّد بن الفضيل ، عن أبى الحسن موسٰى عليه السلام قال:

سألته عن قوله تعالٰى: ﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ (سورۂ قلم: ۱)

قال: ﴿ن﴾ اسم لرسول الله صلى الله عليه وآله و "القلم" اسم لأمير المؤمنين عليه السلام.

محمد بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے: "نون قسم ہے قلم کی اور اس کی جسے (لکھنے والے) لکھتے ہیں سے کیا مراد ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "ن" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا نام مبارک ہے اور "قلم" حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا اسم مبارک ہے۔ (البرہان: ۴/ ۳۶۷، بحار الانوار: ۳۶/ ۱۶۵)

اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

محمد بن العباس عن محمد بن همام عن سهل عن محمد بن اسماعيل العلوى عن عيسٰى بن داود

النجّار عن أبي الحسن موسى علیہ السلام قال:
سألته عن قول الله: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ﴾.
قال: نحن ذرّيّة إبراهيم والمحمولون مع نوح، ونحن صفوة الله.
وأمّا: ﴿وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا﴾ فهم والله شيعتنا، الّذين هداهم الله لمودّتنا واجتباهم لديننا، فحيوا عليه وما توا عليه، وصفهم الله بالعبادة والخشوع ورقّة القلب.
فقال: ﴿إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا﴾.
قال عزّوجلّ: ﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾. وهو جبل من صفر يدور في وسط جهنم.
ثمّ قال عزّوجلّ: ﴿إِلَّا مَن تَابَ﴾ من غش آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ﴿وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا﴾ ...... إلى قوله: ﴿مَن كَانَ تَقِيًّا﴾
(سورۂ مریم: ۵۷ و ۶۳)

داؤد نجّار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''یہ وہ انبیاءؑ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، جو اولادِ آدمؑ میں سے ہیں اور ان میں سے جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں اُٹھایا''۔

آپؑ نے فرمایا: ہم ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت ہیں اور ہم ہی ہیں جو کشتیِ نوحؑ پر سوار ہوئے اور ہم ہی اللہ کے برگزیدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: "ہم نے انھیں ہدایت کی اور ہم نے انھیں برگزیدہ کیا" بخدا! اس سے مراد ہمارے پیروکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہماری محبت کے عوض ہدایت عطا کی اور ہمارے دین کی وجہ سے انھیں برگزیدہ کیا۔ وہ اسی پر زندہ رہیں گے۔ جب وہ اس جہان سے جائیں گے تو اسی دین پر ہوں گے۔

خداوند تعالیٰ نے ان کی علامات جو بتائی ہیں وہ خشوع رکھنے والے ہیں اور ان کے قلوب پر رقت طاری رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی: "جب ان پر رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدہ کی حالت میں گر پڑتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر اس کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے چل پڑے۔ پس وہ عنقریب ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔

بعدازیں خداوند تعالیٰ نے فرمایا: جن لوگوں نے (خیانتِ آلِ محمدؐ) سے توبہ کی اور ایمان لے آئے اور اچھے اچھے کام کیے وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔ اللہ نے ان لوگوں کی اپنے اس قول من کان تقیًا تک توصیف بیان کی ہے۔ (کنز الفوائد: ۱۵۲-۱۵۳، بحار الانوار: ۳۷۴/۲۴)

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کیا ہے؟

الحسین بن محمد عن المعلی عن الوشاء عن أحمد بن عمر الحلال قال: سألت أبا الحسن علیہ السلام عن قوله تعالیٰ:

﴿فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾

(سورۂ اعراف:۴۴)

قال: المؤذن أمير المؤمنين عليه السلام.

احمد بن عمر حلال کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''تو ان دونوں کے درمیان میں سے ایک پکارنے والا پکارے گا، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو''۔

آپؑ نے فرمایا: ندا دینے والے امیر المومنین علیؑ ہوں گے۔ (الکافی: ۱/۴۲۶، بحارالانوار: ۲۴/۲۶۹)

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنیٰ کیا ہے؟

عن أبي وهب عن محمد بن منصور قال:

سألت عبداً صالحاً عليه السلام عن قول الله تبارك وتعالى:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾

(سورۂ اعراف:۳۳)

فقال: إنّ القرآن له ظهر وبطن، فجميع ما حرم في الكتاب هو الظاهر والباطن من ذلك أئمة الجور، وجميع ما أحلّ في الكتاب هو الظاهر والباطن من ذلك أئمة الحق.

محمد بن منصور کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا:

''کہہ دیجیے میرے رب نے علانیہ اور پوشیدہ بے حیائی (کے ارتکاب) گناہ ناحق زیادتی اور اس بات کو حرام کیا ہے؟''

آپؑ نے فرمایا: قرآن کا ایک معنیٰ ظاہری ہے اور دوسرا باطنی ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے جو قرآن میں حرام کیا ہے وہ ظاہر قرآن ہے۔ (بصائر الدرجات:

ص ۱۵۷، بحارالانوار: ۳۰۱/۲۴)

''کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہ کیا'' کا مطلب کیا ہے؟

وروی الشیخ محمد بن یعقوب رحمه الله عن علي بن محمد باسناد عن محمد بن فضیل عن أبي الحسن الماضي علیه السلام في قوله عزّوجلّ: ﴿أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ○ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ﴾. (سورۂ مرسلات:۱۶-۱۷)

قال: الأوّلين الّذين كذبوا الرسل في طاعة الأوصياء علیهم السلام.

قلت: قوله: ﴿كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ﴾ (سورۂ صافات:۳۶)

قال: من أجرم إلى آل محمد علیهم السلام وركب من وصيه ما ركب.

قلت: قوله: ﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ (سورۂ مرسلات:۱۵)

قال: يقول ويل للمكذبين يامحمد! بما أوحيت إليك في ولاية علي علیه السلام.

(اس کا بیان گذشتہ صفحات میں کیا جاچکا ہے)

اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور مومنین کے درود سے کیا مراد ہے؟

أبي عن سعد عن أحمد بن محمد عن أبيه عن أبي المغيرة قال: سمعت أبا الحسن علیه السلام يقول:

من قالَ في دبر صلاة الصبح وصلاة المغرب قبل أن يثني

رجليه أو يكلم أحداً: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ احزاب:٥٦)

﴿اللّٰهم صلّ علىٰ محمد وذريته﴾ قضى اللّٰه له مائة حاجة سبعين في الدنيا وثلاثين في الآخرة.

قال: قلت له: ما معنى صلاة اللّٰه وصلاة ملائكته وصلاة المؤمنين؟

قال: صلاة اللّٰه رحمة من اللّٰه، وصلاة ملائكته تزكية منهم له ، وصلاة المؤمنين دعاء منهم له.

ومن سرّ آل محمد في الصلاة على النبي وآله.

اللهم صلّ علىٰ محمد وآل محمد في الأولين وصلّ على محمد وآل محمد في الآخرين وصلّ على محمد وآل محمد في الملاء الأعلى وصلّ على محمد وآل محمد في المرسلين.

اللّٰهم أعط محمداً الوسيلة والشرف والفضيلة والدرجة الكبيرة. اللهم إنّي آمنت بمحمد ولم أره، فلا تحرمني يوم القيامة رؤيته، وارزقني صحبته، وتوفّني على ملّته، واسقني من حوضه مشرباً روياً سائغاً هنيئاً لا أظمأ بعده أبدا إنّك علىٰ كُلّ شيئٍ قدير.

اللهم كما آمنت بمحمد ولم أره فعرفني في الجنان وجهه اللهم بلّغ روح محمد عنّي تحيّة كثيرة وسلاماً.

فانّ من صلّی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بهذه الصلوات هدمت ذنوبه، ومحيت خطاياه ، ودام سروره، واستجيب دعاؤه، وأعطي أمله ، وبسط له في رزقه ، وأعين على عدوّه وهي له سبب أنواع الخير ، ويجعل من رفقاء نبيّه في الجنان الأعلى. يقولهن ثلاث مرّات غدوة وثلاث مرات عشيّة.

ابومغیرہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے سنا، آپ فرمارہے تھے: جس شخص نے صبح اور مغرب کی نماز کے بعد کسی سے بات کرنے اور اُٹھنے سے قبل یہ آیت پڑھی: ''تحقیق اللہ اور اُس کے ملائکہ پیغمبرؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے صاحبانِ ایمان! اس پر اس طرح درود بھیجئے جس طرح درود بھیجنے کا حق ہے''۔

اس کے بعد کہے: ''اے اللہ! محمدؐ اور اُس کی ذریت پر درود بھیج، تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجات پوری کرتا ہے، ستر کا تعلق اس دنیا سے ہے اور تیس کا تعلق آخرت سے ہے۔

میں نے عرض کیا: اللہ، ملائکہ اور مومنین کی صلوات کا کیا معنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ کے درود کا معنی ہے کہ اُس کی رحمت ان پر نازل ہو۔ ملائکہ کے درود کا معنی ہے کہ وہ آپؐ کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہیں۔ اور مومنین کے درود کا مطلب ہے کہ وہ آپؐ کی ذات کے لیے دعا مانگیں۔

آلِ محمدؐ کے رازوں میں سے ایک راز یہ درود ہے:

''اے اللہ! تو اپنی رحمت بھیج محمدؐ وآلِ محمدؐ پر اوّلین میں اور اپنی رحمت بھیج محمدؐ وآلِ محمدؐ پر آخرین میں۔

اے اللہ! تو محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیج، ملاءِ اعلیٰ میں اور تو محمدؐ و

آلِ محمدؐ پر درود بھیج، تمام مرسلین میں۔

اے اللہ! محمدؐ کو وسیلہ عطا فرما انھیں شرف و فضیلت اور عظیم الشان درجات عطا فرما۔

اے اللہ! میں محمدؐ پر ایمان لایا ہوں، حالاں کہ میں نے ان کا دیدار نہیں کیا اور قیامت کے دن ان کے دیدار سے محروم نہ رکھنا اور مجھے ان کی صحبت عطا کرنا اور مجھے ان کے مذہب پر موت دینا اور مجھے حوضِ کوثر پر ان کے ہاتھوں بھرپور انداز میں سیراب کرنا جس کے بعد کبھی میں پیاس سے دوچار نہ ہوں، کیوں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اے میرے اللہ! جس طرح میں محمدؐ پر ایمان لایا ہوں حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں ہے پس جنت میں مجھے ان کے چہرے کی شناخت عطا فرمانا۔

اے میرے اللہ! حضرت محمدؐ کی روح مقدس کی طرف میری طرف سے کثرت کے ساتھ سلام پہنچا"۔

پس جس شخص نے نبی کریم ﷺ پر یہ صلوات بھیجی تو اس کے تمام گناہ ختم ہوجاتے ہیں۔ اس کی خطائیں مٹ جاتی ہیں۔ اس کی خوشیاں ابدی اور سرمدی ہوجاتی ہیں۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اُس کی اُمید بَر لاتی ہیں، اُسے رزق کثرت کے ساتھ ملتا ہے اور دشمن کے مقابلے میں اس کی نصرت ہوتی ہے۔ خیر و برکت کے تمام اسباب اس کے لیے مہیا ہوجاتے ہیں اور وہ جنت اعلیٰ میں پیغمبر اکرم ﷺ کا ہم نشین ہوگا ـــــ یہ درود صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ (بحار الانوار: ۹۱/۵۸، تاویل الآیات الظاہرہ: ص ۴۵۱)

فصل دہم

علاج ومعالجات

maablib.org

مجھے چار طبائع کی تعلیم دیجیے

عن هانی بن محمد بن محمود العبدی عن أبیه
باسناده رفعه:
انّ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام دخل علی الرشید، فقال له
الرشید : یابن رسول اللّٰه! أخبرنی عن الطبائع الأربع!
فقال موسیٰ علیہ السلام :
أمّا الریح، فإنّه ملك یداری.
وأمّا الدم ، فإنّه عبد عارم وربما قتل العبد مولاه.
وأمّا البلغم فإنّه خصم جدل ، إن سددته من جانب
انفتح من آخر.
وأمّا المرّة، فإنّها أرض إذا اهتزّت رجفت بما فوقها.
فقال له هارون: یابن رسول اللّٰه! تنفق علی الناس
من کنوز اللّٰه ورسوله.

محمد بن محمود عبدی نے ایک مرفوعہ روایت بیان کی ہے، جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہارون رشید کے پاس آئے تو اُس نے کہا:

اے فرزندِ رسولؐ اللہ! مجھے چار طبائع کی تعلیم دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا:

① ہوا: بادشاہ ہے جو ملک کا انتظام چلاتا ہے۔

② خون: بدسلوک بندہ ہے جو بسا اوقات اپنے آقا کو قتل کر دیتا ہے۔

③ بلغم: جھگڑالو دشمن ہے۔ اگر اس کا ایک راستہ بند کرو گے تو وہ دوسرے

راستے سے نکل جائے گا۔

◈ صفرا: زمین ہے جب وہ حرکت کرتا ہے تو اس کے اوپر جو کچھ ہے وہ بھی ہل جاتا ہے۔

یہ سن کر ہارون نے کہا: اے فرزند رسول اللہؐ! آپؑ کے پاس خدا اور رسولؐ کے خزانے ہیں اللہ کی مخلوق پر خرچ کیجیے۔ (عیون اخبار الرضاؑ: ۱/۸۱، بحار الانوار: ۵۸/۲۹۴)

کیا آپؑ کے پاس تپ کا دوا نہیں ہے؟

عن محمد بن یحیی عن أحمد بن محمد بن عیسی عن الحسین بن سعید عن القاسم بن محمد الجوهری عن علی بن أبی حمزة عن أبی ابراهیمؑ قال:

قال لی: إنّی لموعوك منذ سبعة أشهر ولقد وعك ابنی اثنی عشر شهراً وهی تضاعف علینا أشعرت أنّها لا تأخذ فی الجسد كلّه وربّما أخذت فی أعلی الجسد ولم تأخذ فی أسفله وربّما أخذت فی أسفله ولم تأخذ فی أعلی الجسد كلّه.

قلت: جعلت فداك، إن أذنت لی حدّثتك بحدیث عن أبی بصیر عن جدّك أنّه كان إذا وعك استعان بالماء البارد فیكون له ثوبان ثوب فی الماء البارد وثوب علی جسده یراوح بینهما، ثمّ ینادی حتّی یسمع صوته علی باب الدار: یافاطمة بنت محمّد!

فقال: صدقت.

قلت: جعلت فداك، فما وجدتم للحمّی عندكم دواء؟

فقال : ما وجدنا لها عندنا دواء إلاّ الدعاء والماء البارد انّي اشتكيت فأرسل إلى محمّد بن إبراهيم بطبيب له فجاء ني بدواء فيه قي ء، فأبيت أن أشربه، لأنّي إذا قيئت زال كلّ مفصل منّي.

علی بن ابوحمزہ کہتے ہیں: حضرت امام کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا: سات ماہ سے بخار کی حالت میں ہوں اور میرا بیٹا بارہ سال سے بخار کی حالت میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تپ سارے بدن کو اپنی گرفت میں نہیں لیتا کبھی جسم کے بالائی حصے میں ہوتا ہے تو کبھی نچلے حصے میں ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! اگر آپؑ اجازت فرمائیں تو آپؑ کو آپؑ کے جد بزرگوار کی حدیث سناؤں، جس کے راوی ابوبصیر ہیں۔ انھوں نے کہا: جب آپؑ کے جد بزرگوار کو بخار ہوتا تھا تو آپؑ ٹھنڈے پانی سے اس کا علاج کرتے تھے۔ ان کے دو لباس ہوتے تھے۔ ایک کو ٹھنڈے پانی میں رکھتے تھے اور دوسرے کو اپنے بدن مبارک پر رکھتے تھے۔ پھر آپؑ اس طرح تبدیل کرتے رہتے تھے۔ پھر آواز دیتے تھے کہ ان کی آواز گھر کے دروازے تک سنی جا سکتی تھی: اے فاطمہؑ دختر محمدؐ۔

آپؑ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔

میں نے عرض کیا: کیا آپؑ کے پاس تپ کا علاج نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے پاس تپ کا علاج سوائے دعا اور ٹھنڈے پانی کے اور نہیں ہے۔

محمد بن ابراہیم میرے پاس حکیم کو لے آئے۔ اُس نے میرے لیے دوا تجویز کیا کہ اس سے قے آ جائے گی تو میں نے اس کے پینے سے انکار کیا کیوں کہ جب مجھے قے آتی تو بدن کے تمام جوڑ ہل جاتے۔ (بحارالانوار: ۱۰۲/۵۹)

اگر مجھے عیسائی طبیب کے پاس جانا پڑ جائے تو کیا اُسے سلام کروں؟

عن أحمد بن محمد ، عن الحسن بن محبوب ، عن عبدالرحمن بن الحجاج قال:

قلت لأبي الحسن موسیٰ علیہ السلام: أرأيت إن احتجت إلى طبيب وهو نصراني أسلم عليه وأدعوله؟

قال: نعم ، لأنّه لا ينفعه دعاؤك.

عبدالرحمن بن حجاج کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: اگر مجھے عیسائی طبیب کے پاس جانا پڑے تو میں اُسے سلام کرسکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! کیوں کہ تیرا سلام اور تیری دعا سے اُسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ (قرب الاسناد: ص ۱۷۵، علل الشرائع: ۲/۲۸۲)

میری بیٹی کو حائض نہیں آتا

عن مالك بن أشيم عن إسماعيل بن بزيع قال: قلت لأبي الحسن علیہ السلام : إنّ لي فتاة قد ارتفعت علّتها.

فقال: اخضب رأسها بالحناء، فإنّ الحيض سيعود إليها.

قال: ففعلت ذٰلك، فعاد إليها الحيض.

اسماعیل بن بزیع کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے شکایت کی کہ میری بیٹی بالغ ہے لیکن اُسے حائض نہیں آتا۔

آپؑ نے فرمایا: اس کے سر پر مہندی کا خضاب کرو۔ اس سے حیض جاری ہوجائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے ایسا کیا تو میری بیٹی کا حیض جاری ہوگیا۔ (وسائل الشیعہ: ۳/۳۵۵)

تریاق کے بارے میں پوچھا گیا!

عن عبدالرحمان بن الحجاج قال:

سأل رجل أبا الحسن عليه السلام عن الترياق.

قال: ليس به بأس.

قلت: يابن رسول الله! فيه لحوم الأفاعي.

قال: لا تقذره علينا.

عبدالرحمن بن حجاج کہتے ہیں: ایک آدمی نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے تریاق[1] کے بارے میں پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: اس کے استعمال میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اس نے کہا: فرزندِ رسولؐ اللہ اس تریاق میں سانپ کا گوشت بھی شامل کیا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کو ہمارے لیے آلودہ نہ بنا! (المصدر: ۳/۲۲۷)

میرے دانت نہیں ہیں پھر میں اخروٹ کیسے کھاؤں؟

عن بعض أصحابنا عمّن ذكره عن داود بن فرقد قال:

سمعت أبا الحسن عليه السلام يقول: أكل الجوز يسخن الكليتين ويقيم الذكر.

قلت جعلت فداك، وكيف آكله وليس لي أسنان؟

فقال: مر الجارية تسلقه وكله.

داؤد بن فرقد کہتے ہیں: میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اخروٹ کھانے سے خصیتین گرم ہوتے ہیں اور مرد کا آلہ تناسل مضبوط ہوتا ہے۔

---

[1] تریاق: ایسی دوا جس سے سانپ کی زہر کے اثرات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! میرے تو دانت نہیں ہیں پھر میں کیا کروں۔
آپؑ نے فرمایا: اپنی کنیز سے کہو کہ وہ اُسے پکائے اور پھر تم کھا لو۔
(بحارالانوار:۶۳/۲۱۸)

میں نے ہر قسم کا علاج کیا ہے بخدا! کوئی فائدہ نہیں ہوا

أحمد بن بدر، عن إسحاق الصحاف، عن موسى بن جعفر علیہ السلام قال: یاصحّاف!
قلت: لبيك يابن رسول الله!
قال: إنّك مأخوذ عن أهلك:
قلت: بلى يابن رسول الله، منذ ثلاث سنين، قد عالجت بكلّ دواء فوالله ما نفعني.
قال: ياصحّاف! أفلا أعلمتني.
قلت: يابن رسول الله! والله ما خفي علي أن كلّ شيء عندكم فرجه، ولكن أستحييك.
قال: ويحك وما منعك الحياء في رجل مسحور مأخوذ، أما إنّي أردت أن أفاتحك بذلك، قل:
بسم الله الرحمٰن الرحيم.
اذر أتكم أيّها السّحرة عن فلان بن فلانة بالله الّذي قال لابليس اخرج منها مذؤمًا مدحورًا اخرج منها فما يكون لك أن تتكبّر فيها فاخرج إنّك من الصّاغرين أبطلت عملكم ورددت عليكم ونقضته بإذن الله العليّ الأعلى الأعظم القدّوس العزيز العليم

القديم برجم سحركم كما لا يحيق المكر السّيئ إلّا بأهله كما بطل كيد السّحرة حين قال الله تعالىٰ لمُوسٰى صلوات الله عليه: ﴿أَلْقِ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾.

بإذن الله أبطل سحرة فرعون أبطلت عملكم أيُّها السّحرة ونقضته عليكم بإذن الله الّذي أنزل ولا تكونوا كالّذين نسوا الله فأنساهُم أنفسهم وبالّذي قال: ولو نزّلنا عليك كتاباً في قرطاسٍ فلمسوه بأيديهم لقال الّذين كفروا إن هٰذا سحرٌ مُبينٌ، وقالوا لولا أنزل عليه ملكٌ، ولو أنزلنا ملكاً لقضي الأمر ثمّ لا ينظرون ولو جعلناه ملكاً لجعلنٰه رجلًا وللبسنا عليهم مّا يلبسون.

وبإذن الله الّذي أنزل فأكلا منهَا فبدت لهمَا سوآتهمَا فأنتم تتحيّرون ولا تتوجّهون بشيءٍ مِمَّا كنتم فيه ولا ترجعون إلى شيءٍ منه أبداً قد بطل بحمد الله عملكم وخاب سعيكم و وهن كيدكم مع من كان ذٰلك من الشّياطين إنّ كيد الشّيطان كَانَ ضَعيفًا غلبتكم.

بإذن الله وهزمت كثرتكم بجنود الله وكسرت قوّتكم بسلطان الله وسلّطت عليكم عزائم الله عمي بصركم وضعفت قوّتكم وانقطعت أسبابكم وتبرّأ

الشيطان منكم بإذن الله الذى أنزل كمثل الشيطان إذ قال للإنسان اكفر فلمّا كفر قال انى برىء منك انى أخاف الله رب العالمين فكان عاقبتهما أنهما فى النار خالدين فيها و ذلك جزاء الظالمين.

وأنزل إذ تبرّأ الذين اتبعوا من الذين اتبعوا و رأوا العذاب وتقطّعت بهم الاسباب، وقال الذين اتبعوا لو انّ لنا كرّة فنتبرّأ منهم كما تبرّؤا منّا كذلك يريهم الله أعمالهم حسرات عليهم ومَاهُم بخارجين من النار بإذن الله الذى لا إله إلّا هو الحىّ القيّوم الآية إنّ إلهكم لواحد رب السمٰوٰت والأرض...... إلى قوله تعالى: شهاب ثاقب.

إنّ فى خلق السمٰوٰت والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولى الألباب، ومَا أنزل الله من السماء من ماء الآية إنّ ربّكم الله الذى خلق السمٰوٰت والأرض فى ستّة أيّام الآية هو الله الذى لا اله إلّا هو عالم الغيب والشهادة إلى آخر السورة.

من أراد فلان بن فلانة بسوء من الجنّ والانس أو غيرهم بعد هذه العوذة جعله الله ممّن وصفهم فقال: أولئك الذين اشتروا الضلالة ثلاث آيات جعله الله ممّن قال ومثل الذين كفروا كمثل الذى ينعق بما لا يسمع إلّا دعاءً ونداءً صمّ بكم عمى فهم لا يعقلون

جعله الله مِمَّن قال ومن يشرك بالله فكأنما خرّ الآية
جعله الله ممّن قال مثل ما ينفقون فی هذه الحیاة
الدُّنیا الآیة جعله الله ممّن قال کمثل صفوانٍ علیه
تُرابٌ الآیة جعله الله ممّن قال ومثل کلمةٍ خبیثةٍ
کشجرةٍ اربع آیاتٍ جعله الله ممّن قال مثل الّذین
کفروا بربّهم أعمالهم إلی قوله فما له من نور.

اللّهمّ فأسألك بصدقك وعلمك وحسن أمثالك وبحقّ
محمّدٍ وآله من اراد فلاناً بسوءٍ أن تردّ کیده فی
نحره وتجعلَ خدّه الأسفل وترکسه لِأمّ رأسه فی
حفیرةٍ إنّكَ عَلٰی کُلِّ شیءٍ قدیرٌ وذٰلك عَلَیك یَسِیرٌ،
وَمَا کَانَ ذٰلِكَ علی الله بعزیزٍ لا اِلٰه اِلّا الله محمّدٌ
رسول الله صلی الله علیه وآله والسّلام عَلَیهِم ورحمة الله وبرکاته.

ثمّ تقرأ علی طین القبر وتختم وتعلّقه علی المأخوذ
وتقرأ: ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِینِ
الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُونَ
وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیدًا وَبَطَلَ مَا کَانُوا یَعْمَلُونَ فَغُلِبُوا
هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِینَ﴾.

اسحاق صحاف کہتے ہیں: حضرت امام کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے صحاف!
میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! حکم فرمایئے۔
آپؑ نے فرمایا: تو نے اپنی بیوی سے دوری اختیار کی ہوئی ہے۔
میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! تین سال سے متواتر علاج کر رہا ہوں

لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: اے صحاف! مجھے بتاتے کیوں نہیں ہو۔

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ اللہ! آپؑ پر تو کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ مجھے آپؑ سے شرم آتی ہے کہ آپؑ کے حضور کیا کہوں؟

آپؑ نے فرمایا: افسوس! تجھے کس بات سے شرم آتی ہے، تجھ پر جادو ہو چکا ہے اور تجھے باندھ دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے سحر دُور ہو جائے اور تیری بندش ختم ہو جائے۔ اس دعا کو پڑھو تیری پریشانی ختم ہو جائے گی۔

اذی اتکم ایھا السحرۃ عن فلان بن فلانۃ باللّٰہ الذی قال لابلیس ....لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ والسلام علیھم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

یہ آیات اور دعا قبر کی مٹی پر پڑھی جائیں اور پھر اُسے مہر کی شکل دی جائے اور جس پر جادو ہوا ہے یا وہ بستہ شدہ ہے اس کی گردن میں لٹکائی جائے اور پھر اس آیت کو پڑھا جائے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ﴾. (بحارالانوار: ۱۱۳/۹۲)

فصل یازدہم

احکامِ الٰہی

maablib.org

طہارت

غسلِ جمعہ کیوں واجب ہوا؟

الصدوق رحمه الله : عن أبيه ، عن سعد بن عبدالله ، عن ابراهيم بن هاشم ، عن علي بن معبد ، عن الحسين بن خالد قال:

سألت أبا الحسن الأوّل عليه السلام : كيف صار غسل الجمعة واجباً؟

قال: فقال: إنّ الله تبارك وتعالى أتمّ صلاة الفريضة بصلاة النافلة وأتمّ صيام الفريضة بصيام النافلة، وأتمّ وضوء الفريضة بغسل يوم الجمعة، فيما كان من ذلك من سهو أو تقصير أو نسيان.

حسین بن خالد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: غسلِ جمعہ کیوں واجب ہوا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نمازِ واجب کو نمازِ نافلہ کے ساتھ مکمل کیا اور واجب روزوں کو مستحب روزوں کے ساتھ کامل کیا اور واجب وضو کو غسل روزِ جمعہ سے کامل کیا۔ سُستی، کاہلی، کوتاہی اور نسیان سے جو واجبات میں کمی پیدا ہوتی ہے، ان مستحبات کے ساتھ ان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ (علل الشرائع: ۱/۲۷۰، بحار الانوار: ۷۸/۱۲۳)

چھت پر پیشاب کیا جاتا ہے اور غسلِ جنابت بھی

وسأل عليّ بن جعفر علیہ السلام أخاه موسىٰ بن جعفر علیہما السلام :
عن البيت يبال على ظهره ويغتسل من الجنابة ثمّ
يصيبه المطر أيؤخذ من مائه فيتوضّأ به للصّلاة؟
فقال: إذا جرى فلا بأس به.

جناب علی بن جعفرؒ نے اپنے بھائی حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: جس چھت پر پیشاب اور غسل جنابت کیا جاتا ہو، جب بارش ہو رہی ہو تو چھت سے بارش کا پانی پرنالہ کے ذریعے جاری ہو تو اُس سے نماز کے لیے وضو کیا جا سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر آب جاری ہے تو وضو کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۱/۵)

جہاں شراب ڈالی گئی ہو، بارش برس رہی ہو تو وہاں سے گزرنے کا کیا حکم ہے؟

وسأله عن الرّجل يمرّ في ماء المطر وقد صبّ فيه
خمرٌ فأصاب ثوبه هل يصلّي فيه قبل أن يغسله؟
فقال: لا يغسل ثوبه ولا رجله ويصلّي فيه ولا بأس به.

آپؑ سے پوچھا گیا: جس جگہ شراب ڈالی گئی ہو اور بارش برس رہی ہو وہاں سے کوئی آدمی گزرے اور پانی کی چھینٹیں اس کے لباس پر آئیں تو کیا اس لباس کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں لباس کو پاک کیا جائے، پاؤں کے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان حالات میں نماز پڑھی جا سکتی ہے اور وہ صحیح ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۱/۵)

ایک شخص نے وضو کیا......

وسئل أبو الحسن موسٰی بن جعفر علیہ السلام :

عن الرجل يبقى من وجهه إذا توضأ موضع لم يصبه الماء.

فقال: يجزيه أن يبلّه من بعض جسده.

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا گیا: ایک شخص نے وضو کیا اور اُس کے چہرے کا کچھ حصّہ دورانِ وضو خشک رہ گیا، یعنی اُس حصّے تک پانی نہ پہنچا اس بارے آپؑ کا کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کافی ہے، دوسرے اعضاء سے تری لے کر اُس کو تر کرے۔ (المصدر:۱/۶۰)

آدمی کو بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی......

وسئل موسٰی بن جعفر علیہ السلام :

عن الرجل يرقد وهو قاعد هل عليه وضوء؟

فقال: لا وضوء عليه ما دام قاعداً إن لم ينفرج.

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا گیا: ایک آدمی کو نیند آ گئی حالانکہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کیا اُسے دوبارہ وضو کرنا پڑے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس پر وضو لازم نہیں ہے، جب تک وہ بیٹھا ہے اور اُس نے اپنے پاؤں دراز نہیں کیے (یعنی بے اختیار نہیں ہوا)۔ (المصدر:۱/۶۳)

کیا مسح جوتے کے اندر ہو سکتا ہے جب اس کے تسمے کھلے ہوں؟

محمد بن يحيى عن علي بن اسماعيل عن علي بن النعمان عن القاسم بن محمد عن جعفر بن سليمان

عنه قال:

سألت أبا الحسن موسٰى عليه السلام قلت: جعلت فداك، يكون خف الرجل مخرقاً فيدخل يده فيمسح ظهر قدمه أيجزئه ذلك؟

قال: نعم.

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام سے پوچھا: قربان جاؤں! ایک آدمی کے جوتوں کا منہ کھلا ہوا ہے اس کا ہاتھ مسح کرنے کے لیے اُس کے پاؤں تک، آسانی کے ساتھ جاسکتا ہے اگر وہ اس صورت میں مسح کرے تو کافی ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! کافی ہے۔ (الکافی: ۳/۳۱، من لا یحضرہ الفقیہ: ۱/۴۸)

ایک کنیز جو حائض نہیں ہوتی......

علی بن إبراهيم عن أبيه وعدة من أصحابنا عن أحمد بن محمد بن خالد جميعاً عن محمد بن خالد عن خلف بن حماد ورواه أحمد أيضاً عن محمد بن أسلم عن خلف بن حماد الكوفي قال:

تزوّج بعض أصحابنا جارية معصراً لم تطمث ، فلما اقتضها سال الدم فمكث سائلا لا ينقطع نحواً من عشرة أيام.

قال: فأروها القوابل ومن ظنوا أنه يبصر ذلك من النساء، فاختلفن ،فقال بعض: هذا من دم الحيض، وقال بعض: هو من دم العذرة. فسألوا عن ذلك فقهاءهم كأبي حنيفة وغيره من فقهائهم.

فقالوا: هذا شيء قد أشكل والصلاة فريضة واجبة فلتتوضأ ولتصل وليمسك عنها زوجها حتّى ترى البياض، فإن كان دم الحيض لم يضرّها الصلاة، و إن كان دم العذرة كانت قد أدت الفرض ، ففعلت الجارية ذلك.

وحججت في تلك السنة، فلمّا صرنا بمنى بعثت إلى أبي الحسن موسى بن جعفر عليه السلام فقلت: جعلت فداك، إنّ لنا مسألة قد ضقنابها ذرعاً، فإن رأيت أن تأذن لي فآتيك وأسألك عنها.

فبعث إلي إذا هدأت الرجل وانقطع الطريق فأقبل إن شاء الله.

قال خلف: فرأيت الليل حتّى إذا رأيت النّاس قد قلّ اختلافهم بمنى توجّهت إلى مضربه، فلمّا كنت قريباً إذا أنا بأسود قاعد على الطريق. فقال: من الرجل؟

فقلت: رجل من الحاج.

فقال: ما اسمك؟

قلت: خلف بن حماد.

قال: ادخل بغير إذن، فقد أمرني أن أقعد هاهنا، فإذا أتيت أذنت لك.

فدخلت وسلّمت ، فردّ السلام وهو جالس على فراشه وحده ما في الفسطاط غيره، فلمّا صرت بين يديه

سألني وسألته عن حاله ، فقلت له: إنّ رجلًا من مواليك تزوّج جارية معصراً لم تطمث، فلمّا اقتضها سال الدم فمكث سائلًا لا ينقطع نحواً من عشرة أيّام، وَ إنّ القوابل اختلفن في ذٰلك، فقال بعضهن: دم الحيض وقال بعضهن: دم العذرة ، فما ينبغي لها أن تصنع؟

قال: فلتتق اللّٰه، فإن كان من دم الحيض فلتمسك عن الصلاة حتّى ترى الطهر وليمسك عنها بعلها، و إن كان من العذرة فلتتق اللّٰه ولتتوضأ ولتصل ويأتيها بعلها إن أحب ذٰلك.

فقلت له: وكيف لهم أن يعلموا ممّا هو حتّى يفعلوا ما ينبغي؟

قال: فالتفت يميناً وشمالًا في الفسطاط مخافة أن يسمع كلامه أحد.

قال: ثمّ نهد إلي فقال: ياخلف! سرّ اللّٰه! فلا تذيعوه ولا تعلموا هذا الخلق أصول دين اللّٰه، بل ارضوا لهم ما رضي اللّٰه لهم من ضلال.

قال: ثمّ عقد بيده اليسرى تسعين، ثمّ قال: تستدخل القطنة، ثمّ تدعها مليًا، ثمّ تخرجها إخراجاً رفيقاً ، فإن كان الدم مطوقاً في القطنة فهو من العذرة و إن كان مستنقعاً في القطنة فهو من

الحیض.

قال خلف: فاستخفنی الفرح، فبکیت ، فلمّا سکن بکائی قال : ما أبکاک؟

قلت: جعلت فداک ، من کان یحسن هذا غیرک؟

قال: فرفع یده إلی السماء وقال: واللّٰه انّی ما أخبرک إلاّ عن رسول اللّٰه ﷺ عن جبرئیل عن اللّٰه عزّوجلّ.

خلف بن حماد کوفی کہتے ہیں: ہمارے ایک صاحب نے ایک لڑکی سے ازدواج کیا کہ جس نے ابھی حائض نہ دیکھا تھا۔ جس وقت وہ اس کے قریب گیا، تو لڑکی کو خون جاری ہوگیا۔ وہ خون دس دن کے اندر ختم نہ ہوا۔

اُس نے کہا: تشخیص کے لیے نرسیں آئیں اور دوسری عورتوں نے بھی دیکھا تو ان میں اختلافِ نظر ہوگیا۔ کسی نے کہا: خونِ حیض ہے اور بعض دوسری عورتوں نے کہا: خونِ بکارت ہے۔

یہ مسئلہ اہلِ سنت کے علما ابوحنیفہ کے سامنے رکھا گیا۔ انھوں نے کہا: یہ مشکل مسئلہ ہے۔ اس پر نماز واجب ہے وہ وضو کرے اور نماز پڑھے۔ اس کا شوہر اس سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب تک وہ پاک نہ ہو۔ اگر خونِ حیض بھی ہوا تو پھر بھی نماز ہوسکتی ہے۔ اگر خونِ بکارت ہے تو پھر بھی نماز جائز ہے۔ اُس لڑکی نے انھی احکام پر عمل کیا۔

خلف بن حماد کہتے ہیں: مَیں اسی سال حج پر گیا، مَیں جس وقت میدانِ منیٰ میں پہنچا تو میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ ایک مشکل ترین مسئلہ درپیش ہے۔ اگر اجازت ہو تو حاضری دوں اور وہ مسئلہ بھی پیش کروں؟

آپؑ نے میری طرف پیغام بھجوایا کہ جب لوگوں کی آمدورفت ختم ہوجائے تو

اگر اللہ نے چاہا تو چلے آنا۔

میں انتظار میں رہا۔ جب رات ہوئی اور لوگوں کی آمد و رفت بھی کم ہوئی۔ میں آپؑ کے خیمہ کی طرف چلا۔ جونہی میں آپؑ کے خیمہ کے قریب پہنچا تو میں نے ایک سیاہ رنگ کے غلام کو دیکھا جو راستے پر بیٹھا تھا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا: تو کون ہے؟

میں نے جواب دیا: ایک حاجی ہوں۔

اُس نے میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا: خلف بن حماد۔

اُس نے کہا: چلے جایئے۔ آنحضرتؑ نے مجھے حکم دے دیا کہ یہاں بیٹھ کر تیرا انتظار کروں۔

میں جونہی امامؑ کے خیمہ میں داخل ہوا تو امام کو سلام کیا۔ آپؑ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ آپؑ اس وقت بچھونے پر اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی میں آپؑ کے قریب بیٹھا آپؑ نے میری احوال پُرسی کی اور میں نے بھی آپؑ سے احوال پوچھے۔

احوال پُرسی کے دوران میں نے عرض کیا: آپؑ کے ایک پیرو نے ایک لڑکی کے ساتھ شادی کی، جس نے ابھی حائض نہیں دیکھا تھا۔ جب اُس نے اُس سے ہم بستری کی تو اُسے خون جاری ہوگیا۔ یہ خون دس دن تک جاری رہا۔ نرسوں نے اس مسئلے میں اختلاف کیا۔ کسی نے کہا: حیض کا خون ہے اور کسی نے خونِ بکارت سمجھا۔ اب اس لڑکی کا شرعی وظیفہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اُسے چاہیے کہ تقویٰ خدا کو پیشِ نظر رکھے۔ پس اگر وہ خونِ حیض ہے، جب تک پاک نہ ہو، نماز نہ پڑھے اور اُس کا شوہر اُس سے ہم بستری نہ کرے۔ اگر خونِ بکارت ہے تو پھر بھی تقویٰ خداوندی کو سامنے رکھے۔ وضو کرے اور نماز پڑھے۔ شوہر اُس سے ہم بستری کرسکتا ہے اگر اس کا خیال ہو جائے۔

میں نے عرض کیا: آقائے من! تشخیص کیسے ہو کہ یہ خون کون سا خون ہے؟

اس وقت آپؑ نے خیمہ میں دائیں بائیں دیکھا کہ کہیں کوئی بات سن نہ لے۔

راوی کہتا ہے: آپؑ نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور میرے قریب آئے اور دو مرتبہ فرمایا: اے خلف! غور سے سن یہ اللہ کا راز ہے، اس کو فاش نہ کرنا اور ان لوگوں کو یہ اُصولِ دین جو خدا کے مخالف ہیں نہ بتانا۔

پھر آپؑ نے دائیں ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اس طرح روئی کے پنبہ کو وہ اپنی فرج میں رکھے اور تھوڑی دیر کے بعد آرام کے ساتھ نکال لے۔ اگر خون نے پنبہ کے اطراف کو تر کیا ہے تو یہ خون خونِ بکارت ہے اور اگر خون پنبہ میں داخل ہو جائے تو یہ خون خونِ حیض ہے۔

میں آپؑ کے اس جواب سے اتنا خوش ہوا کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب میرے آنسو ختم ہوئے تو آپؑ نے پوچھا: کیوں گریہ کر رہا تھا؟

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں کون ہے اس بھری کائنات میں آپؑ کے سوا جو ایسے مشکل سوالوں کا احسن انداز میں جواب دے سکے۔

حضرت امام کاظم علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک آسمان کی طرف پھیلائے اور فرمایا: بخدا! یہ جواب ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا، جناب پیغمبرؐ نے جبرئیلؑ سے سنا اور جناب جبرئیلؑ نے اللہ سے سنا۔ (الکافی: ۹۲/۳)

پاؤں کا مسح کس طرح کیا جائے؟

روى محمد بن إسماعيل، عن محمد بن الفضل قال: اختلفت الرواية بين أصحابنا في مسح الرجلين في الوضوء هو من الأصابع إلى الكعبين؟ أم هو من الكعبين إلى الأصابع؟

فكتب علي بن يقطين إلى أبي الحسن موسى علیہ السلام.

إنّ أصحابنا قد اختلفوا في مسح الرجلين ، فإن رأيت أن تكتب إلي بخطّك ما يكون عملي عليه فعلت إن شاء الله.

فكتبت إلي أبو الحسن عليه السلام:

فهمت ما ذكرت من الاختلاف في الوضوء ، والّذي آمرك به في ذلك أن تتمضمض ثلاثاً وتستنشق ثلاثاً، وتغسل وجهك ثلاثاً وتخلل شعر لحيتك وتمسح رأسك كله وتمسح ظاهر أذنيك وباطنهما وتغسل رجليك إلى الكعبين ثلاثاً ولا تخالف ذلك إلى غيره.

فلمّا وصل الكتاب إلى علي بن يقطين تعجّب بما رسم فيه ، ممّا أجمع العصابة على خلافه، ثمّ قال: مولاي! أعلم بما قال، وأنا ممتثل أمره.

وكان يعمل في وضوئه على هذا الحدّ، ويخالف ما عليه جميع الشيعة، امتثالاً لأمر أبي الحسن عليه السلام.

وسعي بعلي بن يقطين إلى الرشيد ، وقيل: انّه رافضي مخالف لك.

فقال الرشيد لبعض خاصته : قد كثر عندي القول في علي بن يقطين والقرف له بخلافنا وميله إلى الرفض ، ولست أرى في خدمته لي تقصيراً ، وقد امتحنته مراراً فما ظهرت منه علىّ ما يقرف به

واحبّ ان أستبرئ أمره من حيث لا يشعر بذلك، فيتحرز منّي.

فقيل له : إنّ الرافضة يا أميرالمؤمنين! تخالف الجماعة في الوضوء، فتخففه ولا ترى غسل الرجلين، فامتحنه ياأميرالمؤمنين! من حيث لا يعلم، بالوقوف على وضوئه.

فقال: أجل! إنّ هذا الوجه يظهر به أمره.

ثمّ تركه مدّة وناطه بشئ من الشغل في الدار، حتّى دخل وقت الصلاة، وكان علي بن يقطين يخلو في حجرة في الدار لوضوئه وصلاته، فلمّا دخل وقت الصلاة وقف الرشيد من وراء حائط الحجرة بحيث يرى علي بن يقطين، ولا يراه هو، فدعاء بالماء للوضوء، فتمضمض ثلاثاً، واستنشق ثلاثاً ، وغسل وجهه ثلاثاً، وخلل شعر لحيته ، وغسل يديه إلى المرفقين ثلاثاً ، ومسح رأسه وأذنيه ، وغسل رجليه والرشيد ينظر إليه.

فلمّا رآه وقد فعل ذلك لم يملك نفسه حتّى أشرف عليه بحيث يراه ، ثمّ ناداه: كذب ياعلي بن يقطين! من زعم أنّك من الرافضة.

وصلحت حاله عنده ، وورد عليه كتاب أبي الحسن عليه السلام ابتداءً:

من الآن یاعلی بن یقطین! فتوضّ کما أمر اللّٰہ، واغسل وجهك مرّة فریضة، وأخری إسباغاً، واغسل یدیك من المرفقین کذٰلك ، وامسح مقدم رأسك، وظاهر قدمیك بفضل نداوة وضوئك. فقد زال ما کان یخاف علیك، والسلام.

محمد بن فضل کہتے ہیں: ہمارے اصحاب میں پاؤں کے مسح کے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوگیا کہ مسح پاؤں کی انگلیوں سے لے کر ٹخنے تک ہے یا ٹخنے سے پاؤں کی انگلیوں تک ہے۔

علی بن یقطینؒ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ ہمارے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو اس مسئلہ کا جواب اپنے ہاتھوں سے تحریر فرمائیں تاکہ ہم آپؑ کے فرمان پر عمل کریں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جواب میں لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے کچھ اصحاب کے درمیان وضو کے بارے میں اختلاف نظر ہے۔ میں تمہیں وضو کا طریقہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے:

سب سے پہلے تین مرتبہ کلی کرو، پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، پھر تین مرتبہ چہرے کو دھوؤ اور چہرے کو دھوتے وقت اپنی ڈاڑھی میں خلال کرو، تاکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے اور تمام سر کا، کانوں سمیت ظاہر و باطن کا مسح کرو اور دونوں پاؤں کا تین مرتبہ کعبین تک مسح کرو۔ میرے اس فرمان کی مخالفت نہ کرو۔

جس وقت امامؑ کا یہ خط علی بن یقطینؒ کو ملا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ امامؑ کا یہ خط تو تمام شیعہ فقہاء کے خلاف ہے لیکن اُس نے اپنے آپ سے کہا: میرے آقا بہتر جانتے ہیں، میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

اس فرمان کے بعد علی بن یقطینؒ نے اُسی وضو کے طریقے کو اپنایا جس طرح امامؑ نے فرمایا تھا اور امامؑ کی اطاعت میں باقی تمام شیعوں کے طریقے کے خلاف عمل کیا۔

کچھ لوگوں نے علی بن یقطینؒ کے خلاف سازش شروع کر دی۔ ہارون رشید کے کان بھرنا شروع کر دیے کہ علی بن یقطینؒ رافضی ہے اور تیرا مخالف ہے۔

ہارون نے اپنے ایک خاص درباری سے کہا: بہت سے لوگ علی بن یقطینؒ کے بارے میں رپورٹیں دے رہے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ وہ شیعہ ہے حالانکہ میں نے اُس میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی اور کئی دفعہ میں نے اُسے آزمایا ہے۔ مجھے اُس سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ وہ اس طرف متوجہ ہی نہ ہو کہ اُس کی آزمائش کی جارہی ہے۔ اُسے آزماؤں کہ وہ حقیقت میں کیا ہے۔ اگر اُسے معمولی سا اشارہ بھی مل گیا تو وہ تقیہ کرلے گا۔

اُس آدمی نے ہارون سے کہا: اے امیرالمومنین! آپ کو معلوم ہے کہ رافضی اہلِ سنت سے وضو میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کا وضو آسان ہے اور وہ پاؤں نہیں دھوتے۔ اے امیرالمومنین! جب وہ اس بات کی طرف متوجہ نہ ہوں تو اُس کے وضو پر نگاہ رکھیں کہ وہ وضو کیسے کرتا ہے۔

ہارون نے کہا: یہ بالکل درست ہے۔ اس ذریعے اُن کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ہارونؒ نے ایک مدت تک خاموشی اختیار کیے رکھی۔ آخر ایک دن جب نماز کا وقت ہوا علی بن یقطینؒ اپنے خاص کمرے میں وضو کے لیے گئے، تا کہ نماز ادا کرے۔ ہارون اُسی کمرہ کی دیوار کے پیچھے کھڑا ہو گیا، تا کہ وہ علی بن یقطینؒ کے وضو کو دیکھے کہ وہ کیسے وضو کرتا ہے؟ علی بن یقطینؒ نے پانی منگوایا۔ تین مرتبہ کُلّی کی، تین مرتبہ ناک

میں پانی ڈالا اور تین مرتبہ چہرے کو دھویا اور اپنی ڈاڑھی کے بالوں میں خلال کیا تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک چلا جائے۔ پھر اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک تین مرتبہ دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا اور دونوں کانوں کا مسح کیا اور آخر میں دونوں پاؤں دھوئے۔ ہارون اس منظر کو دیکھ رہا تھا تو وہ اسے برداشت نہ کرسکا۔ فوراً اپنا سر بلند کیا تاکہ علی بن یقطینؒ اُسے دیکھے اور آواز بلند کی: اے علی بن یقطینؒ! وہ جھوٹے ہیں جنھوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ تو رافضی ہے۔ اس واقعہ کے بعد علی بن یقطینؒ کا مقام ہارون کی نگاہوں میں اور بڑھ گیا۔

بعد ازیں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے علی بن یقطینؒ کو خط لکھا اور وہ خط یہ ہے:

"اب اس صورت میں وضو کرو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اپنے چہرہ کو ایک بار بطور فریضہ دھوؤ اور اپنے دونوں بازوؤں کو کلائیوں تک دھوؤ، اپنے سر کے اگلے حصّے کا مسح کرو اور اپنے دونوں پاؤں کے ظاہر کا بھی مسح کرو۔ یہ مسح وضو کی باقی ماندہ رطوبت سے کرو۔ میں جو خوف تیرے بارے رکھتا تھا، اب وہ ختم ہوگیا ہے۔ والسلام!"

(الارشاد: ص۳۱۴)

احکامِ نماز

مسجد الحرام میں نماز قصر پڑھوں یا تمام پڑھوں؟

عن أحمد بن إدريس ، عن أحمد بن أبي ناهر، عن محمد بن الحسين الزيات، عن حسين بن عمران، عن عمران قال: قلت لأبي الحسن عليه السلام : اقصر في مسجد الحرام أو أتمّ؟

قال: إن قصرت فلك، و إن أتمت فهو خير ، وزيادة في الخير خير.

عمران کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: مسجد الحرام میں نماز قصر پڑھوں یا پوری پڑھوں؟

آپؑ نے فرمایا: قصر بھی پڑھ سکتا ہے۔ اگر پوری پڑھے تو بہتر ہے۔ نیک کام میں اضافہ کرنا خیر ہے۔ (کامل الزیارات: ص۲۵۰، التہذیب: ۱/۵۷۰-۵۷۲)

نماز مستحب حرمین میں اور......

عن محمد بن الحسن بن وليد ، عن محمد بن الحسن الصفار، عن محمد بن الحسين بن أبي الخطاب ، عن صفوان، عن اسحاق بن عمار قال:

قلت لأبي الحسن عليه السلام : جعلت فداك، أتنفل في

الحرمين ، وعند قبر الحسين بن علي عليه السلام وأنا اقصر؟

قال: نعم ما قدرت عليه.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں جب میں حالت سفر میں ہوتا ہوں تو نماز قصر پڑھتا ہوں۔ علاوہ ازیں مسجد الحرام، مسجد نبوی اور امام حسین علیہ السلام کے روضہ پر کتنی نمازیں پڑھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: تو کتنی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

مؤذن کے ساتھ تکرار اذان کی علت کیا ہے؟

عن محمد بن أحمد السناني ، عن حمزة بن القاسم العلوي عن جعفر بن محمد بن مالك ، عن جعفر بن سليمان ، عن سليمان بن مقبل قال:

قلت لأبي الحسن موسى عليه السلام : لأيّ علة يستحب للانسان إذا سمع الأذان أن يقول كما يقول المؤذّن ، و إن كان على البول والغائط؟

قال: إنّ ذلك يزيد في الرزق.

سلیمان بن مقبل مدائنی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: جب انسان اذان کو سنے اور مؤذن کے ساتھ تکرار کرے، چاہے وہ بول و غائط کی حالت میں بھی کیوں نہ ہو۔ آخر اتنی تاکید کیوں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس عمل سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے۔ (علل الشرائع: ۲۶۹/۱-۲۷۰، بحارالانوار: ۱۷۵/۷۷)

آپؑ نماز پڑھ رہے ہیں اور لوگ آپؑ کے سامنے گزر رہے ہیں؟

علي بن إبراهيم رفعه عن محمد بن مسلم قال:
دخل أبوحنيفة على أبي عبدالله عليه السلام فقال له:
رأيت ابنك موسى عليه السلام يصلّي والناس يمرّون بين يديه ، فلا ينهاهم، وفيه وما فيه.
فقال أبو عبدالله عليه السلام : ادعوا لي موسى.
فدعي ، فقال له: يابني! إنّ أبا حنيفة يذكر أنّك كنت تصلّي والناس يمرّون بين يديك فلم تنههم!
فقال: نعم يا أبت! إنّ الّذي كنت أصلّي له كان أقرب إلي منهم، يقولَ الله عزّوجلّ: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (سورۂ ق ۱۶)
قال: فضمّه أبو عبدالله عليه السلام إلى نفسه ، ثمّ قال : بأبي أنت وأمي ياموْدع الأسرار!

محمد بن مسلم کہتے ہیں: ایک دن جناب ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میں نے آپؑ کے بیٹے امام کاظم علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں مصروف تھے اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ انھوں نے لوگوں کو کیوں نہیں روکا کیوں کہ یہ کام صحیح نہیں ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جناب موسیٰ کاظم کو بلایئے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو آواز دی گئی۔ جب وہ آئے تو امامؑ نے فرمایا: ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپؑ کے آگے سے گزر رہے تھے۔ آپؑ نے انھیں کیوں نہیں روکا؟

حضرت امام کاظم علیہ السلام نے عرض کیا: جی ہاں! اے بابا جان! جس کی میں نماز پڑھتا تھا وہ ان لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ قریب ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: "ہم اُس سے اُس کی دل کی رگ سے زیادہ قریب ہیں"۔

راوی کہتا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بے اختیار ہو کر انھیں اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا: اے رازوں کے خزانے! میرے والدین تجھ پر قربان! (الکافی: ۳/ ۲۹۷، بحارالانوار: ۴۸/ ۱۷۱-۱۷۳)

نمازِ جعفر طیارؓ پڑھنے کا کیا اجر ہے؟

عن إبراهيم بن أبي البلاد قال:

قلت لأبي الحسن يعني موسٰى بن جعفر علیہ السلام : أيّ شيء لمن صلّى صلاة جعفر؟

قال: لو كان عليه مثل رمل عالج وزبد البحر ذنوباً لغفرها الله له.

قال: قلت: هذه لنا؟

قال: فلمن هي إلّا لكم خاصّة.

قال: قلت: فأيّ شيء أقرأ فيها؟

قال: وقلت: أعترض القرآن.

قال: لا ، اقرأ فيها ﴿إذا زلزلت﴾ و ﴿إذا جاء نصر الله﴾ و ﴿إنا أنزلناه في ليلة القدر﴾ و ﴿قل هو الله أحد﴾.

ابراہیم ابی بلاد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں نمازِ جعفر طیارؓ کے اجر کے بارے میں پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: اگر کسی کے گناہ ریگستان کے ذرات اور سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تو پھر بھی اللہ اُس کو معاف کر دے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: یہ اجر و ثواب صرف میرے لیے ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ہر ایک کے لیے ہے جو بھی پڑھے اور تمھارے لیے خصوصاً ہے۔

میں نے عرض کیا: اس نماز میں کون کون سی سورہ پڑھوں؟ کیا قرآن میں سے کوئی سورہ بھی پڑھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اس نماز میں سورۂ زلزال، نصر، قدر اور توحید پڑھو۔

(من لا یحضرہ الفقیہ: ۱/۵۵۳)

نماز کی ایک رکعت میں دو سجدے کیوں ہیں؟

ما جيلويه عن عمّه عن محمد بن علي الكوفي عن صباح الحذاء عن إسحاق بن عمار قال:

سألت أبا الحسن موسى بن جعفر عليه السلام كيف صارت الصلاة ركعة وسجدتين؟ وكيف إذا صارت سجدتين لم تكن ركعتين؟

فقال: إذا سألت عن شئ ففرغ قلبك لتفهم، إنّ أوّل صلاة صلّاها رسول الله صلى الله عليه وآله إنّما صلّاها في السماء بين يدي الله تبارك وتعالى قدّام عرشه جل جلاله، وذلك أنّه لما أسرى به وصار عند عرشه تبارك وتعالى قال:

يامحمد! ادن من صاد، فاغسل مساجدك وطهرها وصلّ لربّك.

فدنا رسول الله ﷺ إلى حيث أمره الله تبارك وتعالٰى: فتوضّأ فأصبغ وضوءه، ثمّ استقبل الجبار تبارك وتعالٰى قائماً فأمره بافتتاح الصلاة، ففعل.

فقال: يامحمد! اقرأ: بسم الله الرحمٰن الرحيم، الحمد لله رب العالمين إلى آخرها.

ففعل ذٰلك، ثمّ أمره أن يقرأ نسبة ربّه تبارك وتعالٰى: بسم الله الرحمٰن الرحيم، قل هو الله أحد، الله الصمد.

ثمّ أمسك عنه القول، فقال رسول الله ﷺ: قل هو الله أحد، الله الصمد.

فقال: قل لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفواً أحد.

فأمسك عنه القول، فقال رسول الله ﷺ: كذٰلك الله ربي، كذٰلك الله ربي.

فلمّا قال ذٰلك، قال: اركع يامحمد! لربّك.

فركع رسول الله ﷺ، فقال له: وهو راكع قل: سبحان ربّي العظيم وبحمده. ففعل ذٰلك ثلاثاً.

ثمّ قال: ارفع رأسك يامحمد!

ففعل ذٰلك رسول الله ﷺ فقام منتصباً بين يدي الله.

فقال: اسجد يامحمد! لربّك.

فخرّ رسول الله ﷺ ساجداً.

فقال : قل : سبحان ربّی الأعلٰی وبحمدہ.
ففعل ذٰلک رسول اللہ ﷺ ثلاثاً.
فقال لہ: استو جالساً یامحمد!
ففعل ، فلمّا استوی جالساً ذکر جلال ربّہ جلّ جلالہ،
فخرّ رسول اللہ ﷺ ساجداً من تلقاء نفسہ لا لأمر
أمرہ ربّہ عزّوجلّ، فسبّح أیضاً ثلاثاً.
فقال: انتصب قائماً ، ففعل فلم یر ما کان رأی من
عظمة ربّہ جلّ جلالہ.
فقال: لہ اقرأ: یامحمداً وافعل کما فعلت فی الرکعة
الأولٰی.
ففعل ذٰلک رسول اللہ ﷺ ، ثمّ سجد سجدة
واحدة ، فلمّا رفع رأسہ ذکر جلالة ربّہ تبارک
وتعالٰی فخرّ رسول اللہ ساجداً من تلقاء نفسہ، لا
لأمر أمرہ ربّہ عزّوجلّ ، فسبّح أیضاً.
ثمّ قال لہ: ارفع رأسك! ثبّتك اللہ واشہد أن لا إلٰہ
إلّا اللہ وأنّ محمداً رسول اللہ وأنّ الساعة آتیة لا
ریب فیہا وأن اللہ یبعث من فی القبور ، اللّٰہم صلّ
علٰی محمد وآلہ محمد ، وارحم علی محمد و آل محمد
کما صلّیت وبارکت وترحّمت علی ابراھیم وآلہ إبراھیم
إنّك حمید مجید، اللّٰہم تقبل شفاعتہ وارفع درجتہ.
ففعل : فقال: سلم یامحمد! واستقبل رسول اللہ ﷺ

ربّه تبارك وتعالٰى وجهه مطرقاً فقال: السلام عليك.

فأجابه الجبّار جلّ جلاله فقال: وعليك السلام يامحمد! بنعمتي قويتك على طاعتي ، وبعصمتي إيّاك اتخذتك نبياً وحبيباً.

ثمّ قال أبو الحسن عليه السلام : و إنّما كانت الصلاة الّتي أمر بها ركعتين وسجدتين وهو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إنّما سجد سجدتين في كلّ ركعة عمّا أخبرتك من تذكره لعظمة ربّه تبارك وتعالٰى ، فجعله الله عزّوجلّ فرضاً.

قلت: جعلت فداك ، وما صاد الّذي أمر أن يغتسل منه.

فقال : عين تنفجر من ركن من أركان العرش يقال له: ﴿ماء الحياة﴾ وهو ما قال الله عزّوجلّ: ﴿وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ﴾ (سورۂ ص:۱) إنّما أمره يتوضأ ويقرأ ويصلّي

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: ہر رکعت میں دو سجدے کیوں ہیں؟ کیا دو رکعتیں دو سجدوں کے ساتھ نہیں پڑھی جاسکتیں؟

آپؑ نے فرمایا: جب آپ نے ایک امر کے بارے میں پوچھا ہے تو اپنے دل کو باقی چیزوں سے خالی کر، تاکہ مطلب کو اچھی طرح سے سمجھ سکے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان پر پہلی نماز اللہ تعالیٰ کے حضور میں اور عرش کے سامنے پڑھی، وہ اسی طرح تھی۔ جس وقت آپ کو سیر کرائی گئی اور آپؐ اللہ کے عرش پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے محمدؐ! صاد کے قریب آیئے اور اپنے سجدہ گاہوں کو غسل دیجیے اور انھیں طیب وطاہر بنائیے اور اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے"۔

خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جس جگہ کا حکم فرمایا تھا، آپ اُس کے قریب آئے اور آپؐ نے وہاں وضو فرمایا۔ پھر خدا جبار و متعال کے حکم کے مطابق رُخ کیا اور کھڑے ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے انھیں حکم دیا: نماز کے آغاز کے لیے تکبیر کہو۔ آپؐ نے تکبیر کہی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! پڑھو! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ...... تا آخر سورہ۔

آنحضرتؐ نے سورۂ حمد کو آخر تک پڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے پروردگار کی نسبت سے اُس کے اوصاف کو اس صورت میں قرأت کرو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو منقطع فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہو: لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور اپنے کلام کو قطع فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس فرمان کو زبان پر جاری فرمایا اور بعد ازیں تین مرتبہ فرمایا: كَذٰلِكَ اللّٰهُ ربی۔

جس وقت آنحضرت ﷺ نے اس جملہ کو تمام کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! اپنے پروردگار کے لیے رکوع کیجیے۔

رسول اللہ ﷺ نے رکوع فرمایا۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ رکوع کی حالت میں تھے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! کہیے: سبحان ربی العظیم وبحمدہ۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس جملہ کو تین بار کہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! (اب) اپنا سر اُٹھایئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اُٹھایا اور بارگاہِ پروردگار میں کھڑے ہوگئے۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! اپنے پروردگار کا سجدہ کیجیے۔ رسولؐ اللہ سجدہ میں چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب پڑھیے: سبحان ربی الاعلٰی وبحمدہ۔

رسول اللہ ﷺ نے اس ذکر کو تین مرتبہ پڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! اب آرام سے بیٹھ جائیے۔

آنحضرتؐ آرام سے بیٹھ گئے تو آپؐ نے اپنے رب ذوالجلال کا ذکر شروع کیا اور بغیر امر پروردگار کے سجدہ میں چلے گئے اور تین دفعہ مذکورہ ذکر سجدہ میں پڑھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دوبارہ سیدھے ہو کر بیٹھ جائیے۔

آنحضرتؐ اُٹھے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور وہ عظمت وجلال پروردگار جو آپ نے اُس وقت دیکھا اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! پڑھیے! اب اس طرح دوسری رکعت ادا کر جس طرح آپؐ نے ابھی پہلی رکعت ادا کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ویسے پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت ادا فرمائی اور آپؐ نے بعدازیں ایک سجدہ ادا کیا۔ جس وقت اپنا سر مبارک سجدہ سے اُٹھایا تو عظمتِ پروردگار کو یاد کیا۔ آپؐ نے پروردگار کے حکم کے بغیر دوسرا سجدہ کیا اور حق تعالیٰ کی تسبیح فرمائی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! اپنا سر مبارک اُٹھایئے تاکہ اللہ آپ کو ثابت رکھے اور پھر اس طرح پڑھو: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں میں سے سب کو اُٹھائے گا۔ اے اللہ! محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیج اور محمدؐ پر رحم فرما اور اس کی آل پر رحم فرما کہ جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ پر درود و برکت اور رحمت بھیجی تھی، کیوں کہ تو حمید بھی ہے اور مجید بھی ہے۔ اے اللہ! اُس کی شفاعت کو قبول

فرما اور اس کے درجات کو بلند فرما!

آنحضرت ﷺ نے ان عبارات کو پڑھا۔ بعدازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمدؐ! سلام کیجیے۔ رسولؐ اللہ نے اپنے پروردگار کی طرف رُخ کیا اور فرمایا:

السلام علیک۔ خداوند جبار نے جواب میں فرمایا:

وعليك السلام يامحمد بنعمتي قويتك على طاعتي وبعصمتي إيّاك اتخذتك نبيّاً وحبيباً

بعدازیں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: وہ نماز جس کا اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا تھا، وہ اس طرح تھی کہ دو رکعت اور دو سجدے یعنی ہر رکعت میں صرف ایک سجدہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے ہر رکعت میں دو سجدے ادا کیے۔ لیکن جب رسولؐ اللہ پہلے سجدہ کے بعد اُٹھے اور پروردگار کی عظمت کو دیکھا تو فوراً دوسرے سجدے میں چلے گئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر رکعت میں دو سجدے واجب کر دیے۔

جناب عمارؓ کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا تھا: "صادؔ" کے قریب آؤ اور اپنے سجدہ گاہوں کو دھویئے وہ صاد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: صاد چشمہ ہے جو ارکان عرش کے ایک رکن سے جاری ہے۔ اس کا نام ہے "آبِ حیات"۔

اور یہ "صادؔ" وہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صٓ! قرآن کی قسم جو صاحب ذکر ہے۔

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا تھا کہ اس چشمہ صاد سے وضو کریں۔ پھر قرأت کریں اور نماز ادا کریں۔ (بحار الانوار: ۱۸/ ۹،۳۶۷/ ۲۶۶، عن علل الشرائع: ص۳۲، حدیث۳۳۴)

احکامِ خمس

آپؑ کہتے ہیں کہ مالِ خمس آپؑ کا ہے!

كتاب الاستدراك ، عن التلعكبرى بإسناده عن الكاظم عليه السلام قال:

قال لى هارون : أتقولون إنّ الخمس لكم؟

قلت: نعم.

قال: إنّه لكثير.

قال: قلت : إنّ الّذى أعطاناه علم أنّه لنا غير كثير.

تلعکبری کہتے ہیں: حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ہارون نے مجھے کہا کہ کیا آپؑ کہتے ہیں کہ مالِ خمس آپؑ کا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

اُس نے کہا: یہ تو بہت زیادہ ہے۔

میں نے کہا: جس نے ہمیں خمس عطا کیا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ ہمارے لیے زیادہ نہیں ہے۔ (بحارالانوار: ۴۸/۱۵۸، ۹۳/۱۸۸)

احکامِ روزہ

ختمِ قرآن ماہِ رمضان کی ہر رات میں

محمد بن يعقوب عن عدة من أصحابنا عن أحمد بن محمد بن خالد عن يحيى بن إبراهيم بن أبي البلاد عن أبيه عن علي بن المغيرة عن أبي الحسن عليه السلام قال: قلت: إنّ أبي سأل جدّك عن ختم القرآن في كلّ ليلة.

فقال له جدّك : في كلّ ليلة.

فقال له : في شهر رمضان؟

فقال له جدك : في شهر رمضان.

فقال له أبي نعم ما استطعت.

فكان أبي يختمه أربعين ختمة في شهر رمضان...

میں نے حضرت امام کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میرے والد نے آپ کے جد بزرگوار سے ہر شب ختمِ قرآن کے بارے میں پوچھا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ ہاں! ہر رات ختمِ قرآن کر سکتے ہو۔

ان کی خدمت میں عرض کیا گیا: کیا ماہِ رمضان میں بھی ایسا کیا جا سکتا ہے؟

آپؑ کے دادا نے فرمایا تھا: ہاں ایسا کیا جا سکتا ہے۔

میرے والد نے ان سے عرض کیا تھا: میں جتنی طاقت رکھتا ہوں، میں قرآن

پڑھتا ہوں۔ میرے والد ماہِ رمضان میں چالیس ختم قرآن کرتے تھے اور میں بھی اپنے والد کے بعد ماہِ رمضان میں اسی صورت میں ختم قرآن کرتا ہوں۔ کبھی زیادہ اور کبھی کم، کیوں کہ کچھ مصروفیات کی وجہ سے اور کچھ کاہلی کی وجہ سے کمی ہو جاتی ہے۔

عید فطر کے روز میں ایک ختم قرآن رسولؐ اللہ کو، ایک امام علیؑ کو، ایک حضرت فاطمہ زہراؑ کو اور اس طرح ان کے بعد آنے والے ائمہؑ کو یہاں تک کہ آپؑ کی ذات تک کو ایک ایک ختم قرآن ہدیہ کرتا ہوں اور ہمیشہ سے میرا معمول چلا آ رہا ہے، میری اس محنت کا اجر کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: تیرا اجر یہ ہے کہ قیامت کے دن تو اُن کے ساتھ ہوگا۔

میں نے بے ساختہ "اللہ اکبر" کی صدا لگائی اور کہا: میرا اجر اتنا عظیم ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جی ہاں! جی ہاں! (الکافی: ۲/۶۱۸، بحارالانوار: ۵/۹۵)

احکامِ حج

حرم اور اُس کے حدود

ابن الولید عن الصفار عن ابن معروف عن صفوان بن یحیٰی قال: سئل أبو الحسن ؑ عن الحرم و إعلامه.

فقال: إنّ آدم ؑ لما هبط من الجنة هبط علی أبي قبیس والناس یقولون بالهند فشكا إلی ربّه عزّوجلّ الوحشة وأنّه لا یسمع ما كان یسمع في الجنّة.

فأهبط الله عزّوجلّ عليه ياقوتة حمراء فوضعت في موضع البيت ، فكان يطوف بها آدم عليه السلام وكان يبلغ ضوؤها الأعلام فعلمت الأعلام ، على ضوئها فجعله الله عزّوجلّ حرماً.

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور حرم اور اس کے حدود کے بارے میں پوچھا۔

آپؑ نے فرمایا: جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے زمین پر اُتارا گیا تو آپؑ کو وابوقبیس پر اُتارے گئے تھے حالانکہ لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ کو ہندوستان میں اُتارا گیا تھا۔ آپؑ نے بارگاہِ خداوندی میں یہاں زمین کی وحشت کی شکایت کی کہ وہاں وہ جو کچھ سنتے تھے وہ یہاں نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے سرخ یاقوت نازل فرمایا۔ پس اس کو بیت اللہ کی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ جنابِ آدمؑ اس کا طواف کرتے تھے اور اس یاقوت کی روشنی حرم کے حدود تک جاتی تھیں۔ اس ذریعے حرم کی حدود پہچانی گئیں۔ خداوند تعالیٰ نے اس محدودہ کو حرم قرار دیا۔ (بحار الانوار: ۱۱/۲۱۳، عن علل الشرائع وعیون اخبار الرضاؑ)

کیا محرم کے لیے جائز ہے کہ اپنے محمل کی چھت کے زیر سایہ چلے؟

سأل محمد بن الحسن أبا الحسن موسى عليه السلام بمحضر من الرشيد وهم بمكّة ، فقال له: أيجوز للمحرم أن يظلل عليه محمله؟

فقال له موسى عليه السلام : لا يجوز له ذلك مع الاختيار.

فقال له محمد بن الحسن : أفيجوز أن يمشي تحت الظلال مختاراً؟

فقال له : نعم.

فتضاحك محمد بن الحسن من ذلك.

فقال له أبو الحسن موسٰى ؑ : أتعجب من سنّة النبي ﷺ وتستهزئ بها؟ إنّ رسول الله ﷺ كشف ظلاله في إحرامه ومشى تحت الظلال وهو محرم. إنّ أحكام الله تعالٰى يامحمّد! لا تقاس، فمن قاس بعضها على بعض فقد ضلّ عن السبيل.

فسكت محمد بن الحسن لا يرجع جواباً.

روایت میں آیا ہے: محمد بن حسن نے ہارون رشید کی مجلس میں حضرت امام موسیٰ کاظم ؑ سے پوچھا: جس شخص نے حج کے لیے احرام باندھ رکھا ہو وہ اپنے محمل کے زیرِ سایہ چل سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اختیاری صورت میں اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

محمد بن حسن نے کہا: کیا وہ اختیاری صورت میں محمل کے زیرِ سایہ چل سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

اس جواب کو سن کر محمد بن حسن ہنسنے لگا۔

امام ؑ نے اُسے فرمایا: کیا تو پیغمبر ﷺ کی سنت پر تعجب کر رہا ہے اور اُس سے تمسخر کر رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ احرام میں ہوتے تھے اور سایہ بان کے نیچے چلتے تھے۔

اے محمدؐ! احکامِ خداوندی میں قیاس نہ کر، جس نے بعض کو بعض سے قیاس کیا وہ گمراہ ہوا۔ یہ سن کر محمد بن حسن خاموش ہوگیا۔ امامؑ کے سامنے کچھ اور نہ کہہ سکا۔

(الاحتجاج: ۲/۱۶۸، بحارالانوار: ۹۶/۱۷۶-۱۷۷)

حالتِ احرام میں زیرِ سایہ رہ سکتا ہوں؟

عن حمّاد عن ابن المغیرة قال:

قلت لأبی الحسن الأوّل علیہ السلام: أظلل وأنا محرم؟

قال: لا.

قلت: فاظلل وأکفر؟

قال: لا.

قلت: فإن مرضت؟

قال: ظلل وکفّر.

ثمّ قال: أما علمت أنّ رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ قال: ﴿ما من حاج یضحی ملبّیاً حتّی تغیب الشمس إلّا غابت ذنوبه معها﴾.

ابن مغیرہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: حالتِ احرام میں اپنے آپ کو زیرِ سایہ رکھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا سائبان سے استفادہ کرسکتا ہوں بعد میں کفارہ ادا کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

میں نے کہا: اگر بیمار ہو جاؤں تو پھر ایسا کرسکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں اس صورت میں کفارہ ادا کرو اور سائبان سے استفادہ کرو۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا فرمان ہے:

جس حاجی نے لبیک کہتے ہوئے ظہر کی، یہاں تک کہ آفتاب غروب کر جائے تو اس آفتاب کے غروب کے ساتھ اُس کے گناہ بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ (علل الشرائع: ص۴۵۲، بحارالانوار:۹۶/۱۷۸)

اگر محرم سائبان سے استفادہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

وقد جری لأبی یوسف مع أبی الحسن موسٰی علیہ السلام بحضرة المهدی ما یقرب من ذٰلك وهو أنّ موسٰی سأل أبا یوسف عن مسألة لیس عنده فیها شیء.

فقال لأبی الحسن موسٰی علیہ السلام: انّی أرید أن أسألك عن شیء؟

قال: هات.

قال: ما تقول فی التظلیل للمحرم؟

قال: لا یصلح.

قال: قال: فیضرب الخباء فی الأرض فیدخل فیه؟

قال: نعم.

قال: فما فرق بین هذا وذٰلك؟

قال أبو الحسن موسٰی علیہ السلام: ما تقول: فی الطامث تقضی الصلاة؟

قال: لا.

قال: تقضی الصوم.

قال: نعم.

قال: ولم؟

قال: إنّ هذا كذا جاء.

قال أبو الحسن علیہ السلام: وكذلك هذا.

قال المهدي لأبي يوسف: ما أراك صنعت شيئًا؟

قال: يا أمير المؤمنين! رماني بحجّة.

روایت میں آیا ہے: مہدی عباسی کے دربار میں قاضی ابو یوسف اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے درمیان مناظرہ ہوا۔ جب امامؑ نے اس پر سوالات کیے تو وہ کسی سوال کا جواب نہ دے سکا۔

قاضی نے امام علیہ السلام سے کہا: اب میں آپؑ سے سوالات کرنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: پوچھو!

قاضی: اگر محرم سائبان سے استفادہ کرے تو اس کا حکم کیا ہے؟

امامؑ: جائز نہیں ہے۔

قاضی: اگر وہ زمین پر چادر ڈال کر اس کے اندر چلا جائے تو حکم کیا ہوگا؟

امامؑ: اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

قاضی: ان دو مسئلوں میں کیا فرق ہے؟

امامؑ: حائض عورت کے بارے میں کیا حکم ہے کیا وہ اپنی نماز کی قضا پڑھے گی؟

قاضی: نہیں۔

امامؑ: روزہ کے بارے میں اس کا حکم کیا ہے؟

قاضی: روزوں کی قضا بجالائے گی۔

امامؑ: وہ کیوں؟

قاضی: اللہ کا حکم ہے۔

امامؑ: جس پر تو نے اعتراض کیا ہے یہ بھی اللہ کا حکم ہے۔

مہدی عباسی نے یہ منظر دیکھ کر قاضی ابو یوسف سے کہا: آپ تو کچھ بھی نہیں کر سکے۔

قاضی نے کہا: اے امیر المومنین! امامؑ نے جو جواب دیا وہ محکم تھا۔ (الاحتجاج: ۱۶۸/۲)

حاجی تلبیہ کیوں کہتے ہیں؟

الدقاق ، عن الأسدی ، عن سهل ، عن جعفر بن عثمان الدارمی ، عن سليمان بن جعفر قال:
سألت أبا الحسن علیه السلام عن التلبية وعلّتها.
فقال : إنّ الناس إذا أحرموا ناداهم الله تبارك وتعالٰی فقال: ياعبادی و إمائی! لأحرّ منكم على النار كما أحرمتم لی.
فيقولون: لبيك اللهم لبيك إجابة لله عزّوجلّ على ندائه إيّاهم.

سلیمان بن جعفر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے تلبیہ اور اُس کی علت کے بارے میں سوال کیا۔

آپؑ نے فرمایا: جب لوگ احرام باندھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آتی ہے:

اے میرے بندو! اے میری کنیزو! تم نے میرے لیے احرام باندھا ہے، میں نے تم پر آتش جہنم کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے حاجی اُس الٰہی جواب میں کہتا ہے:
لبیك اَللّٰھم لبیك..... (عیون اخبار الرضاؑ: ۸۳/۲، بحار الانوار: ۱۸۳/۹۶)

کیا میں دو رکعت نماز طواف بیٹھ کر پڑھ سکتا ہوں؟

عن علي بن النعمان ، عن يحيى الأزرق قال:

قلت لأبي الحسن عليه السلام : إنّي طفت أربعة أسباع فأعييت فيها فأصلّي ركعاتها وأنا جالس؟

فقال: لا.

فقلت: فكيف يصلّي الرجل صلاة الليل إذا أعيا أو وجد فترة وهو جالس وهذا لا يصلح؟

قال: يستقيم أن تطوف وأنت جالس؟

قلت: لا.

قال: فصلّها وأنت قائم.

یحیٰ ازرق کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں نے طواف کے سات شوطوں میں سے چار شوطوں کو انجام دیا۔ پھر میں تھک گیا اور مجھ میں طاقت نہ رہی کہ باقی کو انجام دوں۔ کیا میں بیٹھ کر دو رکعت نماز طواف پڑھ سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں پڑھ سکتا۔

میں نے کہا: جب انسان میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہوتی یا وہ سست ہو جاتا ہے کیا وہ نماز شب بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا؟

آپؑ نے فرمایا: کیا طواف بیٹھ کر کیا جا سکتا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: نماز طواف کو کھڑے ہو کر پڑھیے۔ (علل الشرائع: ص ۵۸۹، بحارالانوار: ۹۶/۲۱۴-۲۱۵)

کنکریوں کے مارنے کا حکم کس لیے ہے؟

أبي، عن محمد العطار، عن العمركي، عن علي بن جعفر، عن أخيه موسى علیہ السلام قال: سألته عن رمي الجمار لم يجعل؟

قال: لأنّ إبليس اللعين كان يتراءى لإبراهيم علیہ السلام في موضع الجمار، فرجمه ابراهيم علیہ السلام، فجرت السنّة بذلك.

جناب علی جعفرؒ کہتے ہیں: میں نے اپنے برادر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: حاجی لوگ (شیطان کو) کنکریاں کیوں مارتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو اسی مقام پر دیکھا تھا تو آپؑ نے اُسے کنکریاں ماریں۔ اُس دن سے یہ عمل سنت بن گیا ہے۔ (علل الشرائع: ص ۴۳۷، قرب الاسناد: ص ۱۰۵)

جہاں محرم شکار اور مُردار کھانے پر مجبور ہو جائے تو اس وقت اس کا وظیفہ کیا ہوگا؟

أبي، عن محمد العطار، عن العمركي، عن علي بن جعفر، عن أخيه موسى علیہ السلام قال:

سألته عن المحرم إذا اضطرّ إلى أكل صيد وميتة وقلت: إنّ الله عزّوجلّ حرّم الصيد وأحلّ الميتة.

قال: يأكل ويفديه فانّما يأكل ماله.

جناب علی بن جعفرؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے برادر بزرگوار (حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے پوچھا: جب محرم شکار اور مُردار کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ اس

وقت کیا کرے، کیوں کہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محرم پر شکار کو حرام قرار دیا ہے اور مُردار کو مضطر و مجبور کے لیے حلال قرار دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس صورت میں وہ شکار کو کھا سکتا ہے۔ لیکن اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا۔ وہ اس صورت میں ایسے ہے جیسے اُس نے اپنا مال کھایا ہے۔
(علل الشرائع: ص ۴۴۵)

احکامِ جہاد

طاعون کی بیماری شہر میں

عن محمد بن الحسن عن الصفار عن أحمد بن محمد عن أبيه عن فضالة عن أبان الأحمر قال:

سأل بعض أصحابنا أبا الحسن عليه السلام عن الطاعون يقع في بلدة وأنا فيها أتحوّل عنها؟

قال: نعم.

قال: ففي القرية وأنا فيها أتحوّل عنها؟

قال: نعم.

قال: ففي الدار وأنا فيها أتحوّل عنها؟

قال: نعم.

قلت: فإنّا نتحدّث أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله قال: الفرار من الطاعون كالفرار من الزحف.

قال: إنّ رسول الله صلى الله عليه وآله إنّما قال هذا في قوم كانوا

یکونون فی الثغور فی نحو العدو ، فیقع الطاعون فیخلون أماکنهم یفرون منها ، فقال رسول الله ﷺ ذٰلک فیهم.

ابان احمر کہتے ہیں: ہمارے کسی دوست نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: میں ایک شہر میں ہوں اور اس شہر میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے کیا میں اس شہر سے باہر جا سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں جا سکتے ہو۔

میں نے عرض کیا: اگر میں گاؤں میں رہائش پذیر ہوں اور وہاں طاعون پھیل جائے تو گاؤں سے باہر جا سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!

میں نے عرض کیا: اگر میں اپنے گھر میں ہوں کیا وہاں سے جا سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!

میں نے عرض کیا: میں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک حدیث سنی ہے کہ آپ نے فرمایا: طاعون سے فرار میدانِ جہاد سے فرار ہے۔

آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم ان لوگوں کے لیے فرمایا تھا جو سرحد پر رہتے تھے اور اُس سرحد پر دشمنانِ اسلام کا گڑھ تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہاں طاعون کی وبا آ گئی تو ان لوگوں نے وہ سرزمین خالی کر دی اور وہاں سے فرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہی لوگوں کے لیے یہ فرمان صادر کیا۔ (وسائل الشیعہ: ۱۲/۴۳۰، عن معانی الاخبار)

احکامِ تجارت

ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے لیے سامان کی رہنمائی کی......

روی عن إسحاق بن عمار قال:

قلت لأبي إبراهيم عليه السلام: رجل يدلّ الرجل علي السلعة ويقول: اشترها ولي نصفها، فيشتريها الرجل وينقد من ماله.

قال: له نصف الربح.

قلت: فإن وضع لحقه من الوضيعة شيئ.

فقال: نعم، عليه الوضيعة كما يأخذ الربح.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور سوال کیا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو مالِ تجارت کی خبر دی اور اُسے کہا: فلاں مال خرید لو لیکن جو اس کا نصف ہوگا وہ میرا ہوگا۔ اُس شخص نے وہ مال خریدا اور اس کی قیمت ادا کی۔ تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نصف منافع اُسی کا ہوگا۔

میں نے عرض کیا: اگر نقصان ہو جاتا اور اس مال سے نفع حاصل نہ ہوتا تو وہ اس نقصان میں شریک ہوتا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! اس صورت میں نفع و نقصان دونوں میں یہ شریک ہے، جس طرح وہ نفع میں شریک ہے اس طرح وہ نقصان میں بھی شریک ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۳/۲۲۲)

احکامِ قرض

کیا مقروض کا ہدیہ قرض خواہ لے سکتا ہے؟

صفوان عن إسحاق بن عمار قال:

قلت لأبي ابراهيم عليه السلام: الرجل يكون له عند الرجل المال قرضاً فيطول مكثه عند الرجل لا يدخل على صاحبه منه منفعة فينيله الرجل الشئ بعد الشئ كراهة أن يأخذ ماله حيث لا يصيب منه منفعة أيحلّ ذٰلك له؟

فقال: لابأس إذا لم يكن بشرط.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: ایک آدمی کے پاس بطور قرض دوسرے کا مال تھا۔ ایک لمبی مدت گزر گئی لیکن قرض خواہ کو اپنے مال میں سے کچھ نہ ملا لیکن مقروض اس دوران اس کی طرف تحائف بھیجتا رہا تاکہ وہ اپنے قرض کا اُس سے تقاضا نہ کرے۔ کیا یہ ہدیہ قرض خواہ پر حلال ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شرط نہ ہو تو جائز ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ: ۳/۲۸۴، تہذیب الاحکام: ۷/۱۰)

معاملہ طرفین جتنا وہ مجھ سے لیتے ہیں کیا میں اتنا لے سکتا ہوں؟

روی محمد بن أبي عمير عن داود بن زربي قال:

قلت لأبي الحسن عليه السلام: إنّي أعامل قوماً فربما أرسلوا إلي فأخذوا منّي الجارية والدابة فذهبوا بها منّي ثمّ

يجوز لهم المال عندي فآخذ منه بقدر ما أخذوا منّي؟

فقال: خذ منهم بقدر ما أخذوا منك ولا تزد عليه.

داؤد بن زربی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: میرا ایک گروہ کے ساتھ معاملہ ہے۔ کبھی کبھار وہ مجھ سے کنیز یا جانور لے جاتے ہیں اور وہ پھر واپس نہیں کرتے۔ پھر کبھی ان کا مال میرے پاس آجاتا ہے تو کیا ان کے مال سے جتنا میرا حق بنتا ہے، لے سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! لے سکتے ہو لیکن اپنے حق سے زیادہ نہیں لے سکتے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۳/۱۸۷)

احکامِ رہن

اگر گروی مال کا نقصان ہو جائے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

و روی صفوان بن یحییٰ عن إسحاق بن عمار عن أبی إبراهیم علیہ السلام قال:

قلت له: الرجل یرتهن العبد فیصیبه عور أو ینقص من جسده شیٔ علی من یکون نقصان ذٰلك؟

قال: علی مولاه.

قال: قلت: إنّ الناس یقولون : إن رهنت العبد فمرض أو انفقأت عینه فأصابه نقصان فی جسده ینقص من مال الرجل بقدر ما ینقص من العبد.

قال: أرأیت لو أنّ العبد قتل علی من تکون جنایته.

قال: جنایته فی عنقه.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: ایک قرض خواہ نے اپنے مقروض سے اس کا غلام اپنے ہاں گروی رکھا۔ اس غلام کو آشوبِ چشم ہو گیا یا اُس کا کوئی عضو ناقص ہو گیا تو یہ نقصان کس پر ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی ذمہ داری مالک پر ہوگی۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر کوئی غلام کو اپنے ہاں گروی رکھے اور اُس کے جسم کو کوئی نقصان ہو جائے تو اس کی ذمہ داری گروی رکھنے والے پر ہوگی۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ اگر یہ غلام کسی کو قتل کر ڈالے تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

میں نے عرض کیا: اس کا ذمہ دار غلام کا آقا ہوگا یا گروی رکھنے والا؟

پھر آپؑ نے فرمایا: اس قتل کی ذمہ داری خود غلام پر ہوگی۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۳/۳۰۳)

احکامِ صلح

متوفی کے مال پر اس کے ورثاء کو بتائے بغیر مصالحت ہو سکتی ہے؟

وروی علی بن أبی حمزة قال:

قلت لأبی الحسن علیہ السلام: رجل یہودیّ أو نصرانیّ کانت له عندی أربعة آلاف درهم فمات ألی أن أصالح ورثته ولا أعلمهم کم کان؟

قال: لا یجوز حتّی تخبرهم.

علی بن حمزہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: ایک یہودی یا عیسائی مرد کے چار ہزار درہم میرے پاس تھے۔ وہ فوت ہو گیا کیا اب میرے لیے جائز ہے کہ میں اس کے ورثا کو اصل رقم بتائے بغیر ان کے ساتھ مصالحت کر لوں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ جائز نہیں ہے۔

ہاں اس کے ورثاء کو اصل مبلغ بتا دو پھر مصالحت جائز ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۳/۳۳، وسائل الشیعہ: ۱۳/۱۶۶)

احکامِ وقف

وقف زمین کا سرپرست نہیں ہے تو اب میں کیا کروں؟

روی محمد بن عیسٰی عن أبی علی بن راشد قال:

سألت أبا الحسن علیہ السلام فقلت: جعلت فداك، اشتریت أرضاً إلی جنبي بألف درهم فلمّا وفرت المال خبرت أن الأرض وقف.

فقال: لا یجوز شراء الوقف، ولا تدخل الغلّة في مالك، ادفعها إلی من وقفت علیه.

قلت: لا أعرف لها ربّاً.

قال: تصدق بغلتها.

ابوعلی بن راشد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا: قربان جاؤں میں نے زمین کا ایک ٹکڑا ایک ہزار درہم میں خریدا، جو میری ہمسائیگی میں تھا۔ جب اس زمین سے مجھے کچھ حاصل ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ زمین وقف تھی۔ اب اس بارے میں کیا حکم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ملک وقف کی خرید جائز نہیں ہے۔ اس زمین کا حاصل اپنے مال کے ساتھ نہ ملانا۔ یہ مال اُس کے حوالے کر کہ جس کے لیے اس زمین کا منافع وقف ہے۔

میں نے کہا: اس کے سرپرست کا کوئی پتہ نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی آمدن بطور صدقہ دے دے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۴/۲۴۲)۔

احکامِ وصیت

میرا ایک رشتے دار فوت ہوا، اُس نے جو اولاد چھوڑی وہ چھوٹی ہے

روى الحسن بن محبوب عن علي بن رئاب قال:

سألت أبا الحسن موسى عليه السلام عن رجل بيني وبينه قرابة مات وترك أولاداً صغاراً وترك مماليك غلماناً وجواري ولم يوص فما ترى فيمن يشتري منهم الجارية فيتخذها أم ولد وما ترى في بيعهم؟

فقال: إن كان لهم وليّ يقوم بأمرهم باع عليهم ونظر لهم كان مأجوراً فيهم.

قلت: فما ترى فيمن يشتري منهم الجارية فيتّخذها أم ولد؟

قال: لا بأس بذلك إذا باع عليهم القيّم لهم الناظر فيما يصلحهم، وليس لهم أن يرجعوا عمّا صنع القيم لهم الناظر فيما يصلحهم.

علی بن رباب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: میرا ایک رشتے دار تھا وہ فوت ہوگیا۔ اولاد جو اُس نے چھوڑی وہ عمر میں چھوٹی ہے۔ اس کے ترکہ میں غلام اور کنیزیں بھی تھیں لیکن اُس نے کوئی وصیت نہ کی تھی۔ اب اس مسئلہ میں آپ کیا فرمائیں گے؟ کیا اُن سے کنیز خریدی جاسکتی ہے اور اُسے اُم ولد بنایا جاسکتا ہے اور ان کی بیع میں آپ کی رائے کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اگر ان کا کوئی سرپرست ہے اور وہ ان کے امور کو سرانجام دیتا ہے اور اُس نے ان کے حساب میں فروخت کی ہے تو اُن کی طرف سے اُجرت بھی وہ لے گا۔

میں نے عرض کیا: آپؑ اس بارے میں کیا فرمائیں گے کہ کون اس کنیز کو ان سے خریدے تاکہ اُسے اُم ولد قرار دے؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب سرپرست نے ان کے مصالح کے پیشِ نظر ان کے لیے اُسے فروخت کر دیا ہے اب وہ اس بات کا حق نہیں رکھتے کہ جو کام ان کے سرپرست نے کر دیا ہے اس کے خلاف کریں۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۴/۲۱۸)

علی بن سری فوت ہو گئے انھوں نے مجھے اپنا وصی بنایا

روى الحسن بن عليّ الوشاء عن محمد بن يحيٰى عن وصي علي بن السري قال:

قلت لأبي الحسن عليه السلام : إنّ علي بن السري توفي وأوصى إلي.

فقال: رحمه الله.

قلت: وإنّ ابنه جعفراً وقع على أمّ ولد له، فأمرني أن أخرجه من الميراث.

فقال لي : أخرجه إن كنت صادقاً فسيصيبه خبل.

قال: فرجعت فقدمني إلى أبي يوسف القاضي فقال له: أصلحك الله! أنا جعفر بن علي بن السري ، وهذا وصي أبي، فمره أن يدفع إلي ميراثي من أبي.

فقال لي: ما تقول؟

فقلت: نعم هذا جعفر بن علي بن السري ، وأنا وصي علي بن السري.

قال: فادفع إليه ما له.

فقلت له : أريد أن أكلمك.

قال: فادن مني.

فدنوت حيث لا يسمع أحد كلامي ، فقلت له: هذا وقع على أم ولد لأبيه فأمرني أبوه وأوصى إلي أن أخرجه من الميراث ولا أورثه شيئًا ، فأتيت موسى بن جعفر عليه السلام بالمدينة ، فأخبرته وسألته، فأمرني أن أخرجه من الميراث ، ولا أورثه شيئًا.

فقال: الله! إنّ أبا الحسن أمرك؟

فقلت: نعم ، فاستحلفني ثلاثاً، ثمّ قال لي : أنفذ ما أمرك، فالقول قوله!

قال الوصي : فأصابه الخبل بعد ذلك.

قال أبو محمد الحسن بن عليّ الوشاء: رأيته بعد ذلك وبه خبل.

حسن بن علی وشاء نے محمد بن یحییٰ سے اور انھوں نے وصی بن علی سری سے روایت کی ہے: وہ کہتا ہے: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا: علی بن سری نے وقتِ وفات مجھے اپنا وصی بنایا۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ اُس پر رحمت نازل فرمائے۔

میں نے عرض کیا: اس کے بیٹے جعفر نے اپنے والد کی کنیز اُم ولد کے ساتھ مقاربت کی تھی اسی وجہ سے اس نے مجھے مامور کیا کہ میں اس کے بیٹے کو اس کی میراث سے محروم کروں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تمہیں اس امر میں یقین ہے تو تو اُسے محروم کردے کیوں کہ وہ بہت جلد دیوانہ ہو جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں مدینہ سے واپس آیا تو جعفر مجھے قاضی ابو یوسف کے پاس لے گیا۔ اس نے قاضی سے کہا: خدا آپ کے امور کی اصلاح کرے۔ میں علی بن سری کا بیٹا ہوں۔ میرا نام جعفر ہے۔ یہ میرے والد کے وصی ہیں۔ آپ اسے حکم دیں کہ وہ میرے والد کی میراث مجھے دے دے۔

قاضی نے میری طرف دیکھا اور کہا: یہ کیا کہہ رہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! یہ واقعی جعفر بن علی بن سری ہے اور میں علی بن سری کا وصی ہوں۔

قاضی نے کہا: اس کا مال اس کے حوالے کر۔

میں نے کہا: میرے پاس کچھ تفصیلات ہیں وہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

اُس نے کہا: میرے قریب آ۔

وہ کہتا ہے: میں قاضی کے قریب گیا کہ اُسے اپنی بات سناؤں اور میری بات کوئی اور نہ سن لے۔

میں نے کہا: اس نے اپنے والد کی اُم ولد کنیز کے ساتھ مقاربت کی ہے، اس لیے اس کے باپ نے اُسے اپنی میراث سے محروم کرنے کے لیے مجھے اپنا وصی بنایا۔ میں اس مسئلے کی خاطر مدینہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کے

سامنے یہ داستان رکھی تو انھوں نے فرمایا: میں اس کے ورثا میں اُسے شامل نہ کروں اور میراث میں سے کچھ بھی نہ دوں۔

جب قاضی نے میری بات سنی تو کہا: تجھے خدا کی قسم! کیا واقعی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس طرح کہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں اُنھوں نے اس طرح کہا ہے۔

اُس نے مجھے تین بار قسم دی اور کہا: تو امامؑ کے فرمان پر عمل کر، جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے وہی حق ہے۔

وصی کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ بعد جعفر دیوانہ ہوگیا۔ ابو محمد حسن بن علی کہتے ہیں: ہم نے بھی اُسے دیکھا واقعی وہ دیوانہ ہوگیا تھا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۴/۲۱۹، عوالی اللئالی: ۳/۲۷۸)

احکامِ ازواج

جناب امیرالمومنینؑ نے صاحب اولاد کنیزوں کو کیوں بیچا؟

روی عمر بن یزید عن أبي إبراهيم علیہ السلام قال:

قلت له: أسألك.

قال: سل.

قلت: لم باع أمير المؤمنين علیہ السلام أمهات الأولاد؟

فقال: في فكاك رقابهن؟

قلت: وكيف ذاك؟

قال: أيما رجل اشترى جارية فأولدها ثم لم يؤدّ

ثمنها ولم يدع من المال ما يؤدّى عنه أخذ ولدها
منها وبيعت وأدى ثمنها.

قلت: فتباع فيما سوى ذٰلك من الدين؟

قال: لا.

عمر بن یزید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اجازت فرمائیں تاکہ آپ سے کچھ دریافت کروں۔

آپؑ نے فرمایا: پوچھئے۔

میں نے عرض کیا: جناب امیرالمومنینؑ نے صاحبِ اولاد کنیزوں کو کیوں فروخت کیا؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ وہ آزاد ہو جائیں۔

میں نے عرض کیا: وہ کس طرح؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس طرح کہ ایک آدمی نے کنیز خریدی۔ پس اُس سے اُس کا بیٹا ہوا لیکن اُس آدمی نے کنیز کی قیمت ادا نہیں کی تھی اور وہ مقروض تھا۔ اس صورت میں اُس آدمی کی کل میراث صرف اور صرف یہی کنیز تھی۔ اس کے علاوہ اُس کے پاس کچھ نہ تھا کہ جس کے ذریعے اُس کا قرض ادا ہو۔ اُس کنیز سے بیٹے کو لے لیا گیا اور کنیز کو بیچ دیا گیا اور اُس قیمت سے اُس کے آقا کا قرض ادا کیا گیا۔

میں نے عرض کیا: یہ تو مالک کے قرض کا معاملہ تھا۔ کیا قرض کے علاوہ کسی اور امر کے لیے اُسے بیچا جا سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۱۳۹/۳)

احکامِ طلاق

غیبت کی حالت میں وہ طلاق دے سکتا ہے؟

فقد روی صفوان بن یحییٰ عن إسحاق بن عمّار قال:

قلت لأبی ابراھیم علیہ السلام : الغائب الّذی یطلق کم غیبته؟

قال: خمسة أشھر أو ستة أشھر.

قلت: حدّ فیه دون ذا.

قال: ثلاثة أشھر.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور عرض کیا: مرد غائب اپنی غیبت کے زمانے میں بیوی کو طلاق دینا چاہے تو وہ کتنی مدت میں طلاق دے سکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: پانچ یا چھے ماہ۔

میں نے عرض کیا: اس کے علاوہ کوئی اور حد بھی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! وہ تین ماہ ہے۔ ((من لا یحضرہ الفقیہ ۔ ۳/۵۰۳)

احکامِ قضا

اگر ایک آدمی دوسرے آدمی پر مال کا دعویٰ کرے تو.......

روی عن یاسین الضریر عن عبدالرحمٰن بن أبی

عبداللہ قال:

قلت للشیخ یعنی موسٰی بن جعفر علیہ السلام : أخبرنی عن الرجل یدّعی قبل الرجل الحق فلا یکون لہ بینۃ بمالہ.

قال: فیمین المدّعی علیہ ، فإن حلف فلا حق لہ و إن ردّ الیمین علی المدّعی فلم یحلف فلا حقّ لہ، فإن کان المطلوب بالحق قد مات وأقیمت علیہ البینۃ، فعلی المدّعی الیمین: ﴿باللّٰہ الّذی لا إلٰہ إلاّ ھو﴾ لقد مات فلان و إن حقہ لعلیہ.

فإن حلف و إلاّ فلا حق لہ لأنّا لا ندری لعلّہ قد أوفاہ ببینۃ لا نعلم موضعھم أو بغیر بینۃ قبل الموت، فمن ثمّ صارت علیہ الیمین مع البینۃ.

و إن ادّعی بلا بینۃ فلا حق لہ ، لأنّ المدّعی علیہ لیس بحیّ ، ولو کان حیًّا لألزم الیمین أو الحق أو یرد الیمین، فمن ثمّ لم یثبت لہ حقّ.

عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا: ایک مسئلہ قضاوت درپیش ہے اس کی توضیح فرمائیں۔

ایک آدمی نے دوسرے آدمی پر مال کا دعویٰ کیا لیکن اُس کے پاس اپنے دعوے کے لیے کوئی گواہ نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: مدعا علیہ پر قسم ہے اگر وہ قسم اُٹھالے تو پھر مدعی کا اس پر کوئی حق نہیں ہے اور اُس کا مطالبہ ساقط ہوجائے گا۔ اگر مدعا علیہ قسم نہ اُٹھائے اور کہے کہ

خود مدعی قسم اُٹھائے اور مدعی اُس کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے قسم نہ اُٹھائے تو اس صورت میں مدعا علیہ پر مدعی کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اگر مدعا علیہ فوت ہو چکا ہو اور اُس پر گواہ بھی ہوں تو پھر اس صورت میں مدعا پر قسم ہوگی اور وہ یہ قسم اُٹھائے گا: باللّٰہ الّذی لا الٰہ الاّ ھو، فلاں اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے اور اُس نے مجھے اتنا مال دینا تھا۔

اگر وہ اس طرح کی قسم اُٹھائے تو اُس کا حق ثابت ہے بصورتِ دیگر مُردہ پر اس کا کوئی حق نہ ہوگا، کیوں کہ ممکن ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہو۔ شاید اُس پر گواہ قائم ہوئے ہوں یا اس پر گواہ قائم نہ ہوئے ہوں اور وہ اس دنیا سے چلا گیا ہو، اس لیے مدعی کو قسم اُٹھانا ہوگی۔

اگر وہ دعویٰ کرے بغیر گواہوں کے تو اُس کا حق ثابت نہیں ہے، کیوں کہ مدعا علیہ زندہ نہیں ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو اُس پر قسم لازم تھی یا اُس کے حق کو قبول کرے یا قسم کو مدعی کی طرف رد کرے۔

اگر یہ امکانات نہ ہوں تو مدعی کا حق ثابت نہیں ہوتا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ: ۶۳/۳

maablib.org

فصل دوازدہم

قیامت

maablib.org

وادیٔ دوزخ میں پانچ اور دو افراد کون ہیں؟

حدَّثني محمد بن الحسن قال: حدَّثني محمد بن الحسن الصَّفَّار قال: حدَّثني عبَّاد بن سليمان عن محمد بن سليمان الدَّيلميّ عن إسحاق بن عمَّار الصَّيرفيّ عن أبي الحسن الماضي عليه السلام – في حديث – قال:

يا إسحاق! إنَّ في النَّار لوادياً يقال له: ﴿محيط﴾ لو طلع منه شرارة لأحرق من على وجه الأرض ، و إنَّ أهل النَّار يتعوَّذون من حرِّ ذلك الوادي ونتنه وقذره وما أعدَّ الله فيه لأهله.

و إنَّ في ذلك الوادي لجبلًا يتعوَّذون أهل ذلك الوادي من حرِّ ذلك الجبل ونتنه وقذره ، وما أعدَّ الله فيه لأهله.

و إنَّ في ذلك الجبل لشعباً يتعوَّذ جميع أهل ذلك الجبل من حرِّ ذلك الشِّعب من نتنه وقذره ، وما أعدَّ الله فيه لأهله.

و إنَّ في ذلك الشِّعب لقليبًا يتعوَّذ أهل ذلك الشِّعب من حرِّ ذلك القليب ونتنه وقذره وما أعدَّ الله فيه لأهله.

و إنَّ في ذلك القليب لحيَّةً يتعوَّذ جميع أهل ذلك القليب من خبث تلك الحيَّة ونتنها وقذرها، وما

أعدَّ الله عزّوجلّ فی أنیابها من السّمّ لأهلها.
و إنَّ فی جوف تلک الحیّة لسبع صنادیق فیها خمسة من الأمم السّالفة واثنان من هذه الأمّة.
قال: قلت: جعلت فداک ، ومن الخمسة؟ ومن الاثنان؟
قال: أمّا الخمسة ، فقابیل الّذی قتل هابیل ، ونمرود الّذی حاجّ ابراهیم فی ربّه ...... قال: ﴿أنَا أُحیِی وَأُمیتُ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۵۸) وفرعون الّذی قال: ﴿ أنا ربّکم الأعلیٰ ﴾ و یهودا الّذی هوّد الیهود ، وبولس الّذی نصّر النّصاری ، ومن هذه الأمّة، أعرابیّان.

اسحاق بن عمار صیرفی کہتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

اے اسحاق! دوزخ کی ایک وادی ہے جس کا نام "محیط" ہے۔ اگر اس سے ایک شعلہ زمین کی طرف لپکے تو وہ روئے زمین پر جو کچھ ہے اُس کو جلا کر راکھ بنادے۔ جہنمی اس کی بدبو، کثافت، حرارت اور وہ جو اُن کے لیے خدا نے مقرر کر رکھا ہے اُس سے خدا کی پناہ کے طلب گار رہیں۔

اُس وادی میں ایک پہاڑ ہے، اُس وادی کے ساکنان اُس کی حرارت، عفونت، کثافت اور ہر وہ عذب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کر رکھا ہے، اُس سے خدا کی پناہ کے طلب گار رہیں۔

اُس پہاڑ میں ایک شگاف ہے، اُس پہاڑ کے ساکنان اُس کی حدت، شدت، کثافت، بدبو اور ہر وہ عذابِ الٰہی جو اُن کے لیے مقرر کیا گیا ہے اُس سے خدا کی پناہ

کے طالب ہیں۔

اُس شگاف میں ایک کنواں ہے کہ اُس کے ساکن نشین اُس کی حرارت، تعفن، بدبو اور ہر وہ اذیت کردہ سامان جو اُن کے لیے آمادہ کیا گیا ہے، اُس سے خدا کی پناہ کے طالب ہیں۔

اُس کنویں میں ایک سانپ ہے، اُس کنویں کے ساکن نشین، اُس کی پلیدی، گندگی اور اس کے زہر اور ہر وہ چیز جو اُن کے لیے مہیا کی گئی ہے اُس سے خدا کی پناہ کے طالب ہیں۔

اُس سانپ کے اندر سات صندوق ہیں، اُس میں پانچ افراد سابقہ اُمتوں میں سے اور دو اس اُمت میں سے ہیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں وہ پانچ اور دو افراد کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: قابیل، نمرود کہ جنھوں نے خداوند متعال کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مناظرہ کیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ "میں زندہ کروں گا اور میں ماروں گا"۔ فرعون نے کہا تھا: "میں تمھارا خدائے بزرگ ہوں، یہودا کہ جس نے ایک گروہ کو یہودی کیا تھا، بولس کہ جس نے ایک گروہ کو نصرانی کیا تھا اور اس اُمت کے دو اعرابی افراد ہیں۔

بہشت کیا ہے؟ دوزخ کیا ہے؟

الكليني عن بعض أصحابه ، عن علي بن العباس ، عن الحسن بن عبد الرحمٰن ، عن أبي الحسن الأول علیہ السلام قال:

إنّ الأحلام لم تكن في ما مضى في أوّل الخلق ، و إنّما

حدثت.

فقلت: وما العلة في ذلك؟

فقال: إنّ الله عز ذكره بعث رسولاً إلى أهل زمانه، فدعاهم إلى عبادة الله وطاعته: فقالوا: إن فعلنا ذلك فما لنا؟ فو الله ما أنت بأكثرنا مالاً ولا بأعزّنا عشيرة.

فقال: إن أطعتموني أدخلكم الله الجنّة ، و إن عصيتموني أدخلكم الله النار.

فقالوا : وما الجنّة وما النار؟

فوصف لهم ذلك ، فقالوا: متى نصير إلى ذلك؟

فقال: إذا متم.

فقالوا: لقد رأينا أمواتنا صاروا عظاماً ورفاتاً، فازدادوا له تكذيباً وبه استخفافاً، فأحدث الله عزّوجلّ فيهم الأحلام، فأتوه فأخبروه بما رأوا وما أنكروا من ذلك، فقال: إنّ الله عز ذكره أراد أن يحتج عليكم بهذا ، هكذا تكون أرواحكم إذا متم ، و إن بليت أبدانكم تصير الأرواح إلى عقاب حتّى تبعث الأبدان.

حسن بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ابتدائے آفرینش میں انسانوں کو خواب نہیں دکھائی دیتے تھے۔ بعدازیں ایک دور آیا اور انسان کو خواب دکھائی دینے لگے۔

میں نے عرض کیا: وہ خواب کس لیے آنے شروع ہوئے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی زمانے میں لوگوں کی طرف اپنا نبیؐ بھیجا۔

اُس نبیؑ نے انھیں اللہ کی عبادت اور اطاعت کی دعوت دی۔

انھوں نے کہا: اگر ہم آپ کی بات پر عمل کریں تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ بخدا! نہ تو تو ہم سے مال و دولت زیادہ رکھتا ہے اور نہ قوم وقبیلہ!

نبیؑ نے فرمایا: اگر تم میری بات پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں جنت میں گھر عطا کرے گا۔ اگر تم نے عمل نہ کیا تو پھر تمھارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

انھوں نے کہا: بہشت کیا ہے؟

پیغمبرؑ نے ان کے سامنے بہشت اور دوزخ کی تعریف کی۔

انھوں نے کہا: ہم وہاں کب جائیں گے؟

پیغمبرؑ نے فرمایا: جب تم پر موت آئے گی تو تم اُدھر جاؤ گے۔

انھوں نے کہا: ہم اپنے مُردوں کو دیکھتے ہیں وہ ہڈیاں اور خاک بن جاتے ہیں۔ پھر انھوں نے نبیؑ کو جھوٹا کہنا شروع کر دیا اور اس کی شان میں گستاخیاں شروع کیں۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُنھیں خواب دکھائے۔ خواب دیکھنے کے بعد وہ نبیؑ کے پاس آئے جو کچھ انھوں نے خواب میں دیکھا تھا ان کے حضور بیان کیا۔

یہ سن کر نبیؑ نے اُنھیں فرمایا: خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ بس اس کے ذریعے تم پر اپنی حجت قائم کرے۔ جب تم مرجاؤ گے تو تمھارے اَرواح کی یہی صورت ہوگی۔ اگرچہ تمھارے ابدان تمھاری موت کے بعد بوسیدہ ہوجائیں گے لیکن روح موجود ہوگی اور یہ روح قیامت کے روز تک عذاب میں ہوگی اور قیامت کے دن تمھیں دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ (روضۃ الکافی: ص۹۰، بحارالانوار: ۱۹۰۱۸۸/۵۸)

مرنے والا اپنے خاندان والوں کو دیکھتا ہے

عن العدة من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن ابن محبوب ، عن اسحاق بن عمار عن أبي الحسن الأول علیہ السلام

قال:

سألته عن الميّت يزور أهله؟

قال: نعم.

فقلت: في كم يزور؟

قال: في الجمعة وفي الشهر وفي السنة على قدر منزلته.

فقلت: في أي صورة يأتيهم؟

قال: في صورة طائر لطيف يسقط على جدرهم ويشرف عليهم ، فإن رآهم بخير فرح و إن رآهم بشرّ وحاجة حزن واغتمّ.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: کیا مُردہ اپنے خاندان والوں کو دیکھتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا: کتنی دفعہ دیکھتا ہے اور کب دیکھتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جمعہ کے دن یا ایک ماہ میں یا ایک سال میں، یہ اس کے اپنے مقام و منزلت پر ہے تو وہ اس اعتبار سے انھیں دیکھتا ہے۔

میں نے عرض کیا: وہ ان کے پاس کس صورت میں آتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: لطیف پرندہ کی صورت میں ان کی دیوار پر آ بیٹھتا ہے اور ان کے حالات پر نظر کرتا ہے۔ اگر وہ انھیں خوش حال و مسرور دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اگر انھیں بدحال اور پریشان دیکھتا ہے تو پریشان ہوتا ہے۔ (الکافی: ۳/۲۳۰)

مومن اپنی قبر پر آنے والے کو جان لیتا ہے

عن إسحاق بن عمّار، عن أبی الحسن علیہ السلام قال:

قلت له: المؤمن يعلم من يزور قبره؟

قال: نعم، لا يزال مستأنساً به ما زال عند قبره، فإذا قام وانصرف من قبره دخله من انصرافه عن قبره وحشة.

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا: کیا مومن کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس کی قبر پر کون آیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جب وہ اس کی قبر کے پاس ہوتا ہے تو وہ خوش رہتا ہے اور اُس سے مانوس رہتا ہے۔ جب وہ وہاں سے اُٹھتا ہے تو وہ مومن بھی پریشان ہو جاتا ہے۔ (الدعوات: ص۲۵۲، کامل الزیارات: ص۳۲۱)

کیا مُردہ سلام کو سنتا ہے؟

من كتاب «مدينة العلم» لأبی جعفر بن بابويه بإسناده عن صفوان بن يحيیٰ – من جملة حديث – قال:

قلت يعنی لأبی الحسن علیہ السلام: هل يسمع الميت تسليم من يسلّم عليه؟

قال: نعم، يسمع أولئك وهم كفّار ولا يسمع المؤمنون؟!

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: مُردہ پر جب سلام کیا جاتا ہے تو کیا وہ سلام کو سنتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! جب کافر سنتے ہیں تو کیا مومن نہیں سنتے؟ (فلاح السائل: ص۸۵)

کیا میں اپنے زندہ یا مُردہ اقارب کی طرف سے اعمال بجالا سکتا ہوں؟

عن الحسين بن أبي الحسن العلوي الكوكبي في كتاب المنسك عن علي بن أبي حمزة قال:

قلت لأبي إبراهيم عليه السلام : أحج وأصلّي وأتصدّق عن الأحياء والأموات من قرابتي وأصحابي؟

قال: نعم ، تصدّق عنه وصل عنه ولك أجر بصلتك إياه.

علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور پوچھا: کیا میں اپنے عزیز واقارب، مُردہ یا زندہ کی طرف سے حج، نماز اور صدقہ کی نیابت کر سکتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں! آپ ان کی نیابت میں اعمال کر سکتے ہیں، ان کی طرف سے صدقہ دو، نماز پڑھو، اور یہ تمہاری طرف سے ان کے لیے ہدیہ ہوگا۔ (وسائل الشیعہ، ۱۲، ۲۷۸/۸)

ادارہ منہاج الصالحین لاہور